M[illegible]ain Channel : New Madarsa

عون الباری

لحل

مشکلات صحیح البخاری

مرتب

مولانا محمد نذر الاسلام قاسمی

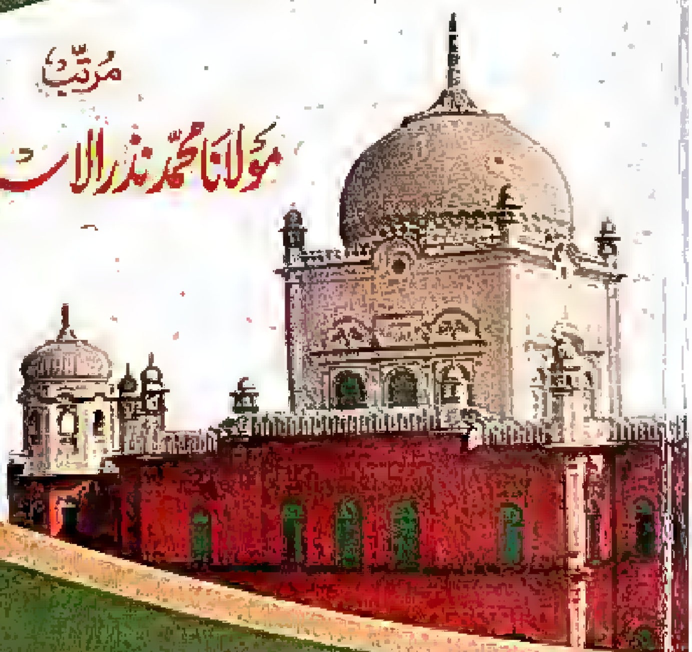

دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عون الباری

لحلّ

مشکلات صحیح البخاری

الأول

مرتّب

مولانا محمد نذر الاسلام قاسمی

ناشر

دار العلم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : عون الباری لحل مشکلات صحیح البخاری

مرتب : مولانا محمد نذر الاسلام قاسمی

صفحات : ۳۵۲

اشاعت : مئی ۲۰۱۷ء

تعداد : گیارہ سو

ناشر

دار العلوم دیوبند

Mob. 9634515218

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الانتساب

اوّلاً: بندہ اس علمی کوشش اور جدو جہد کو والدین محترمین اور اخوان اعزہ کی طرف منسوب کرنا قابلِ سعادت سمجھتا ہے جن کی مخلصانہ دعاؤں اور کوششوں کے نتیجے میں بندہ اس خدمت کے لائق ہوا۔

ثانیاً: تمام اساتذۂ کرام خصوصاً جامعہ مدنیہ فینی کے نام جن کے علمی دامن میں رہ کر علومِ نبوت اور اسرارِ شریعت سے قلب وجگر کو منور کرنے کی سعادت ملی۔

ثالثاً: ملّت بیضاء کی عزت کو چار چاند لگانے والی مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کے نام جس نے اپنے وسیع ترین دامن میں وابستہ کر کے استفادہ کا سنہرا موقع نصیب فرمایا۔

محمد نذر الاسلام

۱۹/۶/۱۴۳۸ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
الانتساب	۳	سوال:۴، صفحہ:۳	۲۹
تقریظ: حضرت مولانا جمیل احمد		سوال:۵، صفحہ:۵	۳۲
صاحب مدظلہ العالی	۸	سوال:۶، صفحہ:۶	۳۹
تقریظ: حضرت مولانا مفتی افضل		سوال:۷، صفحہ:۷	۴۱
حسین صاحب بستوی دامت برکاتہم	۱۹	سوال:۸، صفحہ:۷	۴۳
تقریظ: حضرت مولانا عتیق الرحمن		سوال:۹، صفحہ:۷	۴۴
قاسمی بہرائچی مدظلہ العالی	۱۰	سوال:۱۰، صفحہ:۸	۴۷
تقریظ: حضرت مولانا صالح قاسمی		سوال:۱۱، صفحہ:۹	۵۱
ندوی ثاقبی اعظمی مدظلہ العالی	۱۱	سوال:۱۲، صفحہ:۱۲	۵۳
پیش لفظ	۱۳	سوال:۱۳، صفحہ:۱۲	۶۱
الإجابة عن الأسئلة		سوال:۱۴، صفحہ:۱۲	۶۳
لإختبار ستة أشهر	۱۵	سوال:۱۵، صفحہ:۱۳	۶۵
سوال:۱، صفحہ:۱	۱۵	سوال:۱۶، صفحہ:۱۴	۶۷
سوال:۲، صفحہ:۲	۲۰	سوال:۱۷، صفحہ:۱۵	۷۰
سوال:۳، صفحہ:۳	۲۵	سوال:۱۸، صفحہ:۱۶	۷۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۱۹،صفحہ:۱۶	۷۷
سوال:۲۰،صفحہ:۱۷	۷۹
سوال:۲۱،صفحہ:۱۷	۸۱
سوال:۲۲،صفحہ:۱۸	۸۳
سوال:۲۳،صفحہ:۱۸	۸۵
سوال:۲۴،صفحہ:۱۸	۸۷
سوال:۲۵،صفحہ:۲۲	۹۰
سوال:۲۶،صفحہ:۲۲	۹۴
سوال:۲۷،صفحہ:۲۴	۹۶
سوال:۲۸،صفحہ:۲۹	۱۰۰
سوال:۲۹،صفحہ:۳۴	۱۰۳
سوال:۳۰،صفحہ:۳۴	۱۰۵
سوال:۳۱،صفحہ:۳۵	۱۰۷
سوال:۳۲،صفحہ:۳۵	۱۱۰
سوال:۳۳،صفحہ:۳۷	۱۱۲
سوال:۳۴،صفحہ:۳۸	۱۱۵
سوال:۳۵،صفحہ:۴۱	۱۱۷
سوال:۳۶،صفحہ:۴۳	۱۲۰
سوال:۳۷،صفحہ:۴۳	۱۲۳
سوال:۳۸،صفحہ:۴۷	۱۲۶
سوال:۳۹،صفحہ:۴۸	۱۲۸
سوال:۴۰،صفحہ:۵۱	۱۳۰
سوال:۴۱،صفحہ:۵۳	۱۳۲
سوال:۴۲،صفحہ:۵۶	۱۳۴
سوال:۴۳،صفحہ:۷۶	۱۳۷
سوال:۴۴،صفحہ:۷۹	۱۴۱
سوال:۴۵،صفحہ:۸۹	۱۴۳
سوال:۴۶،صفحہ:۹۳	۱۴۶
سوال:۴۷،صفحہ:۱۰۴	۱۴۹
سوال:۴۸،صفحہ:۱۱۲	۱۵۴
سوال:۴۹،صفحہ:۱۲۰	۱۵۷
الإجابة عن الاسئلة للإختبار السنوى	۱۶۰
سوال:۵۰،صفحہ:۲	۱۶۰
سوال:۵۱،صفحہ:۲	۱۶۳
سوال:۵۲،صفحہ:۳	۱۶۵
سوال:۵۳،صفحہ:۳	۱۶۸
سوال:۵۴،صفحہ:۳	۱۷۰
سوال:۵۵،صفحہ:۵	۱۷۱
سوال:۵۶،صفحہ:۷	۱۷۲
سوال:۵۷،صفحہ:۸	۱۷۴
سوال:۵۸،صفحہ:۸	۱۷۵
سوال:۵۹،صفحہ:۹	۱۷۶
سوال:۶۰،صفحہ:۹	۱۷۹

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۶۱،صفحہ:۱۰	۱۸۱	سوال:۸۳،صفحہ:۵۹	۲۴۱
سوال:۶۲،صفحہ:۱۰	۱۸۳	سوال:۸۴،صفحہ:۷۳	۲۴۳
سوال:۶۳،صفحہ:۱۲	۱۹۰	سوال:۸۵،صفحہ:۷۷	۲۴۶
سوال:۶۴،صفحہ:۱۳	۱۹۳	سوال:۸۶،صفحہ:۷۸	۲۴۹
سوال:۶۵،صفحہ:۱۴	۱۹۵	سوال:۸۷،صفحہ:۷۹	۲۵۲
سوال:۶۶،صفحہ:۱۶	۱۹۸	سوال:۸۸،صفحہ:۸۲	۲۵۳
سوال:۶۷،صفحہ:۱۷	۱۹۹	سوال:۸۹،صفحہ:۸۵	۲۵۶
سوال:۶۸،صفحہ:۱۷	۲۰۲	سوال:۹۰،صفحہ:۸۷	۲۶۰
سوال:۶۹،صفحہ:۱۸	۲۰۴	سوال:۹۱،صفحہ:۸۹	۲۶۲
سوال:۷۰،صفحہ:۱۸	۲۰۶	سوال:۹۲،صفحہ:۹۸	۲۶۶
سوال:۷۱،صفحہ:۲۰	۲۰۹	سوال:۹۳،صفحہ:۱۰۰	۲۶۸
سوال:۷۲،صفحہ:۲۲	۲۱۳	سوال:۹۴،صفحہ:۱۲۳	۲۷۱
سوال:۷۳،صفحہ:۲۳	۲۱۸	سوال:۹۵،صفحہ:۱۲۹	۲۷۶
سوال:۷۴،صفحہ:۲۴	۲۲۰	سوال:۹۶،صفحہ:۱۳۰	۲۷۸
سوال:۷۵،صفحہ:۲۵	۲۲۴	سوال:۹۷،صفحہ:۱۳۶	۲۸۱
سوال:۷۶،صفحہ:۳۴	۲۲۶	سوال:۹۸،صفحہ:۱۴۶	۲۸۲
سوال:۷۷،صفحہ:۴۳	۲۲۸	سوال:۹۹،صفحہ:۱۷۱	۲۸۶
سوال:۷۸،صفحہ:۴۸	۲۳۲	سوال:۱۰۰،صفحہ:۱۷۲	۲۹۰
سوال:۷۹،صفحہ:۴۹	۲۳۴	سوال:۱۰۱،صفحہ:۱۷۵	۲۹۱
سوال:۸۰،صفحہ:۵۳	۲۳۶	سوال:۱۰۲،صفحہ:۱۷۷	۲۹۳
سوال:۸۱،صفحہ:۵۳	۲۳۷	سوال:۱۰۳،صفحہ:۱۷۸	۲۹۶
سوال:۸۲،صفحہ:۵۸	۲۳۸	سوال:۱۰۴،صفحہ:۱۷۹	۲۹۸

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۱۰۵، صفحہ:۱۸۰	۲۹۹	سوال:۱۱۶، صفحہ:۲۴۶	۳۲۶
سوال:۱۰۶، صفحہ:۱۸۸	۳۰۱	سوال:۱۱۷، صفحہ:۲۵۶	۳۲۸
سوال:۱۰۷، صفحہ:۱۸۸	۳۰۴	سوال:۱۱۸، صفحہ:۲۵۷	۳۳۰
سوال:۱۰۸، صفحہ:۱۹۳	۳۰۷	سوال:۱۱۹، صفحہ:۲۶۱	۳۳۳
سوال:۱۰۹، صفحہ:۱۹۵	۳۰۹	سوال:۱۲۰، صفحہ:۲۶۱	۳۳۵
سوال:۱۱۰، صفحہ:۱۹۷	۳۱۱	سوال:۱۲۱، صفحہ:۲۶۱	۳۳۸
سوال:۱۱۱، صفحہ:۱۹۹	۳۱۳	سوال:۱۲۲، صفحہ:۲۶۱	۳۴۰
سوال:۱۱۲، صفحہ:۲۰۱	۳۱۵	سوال:۱۲۳، صفحہ:۲۵۷	۳۴۲
سوال:۱۱۳، صفحہ:۲۱۲	۳۱۹	سوال:۱۲۴، صفحہ:۲۹۷	۳۴۵
سوال:۱۱۴، صفحہ:۲۲۱	۳۲۱	سوال:۱۲۵، صفحہ:۳۰۰	۳۴۸
سوال:۱۱۵، صفحہ:۲۳۴	۳۲۴	سوال:۱۲۶، صفحہ:۳۶۶	۳۵۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

از: حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی

استاذِ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ○

جناب مولانا نذر الاسلام صاحب قاسمی نے سوال و جواب کے انداز میں بخاری شریف کا نوٹ قلم بند کیا ہے تاکہ بخاری شریف پڑھنے والے طلبہ کے لئے امتحان میں آسانی ہو احقر نے بھی دو چار جگہ سے دیکھا ہے طلبہ کے لئے مفید اور کارآمد ہے ترجمہ اور تشریح سلیقہ کے ساتھ کی ہے سوال میں مطلوب ہر بات کا جواب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس تحریر کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین

جمیل احمد

استاذ دار العلوم دیوبند

۲۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

❀❀❀

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب بستوی دامت برکاتہم

استاذ دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اس علمی چمن ”دارالعلوم دیوبند“ کے صحن میں نئے نئے پھول کھلتے رہتے ہیں جو گل سرسبد بنتے ہیں، یہاں کے فضاؤں میں رہ کر نشو ونما پانے والے نوخیز طلبہ بھی مستعدی کے ساتھ علمی وعملی میدان میں ترقی کرتے رہتے ہیں، انہیں میں سے عزیزم مولوی ”نذرالاسلام قیئوی“ مسلمہٗ ہیں، گزشتہ سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوکر اب فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد عبیداللہ صاحب الاسعدی مدظلہٗ کے زیرِ نگرانی تکمیلِ افتاء کررہے ہیں۔

گزشتہ رمضان المبارک میں مادرِ علمی کے احاطے میں رہ کر بخاری شریف پر کام کیا ہے، احادیث کے مشکل الفاظ کی تحقیق، نیز احادیث پر اعراب اور دقیق معانی کی وضاحت اور حدیث پاک کی وہ باتیں جو بظاہر نصوصِ قطعیہ اور احادیثِ مشہورہ کے معارض معلوم ہوتی ہے ان کی صحیح توجیہ وتطبیق، ائمہ کرام کے مسالک اور ان کے دلائل کی تفصیل اسی طرح احادیث کے متعلق دیگر مباحث معتبر ومستند کتابوں سے اخذ کرکے باحوالہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، بندہ نے کتاب کے مختلف مواقع پر نظر ڈال کر محسوس کیا ہے کہ مؤلف کتاب اپنے مقصد میں کامیاب ہیں، اُمید ہے کہ بخاری شریف حل کرنے کے لئے یہ کتاب معاون اور رہنما ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اِس کاوش کو قبولیت سے نوازے اور مؤلف سلمہٗ کو مزید علمی کام کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

افضل حسین سدھارتھ نگری
استاذ دارالعلوم دیوبند
۲۸/۶/۱۴۳۸ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel :New Madarsa

تقریظ

از: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن قاسمی بہرائچی مدظلہ العالی

استاذ حدیث وفقہ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

زیر نظر کتاب "عون الباری لحل مشکلات صحیح البخاری" مولوی نذر الاسلام قاسمی متعلم شعبہ افتاء جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کا نقش اوّل ہے جو دار العلوم دیوبند کے ۱۹۹ سوالات امتحان کے تسلی بخش جواب پر مشتمل ہے جستہ جستہ مجموع کو دیکھا، کاوش کامیاب معلوم ہوتی ہے زبان سلیس اور آسان ہے البتہ چونکہ اُردو مؤلف کی مادری زبان نہیں ہے اس لئے کہیں کہیں زبان میں تذکیر و تانیث کے بے محل استعمال کا نقص آ گیا ہے جو ادنیٰ توجہ سے دُور ہو سکتا ہے۔

مجھے دلی خوشی ہے کہ موصوف نے کچھ کرنے کی ہمت جتائی ایسے ہی اُولوالعزم کارہائے نمایاں اَنجام دیتے ہیں مستقبل میں علمی فتوحات کی بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے۔

مؤلف قابلِ مبارک باد ہیں کہ اس نوخیزی اور دورِ طالبِ علمی میں بخاری شریف جیسی نادرۂ روزگار کتاب سے متعلق سوالات کا عالمانہ اور فاضلانہ جواب تحریر فرما کر جماعتِ طلبہ اور قدردانِ علم و فضل پر احسان عظیم فرمایا۔ میں ہر چھوٹے بڑے علمی کام کو بہ نظرِ تحسین دیکھنے کا عادی ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ہر کاوش میں کچھ نہ کچھ گہر پارے اور قیمتی جواہر ضرور ہوتے ہیں جو تحریری ورثہ کو استحکام بخشتے ہیں اللہ تعالیٰ عزیزم مولوی نذر الاسلام کی اس جدوجہد کو قبول فرمائے اور قبولِ عام عطا کرے۔

عتیق الرحمٰن قاسمی بہرائچی

استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

۱۴۳۸/۶/۲۱ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقریظ

از حضرت مولانا صالح قاسمی ندوی ثاقبی اعظمی مدظلہ العالی

استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، یوپی

باسمہ تعالیٰ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا امابعد:

ایشیا کی عظیم الشان درسگاہ، ہم سب کا مادرِ علمی ''دارالعلوم'' دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت عطا کی ہے وہ عوام و خواص پر پنہاں نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے فیض کو ہمیشہ ہمیش جاری و ساری فرمائے، ماضی اور حال میں بھی اس میں داخلہ کی ہر طالب علم کی خواہش ہوتی ہے جس کے لئے طلبہ سالہا سال اَنتھک کوشش کر کے داخلہ کی تیاری کرتے ہیں، بتقدیر الٰہی جن کے مقدر میں ہوتا ہے ان کا دخلہ ہوجاتا ہے اور جن کے مقدر میں نہیں ہوتا وہ اَشک بار آنکھوں اور قلب مغموم کے ساتھ واپس آجاتے ہیں، لیکن ان کی اُمیدیں منقطع نہیں ہوتیں، بلکہ وہ آئندہ کے لئے اور تیاری کے ساتھ پُراُمید ہوکر آتے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے داخلہ کی تیاری کے لئے طلبہ جس طرح کتابیں حل کرتے ہیں حواشی و شروح کی اعانت سے پوری طرح تیار ہوتے ہیں اسی طرح وہاں کے سوال نامے بڑی مقدار میں حاصل کر کے اس کو بھی حل کرتے ہیں، تاکہ حل کتاب کے ساتھ ساتھ طریقہ جواب بھی آجائے اسی بات کے پیش نظر عزیزم جناب محمد نذرالاسلام متعلم شعبۂ افتاء نے بخاری شریف کے سینکڑوں سوالات کو حاصل کر کے اُن کے باتفصیل جوابات قلمبند کئے ہیں۔ موصوف نے سب سے پہلے سوال کا ہر ٹکڑا علیحدہ علیحدہ صاف طریقے سے لکھا ہے اس کے بعد سوال کے مطابق یعنی ترجمہ پوچھے جانے پر ترجمہ، اقوالِ ائمہ پوچھے جانے پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اقوالِ ائمہ اور دلائل مطلوب ہونے پر دلائل اور دیگر جزئیات کے مطلوب ہونے پر تمام جزئیات کا مکمل و مفصل و مدلل جواب تحریر کیا ہے، میں نے اس مسودے کے بہت سارے سوال و جواب پر گہری نظر ڈالی ہے الحمدللہ خوب سے خوب تر پایا ہے اور اندازہ کیا کہ طلبہ دورۂ حدیث شریف کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

اخیر میں دعا گو بھی ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اِس علمی کاوِش کو قبولِ عام و تام فرمائے اور ان کو مزید علمی ترقیات سے نوازے اور ان میں علمی و عملی پختگی پیدا فرمائے اور ان ساری اشیاء کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

این دعا از من او جملہ جہاں آمین آباد

بندہ محمد صالح اعظمی

۱۴۳۸/۶/۲۰ھ

❀❀❀

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

جب مادرِ علمی دار العلوم دیوبند میں امتحان سالانہ کا زمانہ آیا اور نظام الاوقات کے مطابق بخاری شریف پڑھنے کی باری آئی تو بندہ عادت کے مطابق جب کتاب کے ساتھ سوالات ماضیہ کو حل کرنے کے لئے بیٹھا تو بعض جزئیات کے طلب میں بہت پریشانی اُٹھانی پڑی، بعض جزئیات تک رسائی میں دِقت پیش آئی تھی اور بعض جزئیات تک طلبِ بسیار کے باوجود رسائی نہ ہوسکی تو ذہن میں یہ بات آئی کہ ان جزئیات کا حل کسی مسودہ کی صورت میں جمع کیا جائے چنانچہ میں نے اپنے رفیقِ درس مولانا سلمان قاسمی سے مشورہ کے بعد یہ بات طئے کی کہ رمضان المبارک کے فراغت کے دنوں میں بخاری شریف کے جزئیات مشکلہ اور سوالات مشکلہ کے حل پر ایک مسودہ تیار کریں گے تاکہ مستقبل میں آنے والوں کے لئے ان مواقع مشکلہ کا حل آسان ہوجائے اور ان لوگوں کی دعاء خیر بندہ کی نجات کا ذریعہ بن جائے چنانچہ مشورہ کے مطابق عمل شروع ہوا اور ایک مدت کے بعد بحمد اللہ کتاب پوری ہوئی، چونکہ یہ بندہ کی پہلی کاوِش ہے نیز بندہ اس لائق بھی نہیں کہ حدیث پاک کی خدمت کے اس نازک میدان میں قلم اُٹھائے تاہم ہوسکتا ہے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم ﷺ سے محبت کا بدلہ عنایت فرمایا اور اس خدمت کی توفیق عطاء فرمائی اس لئے ممکن ہے اس مسودہ میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں، خصوصاً بندہ کے اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ الفاظ کی خامی سے صرف نظر کرتے ہوئے مواد کو قابلِ استفادہ سمجھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس موقع پر میں اپنے مخلص ساتھی محمد عثمان ثاقبی، محمد ... ح الاسلام قاسمی، محمد افسر علی قاسمی، محمد مذکر الرحمٰن قاسمی، محمد عمر قاسمی، محمد ظہیر قاسمی اور جامعہ مدنیہ فیضی کے ساتھیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کاوش کی تیاری میں مجھے ہر ممکن مدد کی نیز جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کے استاذ محترم مولانا طاہر ثاقبی صاحب، مولانا عبد الماجد صاحب قاسمی کا مشکور ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے اس مسودہ کو دیکھا ہے۔ جزاهم الله احسن الجزاء في الدارين.

آخیر میں قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کتاب میں کہیں غلطیاں پائی جائیں تو بندہ کو اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح ممکن ہو بس اللہ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو قبولیت کے شرف سے نوازے اور اس کا فیض عام کرے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

محمد نذر الاسلام

۱۴۳۸/۶/۱۹ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخاری شریف (جلد اوّل)

الأجوبة عن أسئلة الاختبار لستة أشهر

سوال: ۱، صفحہ: ۱

(الف) علمِ حدیث کی تعریف، موضوع، غایت اور تدوینِ حدیث کی تاریخ بیان کریں۔

(ب) اور مؤلف کے سوانح حیات اور بخاری شریف کی خصوصیات پر روشنی ڈالیے۔

(ج) نیز بتائیے کہ حدیث: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا تعلق بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ سے کس طرح ہے جبکہ حدیث میں کہیں بھی وحی کا ذکر نہیں ہے؟

(۱۴۱۲-۱۴۱۴-۱۴۱۶-۱۴۲۵ھ)

الجواب:

(الف):

علمِ حدیث کی تعریف: قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَيْنِي شارح البخاری الحدیث مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ أَوْ صِفَةٍ.

وہ باتیں ہیں جو نبی ﷺ کی طرف منسوب ہوں خواہ وہ آپ کا ارشاد ہو یا آپ ﷺ کا کیا ہوا کام ہو، یا آپ ﷺ کی برقرار رکھی ہوئی بات ہو یا آپ کے ذاتی حالات ہوں۔

فنِ حدیث کی تعریف: عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ رِوَايَةً وَدِرَايَةً.

فنِ حدیث وہ علم ہے جس میں نبی ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات سے بحث کی جاتی ہے روایت اور درایت کے اعتبار سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

موضوع: (١) اَلْمَرْوِيَّاتُ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةِ وَالدِّرَايَةِ.
فن حدیث کا موضوع مرویات ہیں روایت ودرایت کے اعتبار سے۔
(١) قَالَ الْعَلَّامَةُ الْكِرْمَانِيُّ هُوَ ذَاتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
علم حدیث کا موضوع خود رسول اللہ علیہ کی ذات ہیں۔

غایت عمومی: اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ. دنیاوآخرت کی نیک بختی حاصل کرنا۔

غایت خصوصی: تَأَسِّي یعنی آنحضور علیہ کی ذات کو نمونہ عمل بنانا۔
اور تشریع یعنی احادیث سے آئینِ اسلام بنانا۔

تدوینِ حدیث کی تاریخ: منکرینِ حدیث یہ کہا کرتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی ہجری میں مدوّن کی گئی اس لئے یہ اعتماد نہیں ہے کہ وہ اصلی صورت پر باقی رہی ہوں لیکن یہ مغالطہ بے بنیاد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حدیث کی حفاظت کا عہدِ رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا حفاظتِ حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی پر منحصر نہیں تھا بلکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں حفاظتِ حدیث کے لئے تین معتمد ذرائع استعمال کئے گئے ہیں:

(١) حفظِ حدیث: اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کو غضب کا حافظہ عطا فرمایا جس کے ذریعہ سے وہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑے تک کے نسب نامے ازبر یاد کر لیتے تھے۔

(٢) تعامل صحابہ: یعنی آپ علیہ کے اقوال وافعال کو عمل کر کے اسے یاد کر لیتے تھے۔

(٣) کتابتِ حدیث۔

پھر باقاعدہ تدوینِ حدیث کے لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا لیکن ان کو شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا۔

پھر جب پہلی صدی ہجری کے ختم پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو انہوں نے سوچا کہ اکثر صحابہ گزر چکے ہیں اور حدیثوں کے ساتھ سندوں کا اضافہ ہو گیا ہے اور حدیثیں گھڑنے کا رواج بھی شروع ہو چکا ہے بس اگر سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو آئندہ بہت دشواری پیش آئے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چنانچہ انہوں نے گورنروں کو لکھا کہ اساتذہ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں ان کو لکھ کر میرے پاس بھیج دو، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے کا اور علماء کے ختم ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان کا پروگرام تھا جب سب جگہ سے حدیثیں آجائیں گی تو امام زہری اس کو مرتب کریں گے اور وہ سرکاری ریکارڈ میں محفوظ کرلی جائیں گی، گورنروں نے عمر بن عبدالعزیز کا والا نامہ علماء کو دیکھا کر یہ کام ان کے سپرد کیا، انہوں نے کام شروع کردیا، پھر ابھی حدیثیں جمع ہوکر پایۂ تخت کو نہیں پہنچی کہ عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا۔

لیکن علماء نے جو کام شروع کیا وہ کرتے رہے، یہاں تک کہ تدوینِ حدیث کی پہلے دور میں علاقہ واری حدیثیں جمع کیں، مدینہ والوں نے مدینہ کی بصرہ والوں نے بصرہ کی وغیرہ، اسی طرح بہت سی کتابیں وجود میں آگئیں، ان میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید موجود ہیں، باقی مفقود ہوگئیں۔

(۲) جب تدوینِ حدیث کے پہلے دور میں علاقہ واری حدیثیں جمع کی گئیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی کتابیں لکھی جائیں جن میں تمام حدیثیں جمع ہوں، کیونکہ مختلف کتابوں میں سے حدیثیں تلاش کرنا مشکل ہے اس طرح تدوینِ حدیث کا دوسرا دور شروع ہوا، چنانچہ دوسری صدی کے نصف آخر میں جوامع لکھی گئیں، جیسے جامع سفیان ثوری، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

(۳) پھر جب تدوینِ حدیث کا دوسرا دور مکمل ہوا تو تین باتیں سامنے آئیں:

(۱) حدیث کی کتابوں میں صرف نبی علیہ السلام ﷺ سے تعلق رکھنے والی باتیں ہی لی جائیں، صحابہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ کو حدیث کی کتابوں میں نہیں لینا چاہیے۔

(۲) امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے زمانہ تک صحابہ کے فتاویٰ بھی حجت سمجھے جاتے تھے ان کی موجودگی میں اجتہاد نہیں کیا جاتا اور اگر صحابہ میں اختلاف ہوتا تو مجتہد انتخاب کرتا تھا، لیکن اب نیا خیال پیدا ہوا کہ: ھُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ وہ بھی مجتہد ہیں ہم بھی مجتہد ہیں۔

(۳) مرسل روایات حجت ہیں یا نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چنانچہ تیسری صدی ہجری میں تدوینِ حدیث کا تیسرا دور شروع ہوا تو اس دور کی کتابوں میں یہ باتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں یعنی اس دور کی کتابوں میں صرف مرفوع حدیثیں لی گئی ہیں، صحابہ کے انفرادی فتاویٰ نہیں لیے گئے نہ مرسل روایتیں لی گئی ہیں اور صحاح ستہ اسی دور کی کتابیں ہیں۔

(۴) پھر تدوینِ حدیث کے چوتھے دور میں تیسرے دور کے مصنفین نے جو حدیثیں چھوڑ دی تھیں بعد کے محدثین نے ان کو اپنی کتابوں میں درج کیا اور براہِ راست اساتذہ سے حاصل کر کے لکھا ہے جیسے طبرانی کے معاجم ثلاثہ اور بیہقی کی سنن کبریٰ وغیرہ چوتھے دور کی کتابیں ہیں۔ (تحفۃ القاری: ۱/۷۸)

(ب) امام بخاری کے سوانح حیات:

نام و نسب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ والد ماجد کا نام اسماعیل۔ دادا کا نام ابراہیم اور پردادا کا نام مغیرہ ہے جو پہلے مجوسی تھے، پھر حاکم بخاری یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئے اسی وجہ سے امام بخاری کا خاندان یمانی اور جعفی کہلاتا ہے۔

تاریخ ولادت اور مدتِ عمر: امام بخاری ۱۳ر شوال ۱۹۴ھ میں بروز جمعہ شہر بخاریٰ میں پیدا ہوئے اور ۱۲ر دن کم ۶۲ برس کی عمر میں ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ کسی نے آپ کا سنِ پیدائش مدتِ عمر اور سنِ وفات کو اس طرح منضبط کیا ہے:

ولد فی صدق و عاش حمیدا و مات فی نور

تحصیلِ علوم: امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا، چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ کی تربیت اور نگرانی میں حاصل کی۔

احادیث یاد کرنے کا شوق بچپن ہی سے تھا، چنانچہ دس سال کی عمر میں اتنی حدیثیں حفظ کر لیں کہ گیارہویں سال میں ایک بہت بڑے محدث امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ کے سبق میں سند میں ان کی غلطی پکڑی اور سولہ سال کی عمر میں عبداللہ بن المبارک اور امام وکیع کی تمام کتابیں ازبر کر لیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شیوخ و اساتذہ: امام بخاری کا دور اسلام کی فتوحات کا دور ہے اور تابعین تبع تابعین اور حاملینِ حدیث دُور دُور تک پھیل گئے تھے، اس لئے امام کو تحصیلِ علوم کے لئے طویل اسفار کرنے پڑے، بعض مرتبہ ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کی مسافت طے کی ہے کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) ہے، جن سے آپ نے احادیث لکھی ہیں۔

تعدادِ روایات: امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف تصنیف فرمائی ہے، بخاری شریف میں کل حدیثیں بشمول مکررات معلقات اور متابعات نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہیں اور مکررات کو کم کرنے کے بعد یہ تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) رہ جاتی ہے۔

اصحاب و تلامذہ: آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع ہے کہا جاتا ہے کہ آپ سے براہِ راست نوے ہزار تلامذہ نے جامع صحیح سنی ہے آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء و محدّثین ہیں مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی وغیرہ۔

تصانیف: (۱) صحیح البخاری (۲) الادب المفرد (۳) خلق افعال العباد (۴) التاریخ الصغیر (۵) التاریخ الاوسط (۶) التاریخ الکبیر (۷) الضعفاء الصغیر (۸) قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ (۹) القراءۃ خلف الامام۔

خصوصیات بخاری شریف: (۱) تراجمِ بخاری جو لطیف اشارات اور دقیق طرقِ استنباط کی مشعر ہیں (۲) حدیث معنعن میں لقاء کو لازم و ضروری قرار دیا (۳) صحیح احادیث کو درج کیا اس کے علاوہ کسی قسم کی حدیث نہیں لائے (۴) متفق علیہ شرائط کے علاوہ دو شرط میں امام متفرد ہیں: (۱) شدتِ ضبط و اتقان (۲) کثرتِ ملازمت للشیخ (۵) بخاری میں کل ۲۲ ثلاثیات ہیں (۶) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ فی الارض ہے۔ (تحفۃ القاری: ۱/۳۸)

(۱) یہ حدیث وحی کے بیان سے تعلق رکھتی ہے اور وحی کا بیان شروع کرنے سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے استدراک (کسی امر کی تلافی) کے طور پر لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی ربانی اور وحی شیطانی، حجت وحی ربانی ہے، وحی شیطانی حجت نہیں جیسے: ہجرت کی دو قسمیں ہیں: اللہ ورسول کی طرف ہجرت اور دنیا طلبی کے لئے ہجرت۔ اوّل دینی عمل ہے اور ثانی دینی عمل نہیں اسی طرح وحی کی بھی دو قسمیں ہیں اور حجت وحی ربانی ہے وحی شیطانی نہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حدیث کا ایک جزء حذف کر دیا ہے۔

(۲) اس طرح تعلق ہے حدیث کا باب سے کہ ترجمۃ الباب کا مقصد ہے کہ آپ ﷺ کی طرف وحی کی ابتداء کیسے ہوئی آیتِ کریمہ میں بتایا گیا کہ جیسی انبیاء سابقین کی طرف وحی آئی ہوئی ہے اور حدیث میں اس کے حسنِ نیت واخلاص کی تاکید کی ہے اور یہی وہ وحی ہے جو تمام انبیاء کی طرف آئی کما قال تعالیٰ: وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ معلوم ہوا کہ آیت میں جو تشبیہ كَمَا أَوْحَيْنَا میں تھی اس کی مثال کے طور پر إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی حدیث بیان کی ہے۔ (تحفۃ القاری: ۱/۱۲۱)

پس مناسبت ظاہر ہے:

سوال: ۲، صفحہ: ۲:

بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ذِكْرُهُ (إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ)

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَقَالَ تَعَالَى: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ.

(۱۴۳۵-۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کے بیان سے کتاب کیوں شروع کی ہے۔

(ج) آیتِ کریمہ اور حدیث کی روشنی میں وحی کی صورتیں بیان کریں۔

(د) یہ حدیث بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تحت مذکور ہے ترجمۃ الباب کی غرض پھر اس حدیث کی باب سے مناسبت بیان کریں۔

(ہ) کیا وحی کی یہی دو قسمیں ہیں یا اور بھی اقسام ہیں اگر اور بھی ہیں تو کیا کیا، بوضاحت تحریر کریں نیز بتائیں کہ اس حدیث میں دو ہی قسم پر کیوں اکتفاء کیا گیا ہے؟

(ز) حدیث میں وحی کی جو صورت مذکور ہے وہ آیت میں مذکور صورتوں میں شامل ہے یا ان سے الگ صورت ہے؟ نیز بتائیں کہ قرآن کی وحی اور کتبِ سابقہ کی وحی میں کچھ فرق ہے یا نہیں بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز کیسے ہوا اس کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہم نے آپ ﷺ کے پاس وحی بھیجی جیسے آپ ﷺ سے پہلے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کرام کے پاس وحی بھیجی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کے پاس وحی کس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح آتی ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کبھی میرے پاس وحی گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت شاق و بھاری ہوتی ہے پس وہ مجھ سے منقطع ہوتی ہے درآنحالیکہ میں محفوظ کر چکا ہوتا ہوں اس سے وہ بات جو اس نے کہی اور کبھی فرشتہ میرے سامنے آدمی کا پیکر اختیار کرتا ہے یعنی انسانی شکل میں نمودار ہوتا ہے پس وہ مجھ سے بات کرتا ہے پس میں اس بات کو محفوظ کر لیتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔

ارشاد پاک ہے: کسی بشر میں سکت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے رُو در رُو بات کریں مگر وحی کے طور پر یا اللہ تعالیٰ بات کریں پردہ کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ قاصد فرشتہ بھیجتے ہیں پس وہ وحی کرتا ہے اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ برتر عالی شان اور حکمت والے ہیں۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ایمان کے بیان سے شروع کی ہے اور کتاب التوحید پر ختم کی ہے۔ اور شروع میں وحی کا بیان بطور تمہید لائے ہیں یعنی حجیتِ حدیث ثابت کرنے کے لئے وحی کا بیان شروع میں لائے ہیں جیسے فقہ کی کتابیں نماز کے بیان سے شروع ہوتی ہیں کیونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے مگر چونکہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے اس لئے فقہاء بطور تمہید طہارت کے مسائل بیان کرتے ہیں، اسی طرح دین نام ہے دو چیزوں کا عقائد کا اور اعمال کا۔ عقائد ایمان کہلاتے ہیں اور اعمال اسلام کہلاتے ہیں اور چونکہ اعمال کا مدار عقائد پر ہے اس لئے وہ اصل الاصول ہیں اس لئے امام بخاری نے اپنی صحیح ایمان کے بیان سے شروع کی ہے اور ایمان ہی کے بیان پر ختم کی ہے۔ اور اعمال کا تذکرہ بیچ میں لائے ہیں اور شروع میں وحی کا بیان بطور تمہید لائے ہیں اور وحی کے بیان سے ابتداء کر کے حضرات منکرینِ حدیث کا رَدّ کیا ہے، ان سے سوال کریں گے کہ قرآن حجت کیوں ہے وہ یہی جواب دیں گے کہ قرآن وحی ہے اس لئے حجت ہے پس حدیثیں بھی تو وحی ہیں پھر وہ حجت کیوں نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) جبکہ یہ کتاب وحی سنت کے جمع اور اکٹھا کرنے کے لئے موضوع ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کے بیان سے کتاب شروع فرمائی ہے۔

(ج) وحی کی صورتیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مفصل مضمون آپ ﷺ کے دل میں القاء کیا جاتا ہے الفاظ نہیں آتے نبی ﷺ اس مضمون کو اپنے الفاظ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

(۲) نبی ﷺ بذاتِ خود پسِ پردہ اللہ تعالیٰ سے تکلم فرماتے۔

(۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلام لے کر آتے اور نبی ﷺ کے سامنے اس کی تلاوت فرماتے۔

نوٹ: یہ تین قسمیں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں اور آیتِ کریمہ میں ان تین قسموں کا بیان ہے۔

(۴) نبی ﷺ کے پاس وحی گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح آتی ہے اس صورت میں آنحضور ﷺ کو کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اور آواز بھی آپ ﷺ اکیلے سنتے تھے۔

(۵) فرشتہ آپ ﷺ کے پاس انسانی شکل میں نمودار ہوتا تھا مگر اس فرشتہ کو عام طور پر حضور ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں دیکھتا البتہ کبھی صحابہ بھی دیکھتے تھے۔

ان دونوں قسموں کا بیان حدیث میں ہے البتہ یہ بھی آیت کریمہ میں مذکور تیسری صورت میں داخل ہے جیسے جزء "ز" میں معلوم ہوگا۔ (کمافی الحاشیہ)

(د):

ترجمۃ الباب کی غرض: اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد وحی کی تاریخ و احوال از ابتداء تا انتہاء کا بیان کرنا ہے کیونکہ بدء یہ امام بخاری اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک خاص اصطلاح ہے اس کے معنیٰ ہیں: تاریخ و احوال از ابتداء تا انتہاء، بابُ بَدْءِ الْحَیض میں بھی یہی معنیٰ ہیں حیض کے احوال از ابتداء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تا انتہاء، بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ میں بھی یہی معنیٰ ہیں اذان کے احوال از ابتداء تا انتہاء پس بَدْءِ الْوَحْيِ کے معنیٰ ہیں وحی کے احوال شروع سے آخر تک۔

مناسبت: اور حدیث میں دو احوال کا بیان ہے پس مناسبت بالباب ظاہر ہے۔

(تحفۃ القاری (۱/۱۱۷)

(ہ):

حدیث میں بیان کردہ اقسام کے علاوہ وحی کی اور بھی اقسام ہیں ان میں سے تین قسموں کا بیان (ج) میں گزر چکا ہے۔

(۴) رویا صالحہ۔

(۵) الہام۔

(۶) دل میں کلامِ الٰہی کا القاء۔

(۷) جبرئیل علیہ السلام کا اپنی اصلی صورت میں نمودار ہونا۔

(۸) وحی اسرافیل علیہ السلام۔ (کمافی الحاشیۃ وفتح الباری)

حدیث مذکورہ میں دو قسموں پر اکتفاء کرنے کی وجہ:

(۱) حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دو قسموں پر حدیث میں اس لئے اکتفاء کیا گیا کیونکہ غالباً اور اکثر وحی ان دو صوروں میں آتی تھی۔

(۲) یا ان کے علاوہ وحی کے جتنے اقسام ہیں ان کا وقوع حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے سوال کے بعد ہوا ہے۔ (فتح الباری (۱/۲۷)

(ز):

حدیث میں مذکور دوسری قسم یعنی يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا آیت کریمہ میں مذکور تیسری قسم یعنی يُرسل رسولاً میں داخل ہے اور یہ ارسال رسول کی ایک صورت ہے اور پہلی قسم یعنی مثل صلصلة الجرس یعنی صوت مسلسل کس کی آواز ہوتی تھی کوئی کہتا ہے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اصلی آواز ہوتی تھی اور کوئی کہتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پروں کی آواز ہوتی تھی ان دونوں قول کے مطابق یہ بھی آیت کریمہ میں مذکور تیسری قسم میں داخل ہے اور یہ بھی ارسال رسول کی ایک صورت ہے لیکن امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہوتی تھی یہ مسئلہ حضرت نے کتاب التوحید میں چھیڑا ہے۔ اور وہاں جہمیہ پر رد کیا ہے۔

اس صورت میں یہ آیت کریمہ میں مذکور دوسری صورت یعنی اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ میں داخل ہوگا۔

وحی قرآنی اور وحی کتب سابقہ میں فرق:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی وحی ہمیشہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آتے تھے کیونکہ قرآن کی وحی کے لئے ضروری تھا کہ وسائط قابل اعتبار ہوں، قرآن کریم آنحضور ﷺ تک پہنچا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت جبرئیل معتبر فرشتے ہیں، قرآن میں ان کی پانچ صفتیں ہیں جو قابلِ اعتبار ہونے پر دال ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ وحی آپ ﷺ کو پہنچائی، آپ ﷺ موحیٰ الیہ ہیں، آپ ﷺ بھی صدق قابلِ اعتبار ہیں آپ کی بھی قرآن میں پانچ صفتیں ہیں پھر احتمالات خارجیہ جو اعتباریت میں قادح بنتے ہیں ان کی نفی بھی ضروری ہے۔ قرآن میں اس کی بھی پانچ دلیلیں ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی لے کر آتے تھے بخلاف کتبِ سابقہ کے ان کی وحی دوسرے طریقوں سے بھی آتی تھی۔

(تحفۃ القاری (۱ر ۱۴۴ زمزم بکڈپو پاکستان)

سوال: ۳، صفحہ: ۳

قَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) بتائیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کب کہی تھی اور کس کے حق میں کہی تھی؟

(ج) اَلْبَحْذُوْمَر کے کیا معنی ہیں؟ اس لفظ میں کچھ تصحیف تو نہیں ہوئی؟ نیز بتائیں کہ جس میں یہ باتیں ہوتی ہیں اللہ اس کو رسوا کیوں نہیں کرتے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں یعنی آپ ﷺ ہلاک نہیں ہوں گے۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی بھی رُسوا نہیں کریں گے بیشک آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں اور آپ ﷺ بوجھ اُٹھاتے ہیں اور معدوم انتہائی غریب کے لئے کماتے ہیں اور آپ ﷺ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ ﷺ قدرتی آفات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

مطلب: جب آنحضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو چلا ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلّی دی اور فرمایا: بخدا! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رُسوا نہیں کریں گے یعنی ہلاکت تو آخری مرحلہ ہے مگر کبھی ہلاکت سے پہلے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ آدمی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائی مرحلہ کی نفی کر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رُسوا نہیں کریں گے، کیونکہ آپ ﷺ پانچ ایسے کام کرتے ہیں جو رفاہِ عام کے ہیں اور جو بھی رفاہِ عام کے کام کرتا ہے وہ کبھی رُسوا نہیں ہوتا۔

(۱) آپ صلہ رحمی کرتے ہیں یعنی آپ ﷺ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں حسنِ سلوک سے خاندانی تعلقات ہموار ہوتے ہیں اور میل ملاپ پیدا ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) آپ ﷺ بوجھ اُٹھاتے ہیں، یعنی جو بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ان کی اعانت کرتے ہیں اور ان کو بوجھ سے نکالتے ہیں، مثلاً کسی پر بھاری قرضہ آپڑا ہے اور اس میں قرضہ ادا کرنے کی سکت نہیں تو آپ ﷺ ایسے لوگوں کا تعاون کرتے ہیں۔

(۳) اور آپ ﷺ معدوم یعنی نیست جس کا وجود باقی نہیں رہا یعنی انتہائی درجہ کا غریب آدمی یہ لفظ مجاز ما یؤ ول ہے یعنی وہ بندے جو انتہائی درجہ لاچار اور مجبور ہیں جیسے لولے، لنگڑے، بیوہ عورتیں جن کی کوئی خبر گیری نہیں کرے گا تو مرجائیں گے ایسوں کو نبی ﷺ مدد کر کے زندہ رکھتے ہیں۔

(۴) آپ ﷺ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں خاص طور پر ایسی جگہوں میں جہاں کوئی ہوٹل وغیرہ موجود نہ ہو جیسے زمانہ قدیم میں تھا مہمانوں کو اور مسافروں کو کھانا کھلانا رفاہِ عام کا کام ہے اور اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

(۵) اور آپ ﷺ قدرتی حوادث جیسے زلزلہ بادوباراں کا طوفان وغیرہ میں آپ لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ (تحفۃ القاری (۱/ ۱۴۳)

(ب):

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سیدنا ﷺ کے حق میں فرمائی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ابتداءِ وحی کے زمانہ میں آپ ﷺ حسبِ معمول غارِ حراء میں تشریف فرما تھے اچانک فرشتہ آیا اور فرمایا: اِقْرَأْ پڑھیے، آپ ﷺ نے جواب دیا مَا أَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو فرشتہ نے آپ ﷺ کو باہوں میں لیا اور یکے بعد دیگرے سینہ میں لے کر دبایا اور اتنا سخت بھینچا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری طاقت نے جواب دیدیا اور تیسری مرتبہ میں سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں پڑھائیں اور چلا گیا، آنحضور ﷺ گھبرائے ہوئے گھر لوٹے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پورا واقعہ بیان کیا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو چلا ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ہرگز نہیں خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی بھی رُسوا نہیں کریں گے الخ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

معدوم کے معنی: معدوم کے معنیٰ ہیں نیست جس کا وجود باقی نہیں رہا یعنی انتہائی درجہ کا غریب آدمی یہ لفظ مجاز مایؤول ہے یعنی وہ بندے جو انتہائی درجہ لاچار اور مجبور ہیں جیسے لُولے لنگڑے، اندھے، محتاج اور بوڑھی بیوہ عورتیں جن کی کوئی خبر گیری نہیں کرے گا تو مر جائیں گے۔

شارحین بخاری اس جملہ کے حل کرنے میں بہت پریشان ہوئے ہیں یہاں تک کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ: المعدوم کاتبوں کی تصحیف ہے صحیح لفظ اَلْمُعْدِمُ ہے یہ باب افعال سے اسم فاعل ہے جس کے معنیٰ ہیں ختم کرنے والا، نادار یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہیں بچا، حالانکہ معدوم کا بھی یہی مطلب ہے اس لئے تمام شارحین خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے متفق نہیں ان کے نزدیک یہی صحیح لفظ ہے اور اس کو معدوم مجاز مایؤول کے اعتبار سے کہا گیا ہے یعنی اگرچہ ابھی نہیں مرا مگر اگر یہی حال رہا تو بیچارہ مر جائے گا اور تصحیف نہ ہونے کی دلیل آگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بھی یہی لفظ آرہا ہے اور دونوں جگہ کاتبوں نے گڑبڑ کردی یہ بات بہت بعید ہے۔

جس میں یہ باتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو اس لئے رُسوا نہیں کرتے ہیں کہ یہ پانچ کام رفاہِ عام کے ہیں اور جو بھی رفاہِ عام کے کام کرتا ہے وہ کبھی رُسوا نہیں ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَمِيتَةَ السُّوءِ. خیرات رفاہی کام ہے اس کے دو فائدے ہیں اللہ کا غصہ ٹھنڈا پڑتا ہے اور آدمی بُری موت سے بچ جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفاہِ عام کے کام کرنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں اور وہ بے وقاری اور رُسوائی سے دوچار نہیں ہوتا ہے۔

(فلیراجع للتفصیل تحفۃ القاری (۱/۱۴۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال : ۴، صفحہ : ۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔

(۱۴۱۵-۱۴۱۸-۱۴۲۴-۱۴۲۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور حدیث پاک کی مناسبت باب کیف کان بدء الوحی سے ثابت فرمائیے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ کو نبوت چالیس سال میں ملی اور آپ کی پیدائش ربیع الاوّل میں ہے تو پہلی وحی ربیع الاوّل میں ہونی چاہیے ان سب اُمور کو پیش نظر رکھ کر جواب تحریر کریں۔

(ج) أَجْوَدَ النَّاسِ سے يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ تک عبارت کی صحیح ترکیب نحوی قلمبند کریں۔

(د) حدیث پاک کے چاروں جملوں میں ربط ثابت کریں۔

الجواب:

(الف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب جبرئیل علیہ السلام آپ علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے تو آپ علیہ السلام کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات میں آپ علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے پس بخدا نبی علیہ السلام نفع پہنچانے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

(ب) حدیث پاک کی مناسبت باب کیف کان بدء الوحی سے:

پہلی وحی سترہ رمضان المبارک کو آئی ہے مگر وہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق نہیں اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لا کر اشارہ کر دیا کہ پہلی وحی رمضان المبارک میں آئی ہے اور یہ بات اشارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے اس طرح کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان میں ملاقات کرتے تھے پس پہلی وحی بھی رمضان المبارک میں لائے ہوں گے۔

(فلیراجع للتفصیل: فتح الباری ۱/ ۴۲۔ تحفۃ القاری ۱/ ۱۵۳)

سب سے پہلی وحی کب آئی؟ تمام محدثین ومورخین کا اتفاق ہے کہ پیر کے دن پہلی وحی نازل ہوئی ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں پہلی وحی آئی؟ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماہ ربیع الاوّل کی آٹھ تاریخ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا پس بعثت کے وقت ٹھیک آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی اور محمد بن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ سترہ رمضان المبارک کو نبوت ملی اور سترہ رمضان المبارک کو پہلی وحی آئی پس بعثت کے وقت عمر چالیس سال چھ ماہ تھی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اسی قول کو راجح قرار دیا اور بعض حضرات نے دونوں قول کو جمع کیا ہے اس طرح کہ نبوت ورسالت کی تمہید یعنی رویائے صالحہ کی ابتداء ربیع الاوّل سے ہوئی اور باقاعدہ وحی کا سلسلہ چھ ماہ بعد سترہ رمضان المبارک سے شروع ہوا۔

(تحفۃ القاری ۱/ ۱۳۸۔ فتح الباری ۱/ ۴۲)

(ج) عبارت بالا کی ترکیب نحوی:

(۱) اَجْوَدُ کے اعراب میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ترکیب میں بھی اختلاف ہو گیا اس کی متعدد رکی گئی ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) کان فعل ناقص اجود مضاف ما مصدریہ یکون فعل ضمیر ذوالحال فی رمضان حاصلا کے ساتھ متعلق ہوکے حال میں حین مضاف یلقاہ جبرئیل جملہ فعلیہ ہوکے مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کے حاصلا کی ضمیر سے حال، حال ذوالحال مل کے حاصلا شبہ فعل کے نائب فاعل، شبہ فعل نائب فاعل مل کے حال یکون کی ضمیر سے، حال ذوالحال مل کے فاعل تام فعل تام مع اپنے فاعل جملہ فعلیہ ہوکے بتاویل مصدر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کے اسم ناقص خبر ناقص ثابت محذوف دونوں مل کے جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا۔

(۲) کان فعل ناقص اجود مضاف ما یکون جملہ ہوکے مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کے اسم کان فی رمضان حاصل محذوف کے متعلق اوّل حین یلقاہ جبرئیل متعلق ثانی، حاصل اپنے دونوں متعلق مل کے خبر کان اپنے اسم خبر مل کے جملہ اسمیہ۔

(۳) اجود بالنصب کان کی خبر اور کان کا اسم ضمیر مستتر ھو جو آپ ﷺ کی طرف راجع ہے تقدیر عبارت کان النبی ﷺ مدۃ کونہ فی رمضان اجود منہ فی غیرہ. (فلیراجع: فتح الباری ۱/۱۴۱۔ عمدۃ القاری ۱/۸۳)

(د) حدیث پاک کے چاروں جملوں میں ربط:

(۱) پہلے جملہ کے اندر یہ فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کے جودت کا یہ وصف تمام نوع انسانی میں سب سے بڑھ کر ہے (۲) دوسرے جملہ میں یہ فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کا یہ وصف رمضان المبارک میں انتہاء درجہ کو پہنچ جاتا (۳) تیسرے جملہ میں یہ بیان کیا گیا رمضان کی وجہ تخصیص کیا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کا جود وسخا بھی بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ باری تعالیٰ جہنم کے دروازے بند کردیتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں اس ماہ میں نزولِ قرآن فرمایا اسی ماہ میں لیلۃ القدر بھی عطا فرمائی تو نبی ﷺ پر بھی اس کا اثر پڑا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نیک بندوں کے ساتھ ملنا اثر انداز ہوتا ہے اسی لئے قرآن میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا گیا: وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ چنانچہ جب جبرئیل علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوتی تو اس کا بھی اثر پڑتا اس کی وجہ سے سخاوت اور بڑھ جاتی (۴) اور چوتھے جملہ میں ایک مثال کے ذریعہ بات کو واضح کر دیا کہ آپ ﷺ کی یہ جود وسخا ہر طرح کے خیر کو متضمن ہے حتیٰ کہ دنیاوی واُخروی اور روحانی مادہ کو بھی عام ہے پس مذکورہ تقریر سے چاروں جملوں کے درمیان ربط ثابت ہوگیا۔

سوال:۵، صفحہ:۵

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ فِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَقَالَ مُعَاذٌ ؓ اِجْلِسْ بِنَا وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ۔

(۱۴۲۳-۱۴۳۳ھ)

(الف) ترجمۃ الباب کا مقصد متعین کریں۔

(ب) اس کے بعد بتایئے کہ ایمان بسیط ہے یا مرکب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیات وآثار سے اپنے مدعیٰ پر کس طرح استدلال کیا ہے مدلل فرمایئے۔

(ج) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام کے مذاہب مدلل کر کے راجح مذہب کو ترجیح دیجئے۔

(د) مؤمنین کا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں ایمان بسیط ہے یا مرکب یعنی ایمان میں اعمال، قول وفعل داخل ہیں یا نہیں؟

(ہ) بساطت ایمان اور ترکیب ایمان کی دلیلیں بیان کر کے بتائیں اہل حق کے درمیان اختلاف لفظی ہے یا حقیقی؟

(ز) ایمان کی دو تعریفیں کیا ہیں؟۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف) ترجمۃ الباب کا مقصد:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمہ سے ایمان کا مرکب ہونا ثابت فرما رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب میں تین جملے لائے ہیں اور ان میں سے ہر پہلا جملہ دوسرے کے لئے بمنزلہ علت کے ہے یا ہر دوسرا جملہ پہلے کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے۔ پہلا جملہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے اور اگر ان کی تقسیم و تحلیل کی جائے تو ان میں دو طرح کی چیزیں نکلیں گی ایک اقوال، دوسرے افعال نتیجہ یہ ہے کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایمان قول و فعل سے مرکب ہے اور جب ایمان مرکب ہو تو نتیجہ میں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ایمان میں زیادتی و کمی کی قابلیت ہے کیونکہ جو چیز مختلف اجزاء سے مرکب ہوتی ہے اس میں یقینی طور پر کمی و زیادتی کی صلاحیت ہوتی ہے۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ امام بخاری اور جمہور محدثین کے نزدیک ایمان مرکب ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدعا پر اٹھارہ آیات و آثار سے استدلال فرمایا ہے، ان میں سے چند:

(۱) قَالَ اللهُ تَعَالٰی: لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ۔ (الفتح:۴)

(۲) وَزِدْنٰهُمْ هُدًى۔ (الکہف:۱۳)

(۳) وَيَزِيْدُ اللهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ (مریم:۷۶)

(۴) وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ۔ (محمد:۱۷)

(۵) وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا۔ (المدثر:۳۱)

(۶) وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ (التوبۃ:۱۲۴)

(۷) وَقَوْلُه: فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا۔ (آل عمران:۱۷۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۸) وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا. (الاحزاب:۲۲)

وجہ استدلال: ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے کیونکہ ان آیات میں زیادتی ایمان کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ کمی بیشی بر بناء اعمال ہوتی ہے پس اعمال کا جزء ایمان اور ایمان کا مرکب ہونا ثابت ہو گیا۔

(نوٹ): امام بخاری کا یہ استدلال ایک مقدمہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک ایمان، اسلام، دین، اور تقویٰ سب مترادف ہیں، پس جن آیات میں تقویٰ اور ہدایت میں زیادتی کا بیان ہے گویا اس میں ایمان کی زیادتی ہی کا بیان ہے)۔

(جواب): سورۃ التوبہ والی آیت میں تو یہ بات صراحتاً موجود ہے کہ ایمان میں زیادتی احکام واخبار یعنی مؤمَن بہ کے بڑھنے کی وجہ سے ہوئی تھی اور مؤمن بہ میں اضافہ نزولِ وحی کے زمانہ تک ہوتا تھا اب وحی مکمل ہو چکی ہے اس لئے مؤمن بہ میں اضافہ کی کوئی صورت نہیں۔ اور باقی نصوص میں تصدیق کے مکملات اور کیفیت کے اعتبار سے اور شدت وضعف کے اعتبار سے ایمان میں کمی زیادتی کا بیان ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں نفسِ ایمان میں کمی وزیادتی پر ان نصوص کی کوئی دلالت نہیں۔

(۹) اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ.

وجہ استدلال: اس حدیث میں من تبعیضیہ ہے پس یہ دونوں عمل ایمان کے اجزاء ہوئے۔

(جواب): حدیث میں منؔ تبعیضیہ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں منؔ اجلیہ بھی ہو سکتا ہے ای من اجل الایمان یعنی یہ دو عمل ایمان کی وجہ سے ہیں یعنی کامل ایمان کا ثمرہ ہیں۔

(۱۰) قَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً.

وجہ استدلال: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مذاکرۂ ایمانی کو جو کہ ایک عمل ہے ایمان کہا ہے معلوم ہوا کہ ایمان ذو اجزاء ہے۔

(جواب): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی کاموں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں پڑ کر کچھ غفلت سی ہوگئی ہے آؤ اللہ کا ذکر کریں تا کہ غفلت دور ہو اور ایمان تازہ ہو پس اس ارشاد میں ایمان کی ترکیب و بساطت کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔

(۱۱) قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ ﷺ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ.

وجہِ استدلال: اس جملہ میں لفظ کل سے ایمان کی تاکید لائی گئی ہے اور لفظ کل سے تاکید ذو اجزاء کی لائی جاتی ہے پس ایمان کا ذو اجزاء ہونا ثابت ہوا۔

(جواب): یہ نفسِ ایمان کی تاکید نہیں بلکہ ایمان کامل کی تاکید ہے اور ایمان کامل کے ذو اجزاء ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔

(ج) ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

جاننا چاہئے کہ ایمان بسیط ہے یا مرکب اس سلسلے میں سات مذاہب ہیں، دو مذہب اہلِ حق کے ہیں اور پانچ مذہب اہلِ باطل کے ہیں۔

اہلِ حق کے دو مذہب:

(۱) اشاعرہ جمہور محدثین امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک ایمان مرکب ہے اشیاءِ ثلاثہ تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان سے البتہ اعمال ایمان کے جزءِ اصلیہ نہیں ہے بلکہ جزءِ مکملہ اور تزئینیہ ہے۔

دلائل: اوپر گزر چکے ہیں۔

(۲) ماتریدیہ جمہور محققین و جمہور متکلمین اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک ایمان بسیط ہے صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے اقرار و عمل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں البتہ اقرار احکام دنیا کے اجراء کے لئے اور عمل کمال ایمان کے لئے شرط ہے۔

دلائل: (۱) اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ.

(۲) وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ.

(۳) وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ۔

وجہِ استدلال: ان آیات میں ایمان کو دل کا فعل بتایا گیا ہے اور دل کا فعل تصدیق ہے پس وہی ایمان ہے۔

(۵) حدیث جبرئیل علیہ السلام میں مَا الْاِیْمَانُ کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے پانچ عقائد بتائے ہیں پس معلوم ہوا ایمان کا تعلق عقائد سے ہے اور عقائد کا محل قلب ہے اور قلب کا فعل صرف تصدیق ہے وہی ایمان ہے۔

اہلِ باطل کے پانچ مذہب:

(۱) معتزلہ کے نزدیک ایمان مرکب ہے اشیاءِ ثلاثہ سے اور یہ تینوں ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں اگر ان میں سے ایک بھی ترک کر دے تو وہ خارج عن الایمان ہو جائے گا مگر کفر میں داخل نہیں ہوگا بلکہ دو منزلوں میں دائر رہے گا۔

دلیل: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

وجہِ استدلال: اس حدیث میں زانی سے گناہِ کبیرہ کے صدور اور عمل کے فوت ہونے کی وجہ سے اس کو ایمان سے خارج کر دیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ عمل ایمان کا ایسا جزء ہے کہ اگر وہ فوت ہو جاتا ہے تو آدمی مؤمن نہیں رہتا۔

(۲) خوارج کا مذہب معتزلہ کے مانند ہے البتہ یہ فرق ہے کہ ایک جزء کو ترک کر دینے سے خارج از ایمان ہو کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔

دلیل: (۱) لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ دوسرے جزء کی دلیل مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا۔

وجہِ استدلال: اس آیت میں ارتکابِ کبیرہ کے سبب ہمیشہ جہنم میں رہنے کی وعید سنائی گئی اور ہمیشہ جہنم میں عذاب کافر ہی کو ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) جہمیہ کے نزدیک ایمان صرف معرفتِ قلبی کا نام ہے تصدیق ویقین بھی ضروری نہیں۔

دلیل: قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

وجہِ استدلال: اس حدیث میں کلمۂ توحید جاننے پر ہی جنت کی ضمانت دی ہے پس معلوم ہوا اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

(۴) کرامیہ کے نزدیک ایمان بسیط ہے صرف اقرار لسانی کا نام ہے بشرطیکہ دل میں انکار نہ ہو۔

دلیل: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

وجہِ استدلال: اس حدیث میں صرف زبان سے اقرار لسانی پر دخولِ جنت کی بشارت سنائی گئی اس سے معلوم ہوا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی چنداں ضرورت نہیں۔

(۵) مرجیہ کے نزدیک ایمان بسیط ہے صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور اقرار لسانی و اعمال نہ ایمان کے رکن ہیں نہ شرط نہ اجزاءِ مقومہ نہ اجزاءِ مکملہ بلکہ اعمال ایمان سے بے تعلق ہے بداعمال سے ایمان کی رونق میں کچھ فرق نہیں آتا نہ اس کا آخرت میں کوئی نقصان ہوگا۔

دلیل: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ.

وجہِ استدلال: آپ ﷺ نے زنا وسرقہ جیسے کبیرہ گناہ کے باوجود بھی جنتی قرار دیا، عذاب کا کوئی ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ اگر ایمان موجود ہے تو گناہوں پر کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ ایمان نجات کے لئے کافی ہے۔

راجح مذہب: ماتریدیہ اور جمہور محققین کا مذہب راجح ہے اور اہلِ حق کے دوسرے فریق بھی پہلے فریق میں داخل ہو جائے گا کیونکہ ان کے درمیان اختلاف لفظی ہے جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجوہِ ترجیح: اہلِ حق کا مذہب نہایت اعتدال پر مبنی ہے اور اہلِ باطل کے جتنے دلائل ہیں سب کے سب محتمل التاویل ہیں۔ (تحفۃ القاری ۱/۱۸۳)

(د):

جن حضرات کے نزدیک ایمان مرکب ہے ان کے نزدیک مؤمنین کا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور اعمال وقول وفعل ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں کیونکہ جب انہوں نے اعمال کو ایمان کا جزء قرار دیا تو ان پر ضرور بالضرور لازم ہوگا یہ کہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، کیونکہ سب مؤمنین کے اعمال برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔

اور جن حضرات کے نزدیک ایمان بسیط ہے ان کے یہاں ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے اور اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں ہے۔

(ہ):

بساطت وترکیب ایمان کے دلائل گزر چکے ہیں۔

اہلِ حق کے درمیان اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں ہے کیونکہ اہلِ حق کے جو فریق ایمان کے مرکب ہونے کے قائل ہیں وہ بھی اعمال کو ایمان کے جزء حقیقی قرار نہیں دیتے بلکہ جزء تکمیلی اور تزیینی کہتے ہیں اور یہ بات مرتکبِ کبیرہ میں ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اشاعرہ اور محدثین ایمان کو مرکب کہنے کے باوجود مرتکبِ کبیرہ کو خارج عن الایمان نہیں کہتے ہیں پس اس سے سمجھا گیا اعمال ان کے نزدیک ایمان کا جزء مکملہ ہے نہ کہ حقیقیہ جو کہ عین مذہب ہے ماتریدیہ اور جمہور محققین کا پس معلوم ہوا اہلِ حق کا اختلاف لفظی ہے۔

(ز):

ایمان کی دو تعریفیں:

(۱) ماتریدیہ اور جمہور محققین صرف تصدیقِ قلبی کو ایمان قرار دیتے ہیں اور سرخسی، بزدوی اور بعض احناف تصدیقِ قلبی اور اقرار لسانی کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) جمہور محدثین اشاعرہ، معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے یعنی تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور عمل بدنی کا۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۵-۱۸۴)

سوال: ۶، صفحہ: ۶

بَابُ أُمُوْرِ الْاِیْمَانِ کے تحت امام بخاری نے یہ روایت بیان فرمائی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

(۱۴۱۰-۱۴۱۱ھ)

(الف) اولاً مقصدِ ترجمہ بیان کیجیے۔

(ب) پھر الاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً میں شعبوں پر ایمان کا اطلاق حقیقت ہے یا مجاز اور امام بخاری نے کیا اختیار کیا ہے؟ اور آپ کے نزدیک کیا راجح ہے اور اس کے کیا دلائل ہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

(ج) حیاء کی تعریف اور اس کو الگ سے بیان کرنے کی وجہ تحریر فرمائیے۔

الجواب:

(الف):

مقصدِ ترجمہ: حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اوپر کی حدیث یعنی بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ سے شبہ ہوسکتا ہے کہ اسلام کے ارکان صرف پانچ ہی ہیں تو اس شبہ کو دُور کرنے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب منعقد کیا اور بتادیا کہ پانچ کے اندر انحصار نہیں بلکہ ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں ماقبل میں پانچ بڑے بڑے بنیادی ارکان ذکر کئے گئے کل کو نہیں بیان کیا گیا۔

(۲) بَابُ أُمُوْرِ الْاِیْمَانِ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استکمالِ ایمان کا بیان کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہتے ہیں کیونکہ تصدیق ایمان کی پہلی منزل ہے اور استکمال ان اُمور سے ہوں گے اور مرجیہ وغیرہ پر رَدّ کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان صرف قول ہے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فلیراجع للتفصیل: عمدۃ القاری ۱/۱۳۱)

(۳) بَابُ أُمُورِ الإِيمَانِ کہہ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان کا ذو اجزاء اور مرکب ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(ب):

ان شعبوں پر ایمان کا اطلاق مجاز ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت ہے ہمارے نزدیک مجاز پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے۔

ان شعبوں پر ایمان کا اطلاق مجاز ہونے کی دلیل:

(۱) قرآنِ کریم میں جہاں بھی ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر آیا ہے وہ عطف کے ساتھ آیا ہے اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے جیسے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ معلوم ہوا شعبہ عمل ایمان کی حقیقت سے خارج ہے بلکہ مجاز میں داخل ہے۔

(۲) أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ.

(۳) وَحَدِيثُ أُسَامَةَ ﷺ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الخ وَاعْتَذَرَ بِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ عَنْ اِعْتِقَادٍ بَلْ مِنْ خَوْفِ الْقَتْلِ هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ.

(۴) الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ.

وجہِ استدلال: اگر طاعت حقیقت ایمان میں داخل ہوتی تو ظلم ایمان کے منافی ہوتا جب ظلم ایمان کے منافی نہیں تو طاعت بھی ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔

(ج):

حیاء کی تعریف: الحیاء فی اللغۃ تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب بہ ویذم.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وفی الاصطلاح: خلق یبعث علی اجتناب القبیح ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق۔

حیا کو الگ بیان کرنے کی وجہ:

(۱) حیاء ایمان کے تمام شعبوں کی طرف داعی کے مانند ہے خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے ہو، کیونکہ صاحب حیاء دنیا و آخرت کی فضاحت سے ڈرتا ہے۔

(۲) جس طرح ایمان گناہوں سے روکتا ہے اس طرح حیاء بھی گناہوں سے روکتی ہے۔

(۳) حیاء اکثر فطری وطبعی ہوتی ہے اس لئے شعبہ ایمان نہ ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے مستقلاً ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ۱/۶۸۔ عمدۃ القاری ۱/۱۴۶)

سوال: ۷، صفحہ: ۷

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا. وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلهِ. وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب بیان کریں۔

(ب) حلاوۃ ایمان سے کیا مراد ہے معنوی یا حسی پہلے اس کا مفہوم واضح کریں پھر بتائیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی اس حدیث سے کس طرح ثابت ہوتی ہے، مدلل تحریر فرمائیے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: تین باتیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس شخص میں ہوں وہ ایمان کا مزہ پاتا ہے۔ (۱) اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس میں تمام ماسوا سے زیادہ ہو (۲) اور یہ بات ہو کہ جس سے بھی محبت کرے اللہ کے لئے کرے (۳) اور یہ بات ہو کہ کفر کی طرف پلٹنے کو اس کے بعد کہ اللہ نے اس کو کفر سے بچالیا، ایسا ناپسند کرے جیسا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

مطلب: ایمان کی حلاوت اسی آدمی کو محسوس ہوتی ہے جو اللہ اور رسول کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اس کو اللہ ورسول سے محبت ہو اور اس محبت کا اس کے دل پر ایسا قبضہ ہو کہ اگر وہ کسی اور سے بھی محبت کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے اور دینِ اسلام اس کو اتنا پیارا ہو کہ اس کے چھوڑنے کا اس کے لئے آگ میں گرنے کی تکلیف کے برابر ہو۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۱۶)

(ب):

بعض علماء فرماتے ہیں ایمان مادیات کے قبیل سے نہیں ہے کہ اس میں مزہ وحلاوت پایا جائے یہ تو مطعومات میں ہوتا ہے اس لئے اس کو مجاز اور معنوی حلاوت پر محمول کیا جائے گا کہ ایمان کو ایک شیریں مطعوم سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ کو حذف کر کے صرف مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کے لوازم میں سے مزہ وحلاوت کا ذکر کیا لہٰذا یہ استعارہ بالکنایہ ہوا۔

اور علماء کی دوسری ایک جماعت کہتی ہے کہ حلاوت ومزہ مجاز واستعارہ کے طور پر نہیں ہے بلکہ حقیقت کے طور پر ہے کہ حلاوت ومزہ سے حسی مراد ہے اور حلاوۃ طعم وذوق منہ کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ منہ نفس وقلب ہر ایک کے ادراک پر حلاوۃ وطعم وذوق کا اطلاق کیا جائے جیسا کہ آیتِ قرآنی میں ہے: فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔

اسی طرح حلاوۃ ایمان ہے جب ایمان واحسان کی حقیقت دل میں آجاتی ہے تو یہ کیفیت پائی جاتی ہے اور قلب اس لذت کو محسوس کرتا ہے۔

ایمان میں کمی اور زیادتی پر اس حدیث سے استدلال:

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ پھل کی مٹھاس پھل کا جزء ہوتی ہے جیسے گلاب کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرق، رنگ اور خوشبو گلاب کا جزء ہوتی ہے۔ پس جب ان تین باتوں سے ایمان کی حلاوت محسوس ہوتی ہے تو یہ چیزیں ایمان کا جزء ہوئیں اور ایمان کا ذواجزاء ہونا ثابت ہوا پس جب ایمان کا ذواجزاء ہونا ثابت ہو گیا تو ایمان میں کمی وزیادتی بھی لازماً ثابت ہو گئی، کیونکہ ذواجزاء چیزوں میں اجزاء کی کمی وزیادتی سے کمی وزیادتی ہوتی ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/۲۱۶)

سوال: ۸، صفحہ: ۷

بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) اعمال ایمان کا جزء ہیں یا نہیں؟ اسلامی فرقوں کا اختلاف مفصل ومدلل لکھیں۔

(ج) مقصدِ باب سمجھا کر حدیث کی باب سے مناسبت بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: فتنوں سے بھاگنا دینداری ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ زمانہ جلدی آرہا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو وہ لئے لئے پھرے گا پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہوں پر وہ اپنا دین لے کر فتنوں سے بھاگے گا۔

مطلب: اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے بطور پیشین گوئی یہ بات فرمائی ہے کہ بہت جلدی وہ زمانہ آرہا ہے کہ فتنوں کا ایسا غلبہ ہوگا کہ شہر اور گاؤں میں رہنا دشوار ہو جائے گا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آدمی مجبور ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بیابانوں میں ٹھکانہ تلاش کرے گا مثلاً مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو جائے گی، گھر رہیں تو ضرور کسی کا ساتھ دینا ہوگا، اس لئے آدمی مجبور ہو کر پہاڑوں اور بیابانوں کو اپنا مسکن بنائے گا۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۲۶)

(ب):

اس کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

(ج) مقصد باب ومناسبت حدیث بالباب:

امام بخاری کا مقصد اس باب سے ایمان کا ذو اجزاء ہونا ثابت کرنا ہے چنانچہ فرمایا کہ فتنوں سے بچنے کے لئے وطن چھوڑنا ایک عمل ہے جو دین کے تقاضہ سے ہوتا ہے پس یہ دین کا جزء ہوا اور دین وایمان مترادف ہیں پس یہ ایمان کا بھی جزء ہوا اور حدیث میں کہا گیا عنقریب ایسا زمانہ آرہا ہے کہ مسلمانوں کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو وہ لئے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر پھرے گا وہ اپنا دین لے کر فتنوں سے بھاگے گا۔

پس حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۲۶)

سوال: ۹، صفحہ: ۷

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللهِ وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْأَتِكَ يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللهِ أَنَا

(۱۴۱۳ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): حدیث پاک کا سلیس اردو میں ترجمہ کریں۔

(ب) بتلایئے اس باب کی کتاب الایمان سے کیا مناسبت ہے؟

(ج) ترجمۃ الباب کے دونوں جزء اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ اور اَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ میں کیا ربط ہے؟

(د) حدیث پاک باب کا ترجمۃ الباب کے جزء ثانی اَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہو رہا ہے حدیث پاک کی ایسی تشریح فرمایئے جس سے مناسبت اور تعلق واضح ہو جائے۔

الجواب:

(الف):

نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد کا بیان کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا ہوں اور یہ کہ معرفت دل کا فعل ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ لیکن ان قسموں پر دارو گیر کریں گے جو تمہارے دلوں نے کمائی ہے۔
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ علیہ السلام جب صحابہ کو حکم دیتے تھے تو انہی کاموں کا حکم دیتے تھے جو ان کے بس میں ہوتے تھے یعنی جس پر وہ مداومت کر سکتے تھے ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارا حال آپ علیہ السلام کے حال جیسا نہیں، اللہ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں پس آپ علیہ السلام ناراض ہو جاتے یہاں تک کہ غصہ آپ علیہ السلام کے چہرے سے محسوس ہوتا پھر فرماتے بیشک تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

(ب):

اس باب کی کتاب الایمان سے مناسبت یہ ہے کہ علم باللہ ایمان باللہ ہے اور ارشاد نبوی اعلم اسم تفضیل ہے جس سے معلوم ہوا کہ علم باللہ کے مختلف درجات ہیں پس ایمان باللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بھی مختلف درجات ہوں گے کیونکہ جس کی معرفت باللہ قوی ہوگی تقویٰ وخشیت بھی اس میں زیادہ ہوگی جیسا کہ ایک جگہ حضور علیہ السلام کو زیادتیِ علم کی طلب کا حکم فرمایا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا اس سے صاف معلوم ہوا علم کے مراتب و درجات مختلف ہیں ورنہ زیادتی کی طلب کے حکم دینے کا کوئی معنیٰ ہی نہیں ہوسکتا ہے اور علم کے درجات سے ایمان باللہ کے درجات کا ثبوت ہوتا ہے یہی کتاب الایمان سے مناسبت ہے۔

(ج):

دونوں اجزاء کے اندر باہم ربط یہ ہے کہ یہاں اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ اَعْرِفُكُمْ بِاللّٰهِ کے معنیٰ میں ہے چنانچہ بعض نسخوں میں اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ کے بجائے اَعْرِفُكُمْ بِاللّٰهِ آیا ہے اس سے صاف معلوم ہوا یہاں علم بمعنیٰ معرفت ہے اور معرفت دل کا فعل ہے پس علم بھی دل کا فعل ہوا ہے اس کی طرف اشارہ ان المعرفة فعل القلب سے کردیا اور یہی دونوں جزوں کے درمیان مناسب ہے۔

(د):

باب کے جزءِ ثانی ان المعرفة فعل القلب ہے اور حدیث میں فرمایا گیا ان اتقاکم واعلمکم باللّٰہ أنا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ کو پہچانتا ہوں پھر بھی روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، رات میں نفلیں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ازواج سے تعلق بھی رکھتا ہوں یعنی کثرتِ عبادت کا منشاء گنہگار ہونا نہیں ہے بلکہ معرفتِ خداوندی اس کا منشاء ہے اور وہ مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے پھر بھی میں اعتدال سے عبادت کرتا ہوں تم غلو کیوں کرتے ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا علم بمعنیٰ معرفت ہے اور معرفت فعل قلب ہے پس حدیث کی باب سے مناسبت ثابت ہوگئی۔ اور ایمان باللہ علم باللہ ہے اور علم فعل قلب ہے پس ایمان بھی فعل قلب ہوا اور قلبی اشیاء میں زیادتی و کمی ہوتی ہے پس کتاب الایمان سے بھی مناسب ثابت ہوگئی ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۲۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۰، صفحہ: ۸

بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الِاسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا. فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلَامُ الآيَة.

عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي

(۱۴۲۱-۱۴۲۸-۱۴۳۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کریں۔

(ج) عبارت میں تعقید ہے آپ اس کے محذوفات ذکر کر کے مطلب لکھیں۔

(د) دیگر علماء جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے متفق نہیں ہیں وہ اس آیت اور حدیث کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں تحریر کریں۔

(ہ) اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ کی جزا بیان کریں کان الاستسلام او الخوف من القتل میں تقابل نہیں ہے اس لئے عبارت صحیح کرنے کے لئے کیا چیز محذوف ہے اس کو تحریر کریں۔

(ز) پھر ایمان کی لغوی و شرعی تفسیر بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(و) اسلام قبول کرنا کبھی محض قتل کے خوف سے ہوتا ہے تصدیق قلب نہیں ہوتی ہے ایسا شخص تو منافق ہے لیکن بوقتِ خوف قلب ہی سے اسلام قبول کرے تو اس صورت میں امام بخاری کی کیا رائے ہے کیا اس صورت میں بھی وہ منافق ہوگا؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جب اسلام کے حقیقی معنی مراد نہ ہوں بلکہ ظاہری انقیاد اور قتل کا خوف مراد ہو اللہ پاک کے ارشاد کی وجہ سے۔ بدوؤں نے کہا ہم ایمان لائے آپ ﷺ کہیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم نے ظاہری طور پر تابعداری قبول کی پس جب اسلام کے حقیقی معنی ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے معتبر دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک جماعت کو بلا کر مال دیا اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ نے ایک شخص کو چھوڑ دیا انہیں کچھ نہ دیا حالانکہ ان کی دینی حالت میرے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ اچھی تھی جن کو آپ ﷺ دے رہے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ فلاں (جعیل بن سراقہ کو) کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان ہیں، میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے بارے میں میں جو جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آیا چنانچہ میں نے دوبارہ عرض کیا آپ ﷺ فلاں کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یا مسلمان ہیں پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے بارے میں میرا علم مجھ پر غالب آیا چنانچہ میں نے وہی بات پھر عرض کی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد:

یہ اوپر والے باب باب من قال ان الایمان ھو العمل کا مقابل باب ہے۔ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو ایمان و اعمال کے درمیان تباین کی نسبت کے قائل ہیں چونکہ اوپر والا باب امام بخاری کے مفید مطلب تھا اس لئے اس رائے کی تردید نہیں کی تھی اور یہ دوسری رائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے خلاف ہے اس لئے تردید کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا اسلام کبھی مجازی معنیٰ میں ہوتا ہے اس وقت اسلام کے معنی ہوتے ہیں استسلام یعنی ظاہری انقیاد و اطاعت قبول کرنا یا معنیٰ ہوتے ہیں قتل کے خوف سے زبانی اقرار کرنا جیسے آیت کریمہ: قَالَتِ الْأَعْرَابُ الخ میں ہے اور اسی مجازی معنیٰ کی وجہ سے ایمان و اسلام میں تباین کی نسبت نظر آرہی ہے مگر حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اسلام ایمان کا مترادف ہے دلیل یہ آیت: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ. یہاں اسلام اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے اور آیت سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دین و اسلام مترادف ہیں پس ایمان و اسلام بھی مترادف ہوئے اور ان میں تساوی کی نسبت ہوئی۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۴۴)

(ج) عبارت کا مطلب محذوفات کو ذکر کرتے ہوئے:

جب اسلام کے حقیقی معنیٰ مراد نہ ہوں بلکہ ظاہری انقیاد مراد ہو (مالِ غنیمت کے لالچ وطمع میں) یا قتل کے خوف سے (تو تباین کی نسبت سمجھ میں آئے گی) اور اسلام ان معانی میں آتا ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے بدوؤں نے کہا ہم ایمان لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم نے ظاہری طور پر تابعداری قبول کی یا قتل کے خوف سے سپر ڈالی (اس آیت میں اسلام کے مجازی معنیٰ ہیں اس لئے تباین کی نسبت مفہوم ہوتی ہے) پس جب اسلام کے حقیقی معنیٰ ہوں تو وہ (ایمان کا مترادف ہوگا) جیسے ارشاد پاک ہے معتبر دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے (پس دین اور اسلام مترادف ہوئے اور دین ہی کا نام ایمان ہے پس اسلام اور ایمان بھی مترادف ہوئے)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د):

دیگر علماء جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے متفق نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت اور حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور آیت وحدیث سے اپنے حقیقی معنی مراد ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں اس آیت: قَالَتِ الْأَعْرَابُ الخ میں آنحضور علیہ ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ علیہ ﷺ بدووں سے کہہ دیں: اٰمَنَّا مت کہو اَسْلَمْنَا کہو یعنی یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے ظاہری انقیاد واطاعت قبول کی ابھی تم مؤمن نہیں ہوئے اس لئے کہ ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اُترا۔

وہ علماء کہتے ہیں اس آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ایمان و اسلام دو الگ الگ حقیقتیں ہیں اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان دل کے اعتقاد کا پس ایمان و اعمال میں تباین کی نسبت ہے۔

اسی طرح حدیث میں بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ جب حضرت سعد نے کہا واللہ انی لأراہ مؤمناً تو رسول اللہ علیہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: او مسلماً اس سے سمجھا گیا دونوں یعنی ایمان و اسلام الگ چیز ہیں۔

اگرچہ دین و اسلام مترادف ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ میں مذکور ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ لیکن ایمان و اسلام مترادف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(ہ):

اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ کی خبر محذوف ہے اور وہ لایعتد اولاینفعه اولاینجیه فی الآخرۃ ہے۔ (فتح الباری ۱/۹۹۔ عمدۃ القاری ۱/۲۱۶)

کان علی الاسلام اوالخوف من القتل کا تقابل:

عبارت میں حذف کی وجہ سے تعقید اور پیچیدگی ہے اصل عبارت اس طرح ہے:

اذالم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان اطلاقه علی الاستسلام لطمع فی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الغنیمۃ او الخوف من القتل فھو اطلاقہ مجازی۔

یہاں استسلام اور الخوف من القتل میں تقابل نہیں بلکہ الخوف من القتل کا مقابل لطمع فی الغنیمۃ ہے اور وہی معطوف علیہ ہے اور الخوف من القتل معطوف معطوف علیہ معطوف مل کے استسلام کا سبب ہوا ہے یعنی استسلام اور انقیاد ظاہری کی وجہ مالِ غنیمت کی طمع یا قتل وقید کا خوف ہے۔

(ز) ایمان کی تعریف:

الایمان فی اللغۃ: کسی کو مطمئن اور بے خوف کرنا۔

وفی الاصطلاح: ھو تصدیق النبی ﷺ فیما علم مجیئہ بالضرورۃ۔

ایمان رسول ﷺ کی تصدیق کرنے کا نام ہے ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ ﷺ سے قطعی اور بدیہی طور پر ہو جائے۔

(و):

بوقتِ خوف قلب ہی سے اسلام قبول کرنا جمہور کے نزدیک معتبر ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عدمِ اعتبار کو منسوب کیا جاتا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔

سوال: ۱۱، صفحہ: ۹

بَابُ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ.

(۱۴۱۱-۱۴۱۵-۱۴۱۷-۱۴۲۲-۱۴۱۹-۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر حدیث پاک کا ترجمہ وتشریح کیجیے۔

(ب) اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اور اس کا تعلق کتاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الایمان سے کس طرح ثابت ہوتا ہے تحریر کریں۔

(ج) نیز بتائیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نزولِ آیت پر جو اشکال پیش آیا ہے اس کا منشاء کیا تھا اور آپ ﷺ نے اُس کو کس طرح دفع فرمایا تھا۔

(الف):

ترجمہ وتشریح: سب ظلم برابر نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جب سورۃ الانعام کی یہ آیت نازل ہوئی) کہ وہ بندے جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملایا نہیں (وہی بندے قیامت کے دن مامون ہوں گے اور وہی دُنیا میں راہ یاب ہیں یہ آیت صحابہ پر شاق گزری) انہوں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس سے چھوٹا موٹا ظلم سرزد نہیں ہوا (ہر شخص کچھ نہ کچھ ظلم کرتا ہے پس قیامت میں نہ کوئی مامون ہوگا اور نہ دنیا میں راہ یاب آنحضور ﷺ نے فرمایا آیت پاک میں چھوٹا ظلم مراد نہیں جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو بلکہ بڑا ظلم یعنی شرک مراد ہے) پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے ظلم کے مختلف درجات کو ثابت کرنا کہ سب سے بڑا درجہ کفر وشرک ہے اور درمیانہ درجہ دوسرے معاصی کا ہے اور ادنیٰ درجہ خلافِ اولیٰ ہے اس باب کا تعلق کتاب الایمان سے اس طرح ثابت ہو رہا ہے کہ ابواب سابقہ میں ایمان کے مختلف درجات کا بیان تھا اب اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایمان کی ضد اور مقابل کفر وظلم کے بھی مختلف درجات ہیں اور قاعدہ ہے: تتبین الاشیاء باضدادھا ہر چیز اپنی ضد اور مقابل سے پہچانی جاتی ہے اس قاعدہ کے لحاظ سے اس باب کا کتاب الایمان سے ربط ظاہر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

آیتِ کریمہ پر اشکال کا منشاء یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں لفظ ظلم نکرہ ہے جو کہ نفی کے تحت واقع ہوا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہوتا ہے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

نیز لھم الا من میں لھم خبر کو مقدم کیا گیا اور قاعدہ ہے تقدیم ماحقه التاخیر یفید الحصر پس یہ بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے تو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ امن اور ہدایت صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ساتھ خلط ملط نہ کیا ہو خواہ وہ ظلم بڑا ہو یا چھوٹا۔

اس سے صحابہ کرام خوفزدہ ہو گئے کیونکہ دنیا میں کوئی شخص علاوہ انبیاء کے معصوم نہیں ہے ضرور اس سے کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا ظلم سرزد ہوا ہے اس بنا پر صحابہ نے عرض کیا اینا لم یظلم ہم میں سے کون ہے جس سے کوئی گناہ نہ ہوتا ہو۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۵۱)

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے اس اشکال کو اس طرح دفع فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس آیت کو اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ والی آیت سے خاص کر دیا یعنی وَلَمْ يَلْبِسُوٓا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ میں ظلمٌ پر تنوین تعظیم کے لئے ہے لہٰذا آیت کریمہ میں ظلم سے ظلم کا سب سے بڑا درجہ اور اعلیٰ فرد شرک مراد ہے اور شرک خاص ہے لیکن صحابہ کو عام معنیٰ مراد لینے کی وجہ سے اشکال ہوا ہے، لہٰذا اب کوئی اشکال باقی نہیں رہا ہے۔

سوال: ۱۲، صفحہ: ۱۲

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذِّبًا. وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ، مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيمَانِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ. وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ. وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى التِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ وَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّهُ تَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ وَالْتَمِسُوهَا السَّبْعَ وَالتِّسْعَ وَالْخَمْسَ.

(۱۴۱۰-۱۴۳۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کریں اور تابعین کے اقوال سے استدلال واضح کریں۔

(ج) ان ارشادات اور آیت کریمہ سے ترجمۃ الباب ثابت کریں نیز بتائیں کہ احباط عمل سے کیا مراد ہے۔

(د) معتزلہ سیئات کو حسنات کے لئے ہادم مانتے ہیں بظاہر ان کا مذہب ثابت ہو رہا ہے آپ کی طرف سے جواب کیا ہے؟

(ہ) ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے آپ بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث و آثار سے اپنے مدعیٰ پر کس طرح استدلال کیا ہے۔

(ز) احناف کی اس مسئلہ میں کیا رائے امام بخاری کا نزاع کس سے ہے؟

(و) ایمانی کا ایمان جبرئیل کس کا قول ہے؟ امام بخاری کا اس پر رد درست ہے یا نہیں؟ لیل القدر والی روایت کی باب سے تطبیق خصوصیت سے واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: مؤمن کو ڈرتا رہنا چاہئے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اس کو پتہ بھی نہ چلے۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اپنی بات کی تردید تو نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں تیس (۳۰) صحابہ سے ملا ہوں وہ تمام صحابہ اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے تھے اور ان صحابہ میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ اس کا ایمان حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ سے مؤمن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق ہی بے خوف رہتا ہے۔

اور اس باب میں ان چیزوں کا بھی بیان ہے جن سے مؤمن کو ڈرایا جاتا ہے جیسے باہمی قتال پر اور گناہ پر اصرار کرنا توبہ نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ جان بوجھ کر اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کو گالی دینا فسق (حد اطاعت سے نکلنا) ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

رسول اللہ ﷺ لیلۃ القدر کی اطلاع دینے کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لائے، اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس لئے نکلا تھا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی معین تاریخ بتلاؤں مگر فلاں اور فلاں میں جھگڑا ہو رہا تھا، اس کی وجہ سے معین تاریخ کا علم اٹھا لیا گیا اور ہو سکتا ہے اسی میں تمہارے لئے بھلائی ہو بس تلاش کرو تم شب قدر کو ساتویں، نویں اور پانچویں رات میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد:

امام بخاری کا مقصد اس باب کو قائم کرنے سے مرجیہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں عمل لاشی ہے نہ تو عمل ایمان کا جزء حقیقی ہے نہ جزء تکمیلی ہے اور نہ ایمان کے ساتھ معصیت مضر ہے بلکہ صرف ایمان ہی نجات کے لئے کافی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ماقبل میں مثبت پہلو سے عمل کے ایمان کا جزء تکمیلی اور تزیینی ہونے پر استدلال کیا ہے جیسے: باب اتباع الجنائز من الایمان او من الاسلام او من الدین وغیرہ ابواب منعقد فرمائے اور یہاں سے عمل ایمان کے جزء تکمیلی ہونے پر منفی پہلو سے استدلال کر رہے ہیں کہ معصیت ایمان کو ضرر پہنچاتی ہے اگر ایمان کے ساتھ معصیت مضر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اَن تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ نہ فرماتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ ارشاد فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت کی وجہ سے عمل برباد ہوتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی جبکہ انسان معصیت پر اصرار کرے اور توبہ نہ کرے تو کفر تک نوبت پہونچ جاتی ہے اس سے معلوم ہوا معصیت ایمان کو نقصان پہنچاتی ہے۔

تابعین کے اقوال سے استدلال:

جاننا چاہئے کہ باب میں دو مضمون ہیں: پہلا مضمون ہے خوف المؤمن ان یحبط عمله وھو لا یشعر مؤن کو ہمیشہ دھڑکا لگا رہنا چاہئے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہوجائیں اور اسی مضمون پر تابعین کے تین آثار سے استدلال فرمایا ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ جو لوگوں میں وعظ کہا کرتے تھے فرماتے ہیں میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اپنی بات کی تردید تو نہیں کر رہا یعنی میرا عمل میری تقریر اور وعظ کے خلاف تو نہیں یہ مطلب مکذِّباً اسم فاعل پڑھنے کی صورت میں ہے۔

اور اگر مکذَّباً اسم مفعول پڑھیں تو مطلب یہ ہوگا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میری تکذیب تو نہیں کریں گے وہ کہیں گے مولوی کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے غرض کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اپنے اعمال کے بارے میں خطرہ کا اظہار رہتا تھا کہ کہیں اعمال غارت نہ ہو جائیں اور اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور باب کا عنوان بھی باب خوف المؤمن ان یحبط عمله وهو لا یشعر ہے۔

لہٰذا دونوں کے درمیان مناسبت ظاہر ہے۔

(۲) حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں میں تیس (۳۰) صحابہ سے ملا ہوں اور ان سے علم حاصل کیا ہے کہ وہ تمام صحابہ اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے تھے یعنی نفاقِ عملی سے یعنی ان سب کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم عملی طور پر منافق تو نہیں ہیں اور باب کا عنوان بھی یہی ہے پس مناسبت ظاہر ہے اور ان صحابہ میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ اس کا ایمان حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ایمان جیسا ہے۔

(۳) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ سے مؤمن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق ہی بے خوف رہتا ہے یعنی مؤمن کبھی بھی اپنے اعمال پر اطمینان و اعتماد نہیں کرتا بلکہ ہر وقت نفاقِ عملی سے خائف رہتا ہے اور باب کا عنوان بھی یہی ہے پس ترجمۃ الباب سے مناسب ظاہر ہے۔

(ج):

ارشادات سے استدلال گزر چکا ہے جز (ب) میں۔

آیتِ کریمہ سے استدلال: آیتِ کریمہ کا تعلق باب کے دوسرے مضمون یعنی وما یحذر من الاصرار الخ سے ہے یعنی دوسری چیز سے جس سے مؤمن کو ڈرنا چاہئے وہ گناہوں پر اصرار کرنا ہے مؤمن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو اور معافی طلب کرے یہ انبیاء اور متقیوں کی صفت ہے گناہ پر اَڑے نہیں، گناہ پر اَڑنا شیطان کا کام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آیتِ کریمہ ہے: وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ متقیوں کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے یعنی وہ لوگ گناہ پر اصرار کرتے تھے اور باب کا عنوان بھی ما یحذر من الاصرار الخ یعنی مؤمن کو گناہ پر اصرار کرنے سے ڈرنا چاہئے پس آیتِ کریمہ سے باب پر استدلال ظاہر ہے۔

حبط کے معنی: حبط لغت میں اس جانور کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ کھا کر ہضم نہ کر سکے اور اس کو بدہضمی ہو جائے اور اس کا پیٹ اور دونوں کوکھیں پھول جائیں۔

شرعاً حبط کا استعمال بہت سارے معنی پر ہوتا ہے۔

(۱) اعمال کا بالکل سوخت ہو جانا اور یہ اس وقت ہے جب کوئی آدمی العیاذ باللہ مرتد ہو جائے۔

(۲) اعمال پر اجر نہ ملنا عدم اخلاص کی وجہ سے۔

(۳) کسی عارض کی بنا پر عمل میں ضعف آ گیا ہو جس کی بنا پر جتنا اجر ملنا تھا اتنا نہ ملے۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں کہ مؤمن کو ہمیشہ ہر قسم کے حبط سے ڈرنا چاہئے کہیں شیطان غفلت میں زبان سے ایسا کلمہ نہ نکلوا دے کہ ایمان ضائع ہو کر سارے اعمال بالکل بیکار ہو جائیں۔

اور ایک آیت ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

اس آیت میں فرمایا گیا: اے مسلمانو! نبی ﷺ کے سامنے مت بولو زور سے ہو سکتا ہے تمہارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے اگر تمہارے زور سے بولنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں میل آ گیا تو تمہارے اعمال ختم ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہ ہوگا معلوم ہوا کہ بعض گناہوں کی وجہ سے زندگی بھر کا کیا کرایا غارت ہو جاتا ہے اس لئے ہمیشہ اپنے اعمال کے سلسلہ میں دھڑکا لگا رہنا چاہئے مطمئن کبھی نہیں رہنا چاہئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور باب کا عنوان بھی یہی ہے باب خوف المؤمن ان تحبط الخ میں مناسبت ظاہر ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۲۸۲)

:(د)

ہماری طرف سے جواب: (۱) بعض مرتبہ رفع صوت وشور وشغب بڑوں کے سامنے موجب ایذاء ہوتا ہے اور ایذاء نبی کفر ہے اور کفر سے اعمال کا ہادم ہونے کے ہم بھی قائل ہیں لہٰذا یہ آیت اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں ہے۔

(۲) حبط عمل سے مراد یہ ہے کہ فی الحال اس کو حسنات نفع نہیں پہونچائیں گے لیکن جب وہ اپنے سیئات کی سزا بھگت کر پاک وصاف ہو جائے گا تو پھر اس کو اس کے حسنات کی بدولت جنت نصیب ہوگی لہٰذا حبطِ اعمال کا مطلب حبط منفعت اعمال فی الحال ہے فلا اشکال۔

:(ہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدعیٰ پر تین آثار اور دو حدیث سے استدلال فرمایا ہے:

(۱) ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اپنی بات کی تردید تو نہیں کر رہا یعنی ان کو ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا کہ کہیں ان کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور انہیں پتا بھی نہ چلے اور ظاہر ہے کہ جب کسی مؤمن کے اعمال کسی گناہ کی وجہ سے غارت ہوں گے تو اس کا ایمان کمزور ہوگا اور ایمان میں نقص آئے گا پس ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

(۲) ابن ابی مُلیکہ کے اثر میں ہے صحابہ ہمیشہ نفاقِ عملی سے ڈرتے تھے اور نفاق میں فرق مراتب ہیں، لہٰذا ایمان کے لئے بھی فرق مراتب ہوں گے جس کی وجہ سے ایمان میں کمی زیادتی ہوگی اور یہی امام کا مدعیٰ ہے۔

(۳) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ سے مؤمن ہی ڈرتا ہے اور اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے منافق ہی بے خوف رہتا ہے یعنی مؤمن کو ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال کسی گناہ کی وجہ سے ضائع نہ ہوجائیں اور ظاہر ہے جب کسی کے عمل گناہ کی وجہ سے غارت ہوں گے تو اس کا ایمان کمزور پڑے گا اور ایمان میں نقص آئے گا پس ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی وزیادتی ہوتی ہے یہی امام کا مدعا ہے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے اس حدیث میں آپ ﷺ نے لوگوں کو ڈرایا کہ مسلمان کو گالی مت دو اور اسے قتل نہ کرو ورنہ ایمان کے دائرے سے نکل جاؤ گے اور اعمال ضائع ہوجائیں گے اس گناہ کی وجہ سے باقی استدلال کا السابق ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ لیلۃ القدر کی اطلاع دینے کے لئے حجرہ سے نکلے اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے آپ ﷺ ان کے درمیان صلح کرانے میں مشغول ہوئے اور شبِ قدر کا علم ذہن سے نکل گیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس لئے نکلا تھا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی معین تاریخ بتلاؤں مگر فلاں اور فلاں میں جھگڑا ہو رہا تھا اس کی وجہ سے معین تاریخ کا علم اُٹھالیا گیا الخ۔

دو آدمی جھگڑ رہے تھے ان کی نحوست سے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر سے شبِ قدر کی تعیین محو ہوگئی معلوم ہوا کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کی نحوست سے علم اُٹھ جاتا ہے اسی طرح حبطِ عمل بھی ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب گناہ کی وجہ سے کسی کے اعمال حبط ہوں گے تو اس کے ایمان میں نقصان ہوگا پس ایمان میں کمی وزیادتی ثابت ہوئی، یہی امام کا مدعا ہے۔

:(ز)

احناف کی رائے اس مسئلہ میں الایمان لا یزید ولا ینقص یعنی نفسِ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے اگرچہ ایمان کامل میں گھٹتا بڑھتا ہے۔

امام بخاری کا نزاع مرجیہ اور کرامیہ کے ساتھ ہے جو اعمال کو لاشئ کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(و):

یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رد درست نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا مقولہ ہے: ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول مثل ایمان جبرئیل اور قاعدہ ہے کہ کاف کے ذریعہ تشبیہ ذات کے اندر دی جاتی ہے اور لفظ مثل کے ذریعہ صفات میں تشبیہ دی جاتی ہے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایمان کو من حیث الایمان جبرئیل کے ایمان سے تشبیہ دی ہے نہ کہ جبرئیل کے صفات ایمان میں یعنی مثلیت میں تمام صفات کے اندر برابری ضروری ہے اور تشبیہ کے لئے یہ بات ضروری نہیں ہے بعض اوصاف میں برابری بھی کافی ہے۔

لیلۃ القدر والی روایت کی باب سے تطبیق اس طور پر ہے کہ جھگڑا کرنا شب قدر کے علم یقینی کے رفع کا سبب بن گیا اسی طرح معاصی بھی اعمال کے حبط و بطلان کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا مناسبت ظاہر ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۸۴)

سوال: ۱۳، صفحہ: ۱۴

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

(۱۴۱۲-۱۴۲۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) فرقہ مرجیہ کے معتقدات ذکر کرنے کے بعد بتایئے حدیث میں ان کے کس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔

(ج) نیز بتائیں کہ اس حدیث سے مرتکب کبیرہ کی تکفیر تو نہیں لازم آتی جس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خوارج کا عقیدہ ثابت ہورہا ہے اگر ایسا ہے تو حدیث کا ایسا مطلب بیان کیجئے جس کو خوارج اپنا مستدل نہ بنا سکیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: زبید کہتے ہیں میں نے حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ سے مرجیہ کے بارے میں پوچھا (کہ وہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ طاعت تو مفید ہیں مگر معاصی مضر نہیں ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے) انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق (حد اطاعت سے نکلنا ہے) اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(ب) مرجیہ کے معتقدات:

(۱) ان کے نزدیک ایمان صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔
(۲) ایمان کے ساتھ طاعات تو مفید ہیں مگر معاصی مضر نہیں۔
(۳) اعمال کمالِ ایمان کے لئے ضروری نہیں۔
(۴) مؤمن مطیع و عاصی برابر ہیں۔
(۵) مرتکبِ کبیرہ کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

اس حدیث پاک سے ان کے بنیادی عقیدہ لاتضر المعصیة مع الایمان کما لاتنفع الطاعة مع الکفر کی تردید کی گئی ہے۔

(ج):

اس حدیث سے مرجیہ کی تردید ہورہی ہے اور خوارج کی تائید ہورہی ہے کیونکہ قتالہ کفر فرمایا گیا معلوم ہوا مرتکبِ کبیرہ خارج عن الایمان داخل فی الکفر ہے کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قتل کبیرہ گناہ ہے اور یہ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سباب المسلم کے مقابلہ میں قتالہ کی شدت و تغلیظ ظاہر کرنے کے لئے ناقص کو کالعدم فرض کرکے کلام کیا گیا ہے یعنی مسلمان کو قتل کرنے والا مسلمان تو ہے مگر اس کا ایمان ناقص ہے اس لئے ناقص کو کالعدم فرض کرکے قتالہ کفر فرمادیا زجر وتوبیخ کے موقع پر ایسا کرتے ہیں حقیقتِ کفر مراد نہیں ہے۔

سوال: ۱۴، صفحہ: ۱۲

بَابُ سُؤَالِ جِبْرَئِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذَالِكَ كُلَّهٗ دِيْنًا وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔

(۱۴۱۰-۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقصد ترجمہ واضح کریں۔

(ج) پھر وضاحت فرمایئے کہ اس ترجمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ معتصمین کے نظریہ کی تردید فرمارہے ہیں یا مرجیہ ضالہ کی جو بھی ہو تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کی موجودگی میں غیر معروف صورت میں آکر آنحضور ﷺ سے ایمان و اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پوچھا تھا، آنحضور ﷺ نے ان کو جواب دیا (پھر ان کے چلے جانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے) فرمایا جبرئیل اس لئے آئے تھے کہ تمہیں دین سکھائیں غرض کہ حضور ﷺ نے ان چاروں سوالوں کے مجموعہ کو دین کہا ہے علاوہ ازیں وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کی تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اعمال کو ایمان میں شامل کیا ہے اور قرآن میں ارشاد پاک ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ب) مقصد ترجمہ:

ماقبل میں امام بخاری نے مختلف ابواب قائم کئے، کہیں یہ فرمایا کہ یہ کام ایمان میں سے ہے اور فلاں کام اسلام میں سے ہے اور کہیں یہ فرمایا یہ کام دین میں سے ہے اب یہ باب باندھ کر یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ایمان و اسلام اور دین سب متحد المعنیٰ اور مترادف ہیں اور وہ اس طرح کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو چار باتیں پوچھی ہیں آپ ﷺ نے ان کو دین کہا ہے اور دین و ایمان ایک ہیں پس وہ چاروں باتیں ایمان کا جزء ہوئیں اور وفد عبدالقیس کی روایت میں آپ ﷺ نے ایمان کی شرح میں اعمال کو لیا ہے پس اعمال ایمان کا جزء ہوئے اور قرآن نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا معلوم ہوا کہ اسلام اور دین ایک ہیں پس ثابت ہوا کہ اسلام دین اور ایمان مترادف ہیں۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۸۶)

(ج):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ترجمہ سے مرجیہ ضالہ کے نظریہ کی تردید فرما رہے ہیں جو اعمال کو ایمان کے لئے ضروری قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ اعمال کو لاشی کہتے ہیں۔

دلیل: (۱) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

(۲) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً.

مذکورہ آیتِ کریمہ اور حدیث پاک اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ اعمال ایمان کے لئے ضروری ہے لیکن شرط نہیں ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

سوال: ۱۵، صفحہ: ۱۳

بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوْشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.

(۱۴۱۸-۱۴۲۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حلال کا حلال ہونا واضح ہے اسی طرح حرام کا حرام ہونا واضح ہے تو مشتبہ کی کیا صورت ہوگی۔

(ج) آپ اس کا ایسا مطلب بیان کریں کہ کوئی اعتراض وارد نہ ہو نیز بتایئے کہ اس باب کو کتاب الایمان سے کیا مناسبت ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: دین کو پاک وصاف رکھنے کی اہمیت۔

حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حلال واضح ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حرام واضح ہے اور دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں جو شخص مشتبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو پاک وصاف رکھی اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو سرکاری چراگاہ کے پاس جانور چراتا ہے قریب ہے کہ وہ سرکاری چراگاہ میں جا پڑے۔

(ب):

مشتبہ چیزیں کیا ہیں؟ اس کی تفصیل خود اس حدیث میں جو ترمذی میں مذکور ہے موجود ہے اور وہ امن الحلال ھی ام من الحرام یعنی مشتبہ چیزیں وہ ہیں جن کے بارے میں عام لوگ نہیں جانتے کہ وہ حلال ہیں یا حرام؟ بڑے علماء تو ان کے احکام جانتے ہیں مگر عام مسلمان جب وہ چیزیں پہلی مرتبہ اُن کے سامنے آتی ہیں تو اُن کے احکام سے واقف نہیں ہوتے وہ چیزیں ان کے لئے مشتبہ ہیں مثلاً (۱) ادلہ میں تعارض ہو ایک حدیث سے کوئی چیز حلال اور دوسری حدیث سے وہی چیز حرام معلوم ہوتی ہے بعض مجتہدین نے دلائل شرعیہ میں غور وفکر کر کے حلال کہا اور دوسرے نے اس کو دلائل ہی سے حرام کہا اور ان مجتہدین کو کوئی شبہ بھی نہیں ایسی صورت میں اختلاف ائمہ سے بچتے ہوئے جو جس مجتہد کا مقلد ہے وہ اس کے فیصلے پر عمل کرے یا تقویٰ و پرہیزگاری کے طور پر اس عمل سے بالکلیہ اجتناب کریں۔

(۲) مثلاً کلبِ معلَّم کے ساتھ شکار میں کلبِ غیر معلَّم بھی شریک ہوا ہے تو اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شکار ان دونوں میں سے کس کا ہے اگر معلَّم کا ہے تو حلال ہے اور اگر غیر معلَّم کا ہے تو حرام ہے تو اس صورت میں استبراء کا تقاضا ہے شکار سے بالکلیہ ترک و اجتناب کیا جائے۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۹۰)

(ج):

مطلب یہ ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے مشتبہات کو ایک مثال دے کر سمجھایا کہ جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو سرکاری چراگاہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اردگرد جانور چرا رہا ہے قریب ہے کہ وہ جانور سرکاری چراگاہ میں داخل ہوجائے گا اور چرانے والا مجرم قرار پائے گا اور یہ چرواہے غیر محتاط ہے اور محتاط چرواہا وہ ہے جو جانور کو سرکاری چراگاہ سے ایک میل دُور رکھتا ہے تاکہ اگر وہ غافل بھی ہوجائے تب بھی جانور سرکاری چراگاہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

اسی طرح انسان خودرائی ہے اور اس کا نفس وہ جانور ہے جسے یہ چراتا ہے پھر محتاط انسان تو اپنے اس نفس جانور کو حمی اللہ محارم سے دُور رکھتے ہیں ساتھ مشتبہات سے بھی دُور رکھتے ہیں اور غیر محتاط انسان اس نفس جانور کو حمی اللہ محارم کے قریب رکھتے ہیں پس اگر وہ نہیں روکا اپنے نفس کو تو وہ مجرم ہوگا اور اس محارم کے اِردگرد مشتبہات ہیں جس نے اپنے نفس کو ان مشتبہات کے لئے آزاد چھوڑا وہ قریب ہے کہ محرمات میں جا گرے گا کیونکہ محرمات سرکاری چراگاہ نہایت پرفریب اور خوشنما ہوتی ہے مگر اس سے بچنا بھی ضروری ہے ورنہ پولیس ڈنڈا بجائے گی۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۹۶)

اس باب کی کتاب الایمان سے مناسبت:

اس باب کا حاصل ورع وتقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور اس کو آپ ﷺ نے دین قرار دیا ہے اور دین، اسلام، ایمان مترادف ہیں پس ورع بھی ایمان کا جزء اور مکملات ایمان میں سے ہوا اس لئے اس حدیث کو کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس باب میں استبراء دین کا بیان ہے اور استبراء دین مکملات ایمان میں سے ہے اور جو چیز مکملات ایمان میں سے ہوگی اس کا تعلق اور مناسبت کتاب الایمان سے ظاہر ہے۔

سوال:۱۶، صفحہ:۱۴

بَابُ الْقِرَاءَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَرَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةُ جَائِزَةٌ وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيثِ ضِمَامِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَه بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يَقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَيَقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِيْ فُلَانٌ.

(۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) قرأت اور عرض علی المحدث کا مفہوم واضح کریں اس بارے میں جو اختلاف ہے اس کو بھی لکھیں۔

(ج) فاحتج بعضھم سے کون مراد ہے حدیث ضمام بن ثعلبہ سے طریقِ استدلال واضح کریں، اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کو بھی واضح کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت حسن بصری، سفیان ثوری اور مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں (جس طرح تحدیث جائز ہے) قراءت علی المحدث اور عرض علی المحدث بھی جائز ہے۔ بعض حضرات نے قراءت علی المحدث / عرض علی المحدث کے جواز پر حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے (آنحضور ﷺ نے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کی طرف چند دعات بھیجے انہوں نے قبیلہ کو جو باتیں بتائیں حضرت ضمام ان کی تصدیق کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے انہوں نے وہ باتیں حضور ﷺ کے سامنے پیش کیں) چنانچہ کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور فرمایا ہاں یہی قراءت علی المحدث ہے پھر حضرت ضمام رضی اللہ عنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے جب ساری باتیں تصدیق کرکے اپنی قوم سے بیان کیں تو قوم نے ان کو مان لیا۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صک یعنی دستاویز سے استدلال کیا ہے جو قوم پر پڑھی جاتی ہے تو وہ لوگ گواہی دینے کے وقت کہتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ ایک طالبِ علم نے کسی قاری کو قرآن پڑھ کر سنایا (جب طالبِ علم فارغ ہوگا) اور دوسروں کو پڑھائے گا تو کہے گا اقرأنی فلان فلاں نے مجھے قرآن پڑھایا۔

(ب):

قراءت علی المحدث اور عرض علی المحدث دونوں کے ایک ہی معنی اور مفہوم ہیں یعنی طالبِ علم کا استاد کے سامنے حدیث پڑھنا اور پیش کرنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے یہ طریقہ چلا آرہا تھا کہ استاد پڑھتا تھا اور طالبِ علم سنتا تھا لیکن جب محدثین نے اپنی کتابیں لکھیں اور جماعتیں بڑی ہوگئیں تو سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ طالبِ علم پڑھتا تھا اور حضرت سنتے تھے، پس لوگوں میں اختلاف ہوگیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو نیا طریقہ اپنایا ہے وہ جائز ہے یا نہیں اکابر محدثین کے نزدیک یہ طریقہ جائز تھا امام بخاری کی رائے بھی یہی ہے کہ استاد کا حدیث پڑھنا اور شاگرد کا سننا یا شاگرد کا حدیث پڑھنا اور پیش کرنا اور استاد کا سننا دونوں جائز ہے اور دونوں کا ایک ہی درجہ ہے۔

بعض لوگ اس کے عدم جواز کے قائل تھے۔

پھر اختلاف ہوگیا کونسا طریقہ اولیٰ ہے ایک رائے یہ تھی کہ استاذ کا پڑھنا اولیٰ ہے اور ایک رائے یہ تھی کہ طالبِ علم کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۱۹)

(ج):

فاحتج بعضھم سے مراد علامہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے طریق استدلال: حضرت حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے قراءت وعرض علی المحدث کے جواز پر حدیث ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے کہ جب آنحضور ﷺ نے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کی طرف چند دعات بھیجے، انہوں نے قبیلہ کو جو باتیں بتائیں حضرت ضمام ان کی تصدیق کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے انہوں نے وہ باتیں حضور ﷺ کے سامنے پیش کیں آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی یہی قراءت وعرض علی المحدث ہے پھر جب حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے تصدیق کر کے ساری باتیں اپنی قوم سے بیان کیں تو قوم نے ان کو مان لیا معلوم ہوا یہ طریقہ بھی جائز ہے ورنہ آپ ﷺ تصدیق نہ فرماتے اور قوم بھی نہیں مانتے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صک یعنی دستاویز سے استدلال کیا ہے بایں طور پر کہ ایک شخص نے کسی سے مکان خریدا اس کا دستاویز لکھا گیا، منشی نے وہ دستاویز سب کو سنایا بائع اور مشتری کو بھی اور گواہوں کو بھی بیس سال بعد مکان کے سلسلہ میں بائع اور مشتری میں جھگڑ ہوا تو گواہ کورٹ میں گواہی دے سکتے ہیں کیونکہ ان کو لکھا ہوا دستاویز پڑھ کر سنایا گیا ہے، یہ قراءت علی المحدث کی نظیر ہے اس لئے کہ گواہوں نے خود اس دستاویز کو نہیں پڑھا بلکہ منشی نے پڑھ کر سنایا ہے۔

اور معاملات دینیات کی بہ نسبت اہم ہیں اسی لئے گواہی کی ضرورت معاملات میں پڑتی ہے دینیات میں گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی اور حدیث روایت کرنا دیانت کے قبیل سے ہے پس جب معاملات میں قراءت علی الشہود معتبر ہے تو قراءت علی المحدث کیوں معتبر نہیں؟ وہ بدرجۂ اولیٰ معتبر ہونی چاہیے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۲۰)

سوال ۱۷: صفحہ: ۱۵

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ.
وَقَالَ أَنَسٌ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ. وَرَأَى عَبْدُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمَالِكٌ ذٰلِكَ جَائِزًا. وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ، وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۱۴-۱۴۲۱-۱۴۲۳-۱۴۲۹ھ)

(الف) مناولہ، مکاتبہ کی تعریف واقسام بیان کر کے دونوں میں فرق واضح کریں نیز محدثین کے اختلاف کو مدلل لکھیں۔

(ب) نیز بتایئے کہ ان آثار سے مناولہ کا ثبوت ہوتا ہے یا مکاتبہ کا اگر کسی ایک کا ثبوت ہوتا ہے تو اس کو تحریر کر کے بتلائیں کہ دوسرے کا ثبوت کس طرح ہوگا۔

(ج) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکاتبہ کو جن شرائط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے ان کو بھی ذکر کریں۔

(د) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن دلائل کو عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے ان کا تعلق ترجمۃ الباب سے کس طرح ثابت ہوتا ہے اس کو بھی واضح کریں۔

(ہ) حدیث میں مذکورہ سریہ کی تاریخ اور امیر کی تعیین اور واقعہ کی تشریح فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

مناولہ کی تعریف: مناولہ یہ ہے کہ شیخ اپنی اصل کتاب یا کاپی یا اس کی نقل شاگرد کو بطور ملکیت یا عاریت دے اور اس سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے تو یہ مناولہ مقرونہ بالاجازہ ہے اور اگر اجازت نہ دے تو یہ مناولہ غیر مقرون بالاجازہ ہے۔

(۲) **مکاتبہ کی تعریف:** مکاتبہ یہ ہے کہ شیخ اپنی حدیثیں لکھ کر کسی شخص کو بھیج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دے پھر اگر روایت کرنے کی اجازت بھی دے تو وہ مکاتبہ مقرون بالا جازہ ہے اور اگر اجازت نہ دے تو یہ مکاتبہ مجردہ ہے۔

دونوں میں فرق: مناولہ میں شیخ اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل شاگرد کو بھیجتے ہیں اور مکاتبہ میں اپنی اصل کتاب نہیں بھیجتے بلکہ اس سے حدیثیں لکھ کر بھیجتے ہیں۔

مناولہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مناولہ مقرون بالا جازہ (۲) مناولہ غیر مقرون بالا جازہ

مکاتبہ کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مکاتبہ مقرون بالا جازہ (۲) مکاتبہ غیر مقرون بالا جازہ اور مجردہ ہے۔

اختلافِ ائمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکاتبہ ومناولہ میں کتاب القاضی الی القاضی کی طرح دو گواہ کا ہونا ضروری ہے۔

دلیل: الخط يشبه الخط.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مقرون بالا جازہ ہو تو گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔

دلائل: كتب لامير السرية كتابا. رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر سے پہلے ایک سریہ بھیجا اور اس کا امیر بنایا عبد اللہ بن جحش کو اور آپ ﷺ نے ان کو ایک خط دیا اور فرمایا تم یہ خط فلاں جگہ پہنچ کر پڑھو جب امیر سریہ فلاں جگہ پہنچا تو خط کھولا اور اس کے اندر جو تحریر تھی اس کو پڑھ کر ساتھیوں کو سنایا اس میں لکھا ہوا تھا کہ تمہیں طائف اور مکہ کے درمیانی علاقہ میں ٹھہرنا ہے اور مکہ والوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنی ہے اور ہمیں مطلع کرتے رہنا ہے اور اپنے ساتھیوں کو رہنے پر مجبور مت کرنا خط پڑھنے کے بعد، آپ ﷺ نے یہ خط لکھ کر دیا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ مقرون بالا جازہ کے لئے گواہی کی ضرورت نہیں ورنہ آپ ﷺ گواہ ضرور بناتے۔

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھ کر بھیجے تھے یہی مکاتبہ کی دلیل ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۲۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

جاننا چاہیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی ایک باب قائم کرتے ہیں پھر وہ تنگی محسوس کرتے ہیں پس بات بڑھا دیتے ہیں، کیونکہ جو بات بڑھائی ہے اس کے دلائل حدیثوں میں ہیں اور پہلی بات کے دلائل نہیں ہیں اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں پھر جب دوسرے جزء کو دلائل سے ثابت کریں گے تو پہلا جزء خود بخود ثابت ہو جائے گا اسی طرح یہاں بھی امام بخاری نے باب قائم کیا ہے باب ما یذکر فی المناولة پھر چونکہ اس کے دلائل حدیثوں میں نہیں ہیں اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بات آگے بڑھائی اور فرمایا والمکاتبة کیونکہ مکاتبہ کا ثبوت حدیثوں میں موجود ہے اور یہاں جو آثار لائے اس سے مکاتبہ کا ثبوت ہو رہا ہے پھر جب ان سے مکاتبہ کا ثبوت ہو گیا تو مناولہ کا ثبوت بھی اس کے ضمن ہو گیا کیونکہ دونوں ایک ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/ ۳۲۵)

(ج):

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکاتبہ کو ایک شرط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مکاتبہ کے ثبوت کے لئے دو گواہوں کی ضرورت ہے۔

(د):

ان آثار سے طریقِ استدلال:

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ آرمینیہ سے لوٹ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس سے پہلے کہ اُمت قرآن میں مختلف ہو جائے آپ اس کی خبر لیں، چنانچہ حضرت عثمان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک کمیٹی بنائی اور ان کو لغتِ قریش کے مطابق چند مصاحف تیار کرنے کا حکم دیا اسی کمیٹی نے پانچ مصاحف تیار کئے ایک مصحف عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس مدینہ میں رکھا اور باقی مصحف مختلف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شہروں میں بھیج دیئے اور حکم دیا کہ مسلمان اسی سے نقلیں لیں اور لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھے ہیں وہ پایۂ تخت کو بھیج دیں جب سب قرآن آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کو جلوا دیا، اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھ کر بھیجے تھے یہی مکاتبہ ہے اور جب یہ مکاتبہ قرآن کے حق میں معتبر ہے تو حدیثوں کے حق میں بدرجۂ اولیٰ معتبر ہوگا۔

(۲) عبداللہ بن عمر عمری یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مکاتبہ کو جائز قرار دیا ہے اور باب بھی یہی ہے: باب ما یذکر فی المناولة والمکاتبة. اور مناولہ کا ثبوت مکاتبہ کے واسطہ سے ہو رہا ہے۔

(۳) محدث حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے مناولہ کے جواز پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث ہے کہ نبی علیہ ﷺ نے آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ روانہ فرمایا جس کی تفصیل جزء ''ہ'' میں آ رہی ہے اس میں ہے کہ آپ علیہ ﷺ نے امیر لشکر کو ایک خط دیا یہی مناولہ ہے اور اس کو مکاتبہ بھی کہہ سکتے ہیں معلوم ہوا کہ مناولہ اور مکاتبہ معتبر ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/۳۲۸)

(ہ):

یہ سریہ ۲ ھ جمادی الثانیہ میں غزوۂ بدر سے پہلے ہوا ہے حضور اقدس علیہ ﷺ نے آٹھ مہاجرین کو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا اور امیر لشکر عبداللہ بن جحش کو ایک خط دیا اور ہدایت کی کہ مکہ کے راستہ پر چلو دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر ساتھیوں کو سنانا پھر اگر کوئی ساتھی واپس لوٹنا چاہے تو اس کو واپس بھیج دینا چنانچہ سریہ روانہ ہوا اور دو دن چلنے کے بعد خط کھول کر پڑھا گیا اس میں لکھا تھا کہ تمہیں طائف اور مکہ کے درمیانی علاقہ میں رہنا ہے اور مکہ والوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی ہے اور ہمیں مطلع کرتے رہنا ہے، چنانچہ جب خط پڑھا گیا تو دو آدمی لوٹ آئے اتنے میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ سامنے آ گیا اور یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی لیکن صحابہ کو ۲۹ چاند کی خبر نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھی یکم رجب کو تیس جمادی الثانیہ سمجھ کر ایک شخص عمرو بن الحضری کو قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو قید کر لیا اور ایک بھاگ نکلا اور کچھ مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا اس کے بعد یہ لوگ مالِ غنیمت لے کر مدینہ لوٹے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا رجب چونکہ حرمت کا مہینہ تھا اس میں لڑائی جائز نہ تھی کفار نے عار بھی دلائی اس لئے تقسیم غنیمت کو موقوف رکھا تا آنکہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ نازل ہوئی۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۲۸)

سوال: ۱۸، صفحہ: ۱۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔

(۱۴۲۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور باب کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کئی لا ینفروا سے حدیث کو مرتبط کیجئے۔

(ج) نیز بتایئے کہ یسّروا کے بعد ولا تعسّروا کی بظاہر ضرورت نہیں تھی تو پھر ولا تعسروا کیوں لائے اور یہ بتائے کہ تبشیر کا مقابل انذار یا تنذیر ہے مقابل نہ ذکر کر کے تنفیر کو کس مقصد کے لئے ذکر فرمایا اگر اس میں کسی صنعت کی طرف اشارہ ہو تو واضح کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسانی کرو تنگی مت کرو اور خوشخبری سناؤ نفرت مت دلاؤ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

باب ما کان النبی ﷺ یتخلوھم بالموعظۃ والعلم کئی لاینفروا سے حدیث پاک کا تعلق اس طور پر ہے کہ باب کے تحت دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث جزء اوّل یعنی موعظ کے اور دوسری حدیث جزء ثانی کے مطابق ہے پہلے چند ابواب میں علم و تبلیغ و تعلیم کی اہمیت بیان کی گئی تو اس سے وہم ہوسکتا ہے کہ آدمی کو ہر وقت علم ہی میں لگا رہنا چاہئے تو امام بخاری نے اس باب کو قائم کرکے اس وہم کو دور فرمایا کہ علم و تعلیم ہونا چاہئے مگر ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ مفضی الی الملال اور موجبِ نفرت نہ ہو نیز امام بخاری نے پہلے ابواب میں طلبہ کو نصیحت کی تھی اب اس باب میں اساتذہ کو نصیحت کر رہے ہیں کہ طلبہ کی ذہنی تربیت کرنی چاہئے ان کی نگہداشت کرنی چاہئے، ان کو تحصیلِ علم میں مشغول رکھنا چاہئے، مگر ان پر ناقابلِ برداشت بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے ورنہ وعظ و نصیحت کا اور تعلیم تعلّم کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا طلبہ متنفر ہوکر بھاگ جائیں گے اور یہی العلم کا لاینفروا سے تعلق ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۲۳۹)

(ج):

یسروا کے بعد ولا تعسروا کو اس لئے لائے تاکہ تیسیر دائمی کا مقصد حاصل ہو، کیونکہ یہ مقصد محض یسروا کہنے سے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ صیغہ امر مدأ مور کے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے اس لئے خارج سے مدد حاصل کرنی پڑی ہے اس لئے یسروا کے بعد ولا تعسروا ذکر کیا گیا۔

تنفیر کو اس لئے ذکر کیا کہ (۱) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم میں انذار کا عمل عموماً تنفیر کا باعث ہوتا ہے اس لئے بشروا کا مقابلہ تنفیر کے ساتھ لایا گیا، اس میں صنعت حکمت کی طرف اشارہ ہے۔

مگر استاذ محترم حضرت سعید احمد پالن پوری زید مجدھم فرماتے ہیں کہ تبشیر کا مقابلہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بے شک انذار ہے مگر انذار کے لئے تنفیر لازم ہے پس ملزوم کی جگہ لازم ذکر کیا گیا ہے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے ایسا تو کیا جاتا ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۴۰)

سوال: ۱۹، صفحہ: ۱۶

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةٌ عَلٰى أَمْرِ اللهِ لَا تَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مطلب لکھیں اور حدیث میں مذکورہ تینوں باتوں کی ضروری تفصیل لکھیں۔

(ب) اور بتائیں کہ تینوں باتوں میں کیا جوڑ ہے سوچ کر لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خیر منظور ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ دین کا فہم عطا فرماتے ہیں اور میں صرف بانٹنے والا ہوں دینے والا اللہ تعالیٰ ہیں اور اس امت کی ایک جماعت برابر دین حق پر قائم رہے گی مخالفین ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے۔

مطلب حدیث اور حدیث میں مذکورہ باتوں کی تفصیل:

(۱) جو عالم دین بنتا ہے وہ اللہ کی عنایت سے بنتا ہے اپنی محنت سے کوئی کچھ حاصل نہیں کر سکتا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ان کو بعد از وفات کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمایا محمد اگر مجھے تیرے ساتھ خیر منظور نہ ہوتی تو میں تجھے اپنا علم نہ دیتا۔

(۲) میں صرف بانٹنے والا ہوں دینے والا اللہ تعالیٰ ہیں اگر استاد کے بس میں ہوتا تو وہ تمام تلامذہ کو علم گھونٹ کر پلا دیتا مگر استاد کے بس میں کچھ نہیں استاد صرف پڑھاتا ہے پھر کس کو علم کتنے ملے گا یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے لہٰذا اللہ سے لو لگاؤ اس سے مانگو اس دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آتا البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ طالبِ علم نے خوب محنت کی ہو اللہ تعالیٰ سے لو بھی لگائی ہو مگر اس کا ذہن کمزور ہو اس لئے وہ فقیہ نہ بن سکا، مگر وہ بھی محروم نہیں رہے گا اس لئے کہ مے خانہ کا محروم بھی محروم نہیں اللہ تعالیٰ اس کے علم میں نورانیت پیدا فرمائیں گے اور اس سے ایسے ایسے کام لیں گے کہ بڑے بڑے علماء، فقہاء اور حکماء اس پر رشک کریں گے۔

(۳) پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اس امت میں ایک جماعت برابر دین حق پر جمی رہے گی مخالفین ان کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

اس جماعت کی تعیین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کسی نے اس کا مصداق مجاہدین کو قرار دیا ہے کسی نے محدثین کو کسی نے فقہاء کو اور کسی نے علماء کو لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس کا مصداق اہلِ سنت والجماعت ہیں مشہور حدیث ہے کہ اس امت کے تہتر فرقے ہوں گے ان میں ایک ناجی اور باقی ناری و گمراہ ہوں گے اور ظاہر ہے وہ گمراہ فرقے اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے اور ایک فرقہ جو ناجی ہوگا وہ اہل السنہ والجماعۃ ہے پس وہی حدیث کا مصداق ہیں اور علماء، فقہاء محدثین مجاہدین اور حکماء و امراء سب اس میں آگئے اور امر اللہ سے قیامت اور قربِ قیامت مراد ہے۔

(ب):

تینوں باتوں میں جوڑ: تینوں اجزاء میں ربط یہ ہوا کہ جس کے ساتھ اللہ خیر چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور ہر شخص کو فقاہت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے مگر دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں جس کی قسمت میں ہوگا اس کو فقاہت مل جائے گی اور جس کی قسمت میں نہیں ہوگا وہ بھی محروم نہیں رہے گا اور یہی علماء، فقہاء، صلحاء اور محدثین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اُمت پر محنتیں کریں گے اس کے نتیجہ میں ایک جماعت دین حق پر جمی رہے گی مخالفین کی ریشہ دوانیاں ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گی۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۴۳)

سوال: ۴۰، صفحہ: ۱۷

بَابُ مَاذُكِرَ فِي ذِهَابِ مُوسٰى فِي الْبَحْرِ اِلَى الْخِضَرِ وَقَوْلِه تَعَالٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ الخ.

(الف) اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس طرح واضح کریں کہ باب کا تعلق کتاب العلم سے ثابت ہوجائے۔

(ب) اور بتایئے کہ آیت کریمہ فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ اور حدیث پاک خرجا یمشیان کا تقاضا ہے کہ یہ سفر بحری نہیں تھا پھر امام موصوف کا قول ذھاب موسٰی فی البحر الی الخضر کس طرح درست ہوگا۔

الجواب:

(الف):

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ (۱) علم حاصل کرنے کے لئے مشقت اُٹھانا چاہئے۔ (۲) حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ترغیب کو بیان کرنا ہے۔ (۳) بعض مشائخ نے کہا یہاں دریائی سفر کی ترغیب مقصود ہے۔ (۴) امام بخاری فرماتے ہیں کہ کبھی تحصیلِ علم کے لئے سفر ناگزیر ہوجاتا ہے۔ پس سفر کر سکتے ہیں اور سمندری سفر بھی کر سکتے ہیں دورِ اوّل میں سمندر کا سفر خطرناک سمجھا جاتا تھا بغیر اِنجن کی بوٹیں ہوا کے رحم وکرم پر چلتی تھیں، کبھی ڈوب بھی جاتی، کبھی کہیں سے کہیں نکل جاتی تھیں، چنانچہ حدیث ہے: لا یرکب البحر الا حاج اومعتمر اوغاز فی سبیل اللہ کہ دریا کا سفر نہ کرے مگر حاجی یا عمرہ کرنے والا یا غازی یعنی نہایت اہم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضرورت ہی سے دریا کا سفر کیا جائے بے ضرورت خطرہ نہ مول لیا جائے اور تحصیلِ علم کے لئے سفر کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی نہایت اہم ضرورت ہے۔

(۵) اوپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد آیا ہے کہ سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کرلو اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کی تھی کہ قبل السیادہ علم حاصل کرنا بھی جائز ہے اور بعد السیادہ بھی حضرات صحابہ نے کبر سنی میں علم حاصل کیا ہے اس پر کوئی کہہ سکتا تھا کہ صحابہ کا کبر سنی میں علم حاصل کرنا ایک مجبوری تھی ان کو عالم جوانی میں کوئی معلم نہیں ملا تھا اس لئے جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضور ﷺ سے متعلق ہوئے تب علم حاصل کیا لہٰذا یہ بات تحصیلِ علم بعد السیادہ کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث لائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے پیغمبر صاحب کتاب رسول تھے، انہوں نے تحصیلِ علم کے لئے سفر فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حصولِ علم کی راہ میں سیادت مانع نہیں ہونی چاہیے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۵۲)

(ب):

موصوف کا قول ذهاب موسٰی فی البحر الی الخضر کی درستگی کی چند صورتیں ہیں:

(۱) بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ الی بمعنیٰ مع ہے تقدیر عبارت فی ذهاب موسٰی فی البحر مع الخضر تو مطلب بالکل صحیح ہوجائے گا۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا الی الخضر سے حرفِ عطف واؤ مقدر ہے تقدیر عبارت یہ نکالی گئی فی ذهاب موسٰی فی البحر و الی الخضر مطلب یہ ہے کہ دونوں قصہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر کے ساتھ سمندر میں اور خضر سے ملنے کے لئے جانا دونوں واقعات اس باب میں مذکور ہوں گے۔

(۳) بعض لوگوں نے یہ کہا کہ مچھلی جہاں کود کر سمندر میں چلی گئی تھی اُس مقام پر ایک طاقچہ بن گیا تھا، حضرت موسیٰ اس میں داخل ہوکر حضرت خضر کے پاس پہنچے تھے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے ذہاب موسٰی فی البحر الی الخضر کہا گیا۔

(۴) حضرت موسٰی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے پہلے خشکی کا سفر کیا پھر ان کے ہمراہ بحری سفر کیا اور وہی علمی سفر تھا اس سے پہلے جو خشکی کا سفر کیا تھا وہ اس سفر کی تمہید تھا اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم و تاخیر کی ہے الی الخضر کو جو حقیقت میں مقدم ہے بعد میں لائے اور فی البحر کو پہلے لائے، کیونکہ وہی علمی سفر تھا اور باب کا مقصد بھی یہی ہے کہ تحصیلِ علم کے لئے بحری سفر کا جواز بیان کرنا اس لئے فی البحر کو پہلے لائے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۴۸)

سوال: ۲۱، صفحہ: ۱۷

بَاب مَتٰى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

(۱۴۱۷-۱۴۲۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تحمل حدیث اور اداء حدیث کے سلسلہ میں کسی عمر کی قید ہے یا نہیں اور اس میں محدثین حضرات کا کیا اختلاف ہے محدثین کرام کی آراء کو مدلّل تحریر فرمانے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ میں جو رائے ہے اس کو بھی واضح فرمائیے۔

(ج) حدیث پاک کا ترجمۃ الباب سے تعلق ثابت کیجئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: تحملِ حدیث کے لئے کتنی عمر ضروری ہے۔ حضرت محمود بن الربیع کہتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ نبی کریم ﷺ کا کلی کرنا مجھے یاد ہے ایک ڈول سے لے کر جس کو آپ ﷺ نے میرے منھ پر ماری اور میں پانچ سال کا تھا۔

(ب):

تحملِ حدیث اور اداء حدیث کے لئے کسی عمر کی قید ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات مثلاً یحییٰ بن معین کا مسلک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ضروری ہے اور یزید بن ہارون نے تیرہ سال کی عمر مقرر کی ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں عمر کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ جب بھی بچہ میں شعور وتعقل وتمیز پیدا ہو جائے حدیث کا پڑھنا اور سننا صحیح ہے۔

امام بخاری امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔

یحییٰ بن معین کی دلیل: جنگِ بدر کے وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر پندرہ سال سے کم ہونے کی بنا پر انہیں شرکتِ جنگ کی اجازت نہیں دی گئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ تحملِ حدیث کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونی ضروری ہے۔

امام احمد کی دلیل: اس باب کی دونوں حدیثیں (۱) پہلی حدیث ابن عباس کی انہوں نے اس کو قریب البلوغ میں حاصل کیا۔ (۲) دوسری حدیث محمود بن الربیع کی ہے اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔

ان دونوں روایتوں میں عمر کی تحدید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے اور دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تحمل حدیث کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں بلکہ شعور، تمیز وتعقل کافی ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۵۵)

(ج):

حدیث پاک کا تعلق ترجمۃ الباب سے اس طور پر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے اس باب میں محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے جس میں محمود رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے رسولِ کریم ﷺ کا ایک ڈول سے چلّو بھر کر پانی لے کر کلی کرنا یاد ہے۔ جس کو آپ ﷺ نے میرے منھ پر مارا اور میں پانچ سال کا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچ سال کی عمر میں بھی تحمّلِ حدیث درست ہے تحمّلِ حدیث کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں جب بھی بچے میں شعور پیدا ہوجائے سماع معتبر ہے اور باب بھی یہی ہے متی یصح سماع الصغیر پس مناسبت ظاہر ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۵۵)

سوال: ۲۲، صفحہ: ۱۸

قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لأحدثکم الخ کیوں فرمایا ہے اور یظهر الجهل والزناء میں ظہور سے کیا مراد ہے؟ اور قربِ قیامت میں مرد کم کیوں ہوجائیں گے۔

(ج) وقال ربيعة لاينبغي لاحد عنده شيئ من العلم ان يضيع نفسه کا کیا مطلب ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوں جو میرے بعد تمہیں کوئی نہیں سنائے گا میں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ (۱) علم کم ہوجائے (۲) جہل ظاہر ہوجائے (۳) زنا پھیل جائے (۴) عورتیں زیادہ ہوجائیں اور مرد کم ہوجائیں یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد ہو۔

(ب):

لأحدثكم الخ فرمانے کی وجہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں وفات پانے والے صحابہ میں آخری صحابی ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ سے یہ حدیث سننے والا اب میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا اس لئے کوئی بیان نہیں کرے گا۔

یظهر الجهل کا مطلب: جہالت لوگوں کے دلوں میں جم جائے گی اور ان پر جہالت کا غلبہ ہوجائے گا اور عام طور پر لوگوں کے دلوں سے شرعی علوم کی رغبت کم ہوجائے گی اور لوگ شرعی علوم سے اعراض کرنے لگیں گے اور دنیاوی علوم اور دنیا کے مال و اسباب کی طرف مائل ہوں گے جس کے نتیجہ میں شرعی علوم کے بارے میں ان کی جہالت عام ہوجائے گی۔

ویظهر الزناء: زنا عام ہوجائے گا اور لوگ زنا کو گناہ بھی نہیں سمجھیں گے۔ اور زنا کے گندی حرکت ہونے کا احساس بھی ان کے دلوں سے اُٹھ جائے گا، بلکہ لوگ اس کو عصر کی مڈرن سمجھیں گی۔

اور قربِ قیامت میں مرد کی قلت کی وجہ: قربِ قیامت میں پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد ہوگا اس کی کیا صورت اور وجہ ہوگی یہ بات ابھی نہیں بتائی جاسکتی یا تو مرد جنگوں میں مارے جائیں گے اس لئے یہ صورت حال ہوجائے گی یا لڑکیوں کی شرح پیدائش بڑھ جائے گی یا کوئی اور وجہ ہوگی بہرحال وقت پر ہی اس کی وجہ معلوم ہوگی، قبل از وقت کچھ کہنا مشکل ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۶۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

ربیعۃ الرائی کے قول کا مطلب: ربیعۃ الرائے جو بہت بڑے محدث وفقیہ ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں فرماتے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کچھ علم دیا ہے اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے اور خود کو ضائع کرنا یہ ہے کہ پڑھ کر فارغ ہو جائے اور علم کے ساتھ تعلقات چھوڑ دے پس جو تھوڑا بہت علم حاصل کیا تھا وہ بھی ضائع ہو جائے گا لہٰذا فراغت کے بعد بھی پڑھائی جاری رکھنی چاہئے کیونکہ قطرہ قطرہ دریا شود ہے اگر پڑھنا جاری رکھے گا تو علم بڑھتا رہے گا ورنہ علم ضائع ہو جائے گا۔

(تحفۃ القاری ۱/۳۶۰)

سوال: ۳۴، صفحہ: ۱۸

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، إِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ حَتّٰى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ.

(۱۴۱۳ھ)

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب بیان کریں نیز یخرج کا فاعل بتائیں۔

(ب) اس سے قبل ص ۱۴ میں باب فضل العلم امام بخاری نے ذکر کیا ہے اب مکرر باب فضل العلم اس جگہ ذکر کرنا بظاہر باب میں تکرار ہے حالانکہ بخاری شریف میں مقاصد کے اعتبار سے ابواب میں تکرار نہیں ہے پھر تکرار کا جواب اور فضل کے معنی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیے۔

(ج) حدیث کو ترجمۃ الباب سے کس طرح مناسبت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

الف):

ترجمہ: علم کی فضیلت کا بیان: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دریں اثناء کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں نے اس کو پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے (یہ عربی محاورہ ہے اور اُردو محاورہ ہے میرا رواں رواں سیراب ہو گیا) پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر کو دیا صحابہ نے پوچھا اس کی تعبیر کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: علم۔

مطلب: آنحضور ﷺ کے بعد امت میں سب سے اونچا علمی مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جزئی فضیلت ہے اس سے ان کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر برتری لازم نہیں آتی ہے پس اس حدیث سے عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

یخرج کا فاعل ضمیر مستتر ھو ہے جو اثر الری کی طرف راجع ہے۔

ب):

تکرار باب کا جواب: (۱) فضل کے دو معنی ہیں (۱) فضیلت (۲) ضرورت سے فاضل۔ سابق میں علم کی فضیلت کو بیان کیا گیا تھا اور یہاں فاضل عن الحاجۃ کو حاصل کرنا اور اس کے حکم کا بیان ہے۔

(۲) ابتداء باب میں علماء کی فضیلت کا بیان تھا اور یہاں علم کی فضیلت کا بیان ہے وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو آیتیں لکھی ہیں ان میں علماء کی فضیلت ہے اور اب علم کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور اتنا سا معمولی فرق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیا باب قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) کتاب العلم کے شروع میں جو باب ہے وہ بعض نسخوں میں ہے اکثر نسخوں میں نہیں ہے لہذا تکرار نہیں ہے اور حضرت الاستاد نے بتایا کہ یہ جواب راجح ہے اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر کتاب کے شروع میں آیات لکھتے ہیں اور پوری کتاب کی حدیثیں ان ہی آیات کی تفسیر ہوتی ہیں، کتاب العلم کے شروع میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو آیتیں لکھی ہیں وہاں باب نہیں ہے۔

(تحفۃ القاری ا/ ۳۶۲)

(ج):

باب سے حدیث کی مناسبت: آنحضور ﷺ نے اپنا بچا ہوا دودھ یعنی علم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اس سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(تحفۃ القاری ا/ ۳۶۲)

سوال: ۲۴، صفحہ: ۱۸

بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ. فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ. وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

(۱۴۱۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کیجئے۔

(ب) نیز بتائیے کہ ثبوتِ رضاعت کے لئے کتنے افراد کی شہادت درکار ہے ائمہ کرام کا جو بھی اختلاف ہو اس میں، مدلل تحریر فرما کر راجح کو ترجیح دیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) اگر مذکورہ حدیث جمہور کے خلاف ہو تو اس کا معقول جواب دیجئے۔

(د) امام بخاری نے کتاب العلم، (ص ۱۷) پر ایک باب باب الخروج فی طلب العلم منعقد فرمایا ہے بظاہر ان دونوں بابوں کی غرض ایک معلوم ہوتی ہے حالانکہ مقاصد و اغراض کے اعتبار سے بخاری کے ابواب میں تکرار نہیں ہے اس اشکال کا جواب اس طرح دیجئے کہ دونوں بابوں کی غرض میں امتیاز ہو جائے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: پیش آمدہ مسئلہ کی وجہ سے سفر کرنا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا جب شادی کی شہرت ہوئی تو ایک کالی عورت ان کے پاس آئی اس نے کہا عقبہ تو نے کس سے نکاح کر لیا میں نے تجھے اور جس سے تو نے نکاح کیا ہے دونوں کو دودھ پلایا ہے عقبہ نے کہا یہ بات میں نہیں جانتا نہ آج سے پہلے تو نے یہ بات بتائی پھر وہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ گئے اور آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کیسے نکاح میں رکھو گے جبکہ وہ یہ بات کہہ رہی ہے؟ چنانچہ حضرت عقبہ نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا۔

تشریح: جب نکاح کی شہرت ہوئی تو ایک حبشن آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے پس تم دونوں بھائی بہن ہو اور تمہارا نکاح درست نہیں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے مدینہ پہنچے اور آپ سے عرض کیا میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا اب ایک حبشن کہتی ہے میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور یا رسول اللہ وہ جھوٹی ہے پس نبی ﷺ نے رخ پھیر لیا انہوں نے دوسری طرف سے آکر یہی بات عرض کی تو آپ ﷺ نے پھر منھ پھیر لیا ان کو احساس نہ ہوا کہ آپ ﷺ کیوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعراض کر رہے ہیں جب تیسری مرتبہ یہی بات عرض کی تو آپ ﷺ نے رخ نہیں پھیرا بلکہ فرمایا جب وہ کہتی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو تم اس کو نکاح میں کیسے رکھو گے اسے چھوڑ دو۔

(ب):

ثبوت رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے:

(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے بشرطیکہ وہ خود مرضعہ ہو اور دوسرے گواہ کی جگہ اس سے قسم لی جائے۔

دلیل: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے تنہا مرضعہ کی شہادت کا اعتبار فرمایا ہے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک ثبوت رضاعت کے لئے نصاب شہادت ضروری ہے جو عام دعاوی میں معتبر مانا جاتا ہے (یعنی امام شافعی کے نزدیک دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی یا چار عورتوں کی گواہی ضروری ہے اس سے کم شہادت کے لئے کافی نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی کافی ہے غرض ائمہ ثلاثہ نے رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی کا اعتبار کیا ہے اور حنفیہ کے نزدیک ثبوتِ رضاعت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے تنہا عورتوں کی گواہی سے حرمت ثابت نہیں ہوگی)۔

دلیل: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ الخ

جمہور کا مذہب راجح ہے کیونکہ یہ احتیاط پر محمول ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۱/۳۷۷)

(ج):

حدیث کی توجیہ: (۱) آپ ﷺ کا یہ فیصلہ بطور قضاء نہیں تھا اس لئے کہ قضاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں مدعی مدعی علیہ اور شاہد کا مجلس قضا میں حاضر ہونا ضروری ہے یہاں صرف حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع دی نہ تو مرضعہ قاضی کے سامنے آئی اور نہ گواہی دی پس یہ حدیث کسی بھی امام کا مستدل نہیں بن سکتا۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۱۷۱/ ۳)

(۲) بخاری کی ایک روایت میں ہے فاعرض عنه وتبسم النبي ﷺ وقال كيف وقد قيل. اگر ایک عورت کی شہادت کافی ہوتی تو اعراض نہ فرماتے بلکہ اسی وقت حرمت کا حکم دے دیتے، کیونکہ نبی کے سامنے خلاف شرع کام ہوگا اور نبی اعراض اور سکوت کرے گا ایسا نہیں ہو سکتا۔

(۳) بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث سے اس عورت کو کوئی رنجش ہوگئی تھی اس رنجش کی وجہ سے اس نے یہ شہادت دی اور ظاہر ہے کہ یہ کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

(و):

پہلے باب باب الخروج فی طلب العلم میں مستقلا طلب علم کے لئے سفر کرنے کا بیان ہے اس باب میں عارضی طور پر کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے سفر کرنے کا بیان ہے گویا کہ پہلے باب میں علم کلی کا ذکر تھا اس میں جزئی مسئلہ کا بیان ہے ان دونوں بابوں میں فرق بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان هذا اخص وذالك اعم مذکورہ تقریر سے معلوم ہوا دونوں بابوں کا مقصد الگ الگ ہیں لہٰذا تکرار نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ عمدۃ القاری ۱/ ۱۴۰)

سوال: ۲۵، صفحہ: ۲۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ. قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ. قَالَ قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ.
فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

(۱۴۱۰-۱۴۲۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) امام بخاری نے کتاب العلم میں باب کتابة العلم کے تحت اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے حدیث کو باب سے اور باب کو کتاب العلم سے کس طرح تعلق ہے۔

(ج) نیز بتائے کہ حدیث پاک کی کتابت کے بارے میں کیا کوئی اختلاف تھا جس کی وجہ سے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔

(د) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے صریح حکم ائتونی بکتاب کی کیوں مخالفت کی وجہ مخالفت کو بیان کیجئے اور لا تضلوا میں ضلال کا کیا معنی ہے تحریر کریں۔

(ہ) فخرج ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے، حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر موجود ہونا ثابت نہیں ہے پھر عبارتِ مذکورہ کا کیا مطلب ہوگا واضح طور پر تحریر فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مرض وفات میں حضور اقدس ﷺ کی تکلیف بڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس کاغذ قلم لاؤ میں تمہیں وہ بات لکھوادوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت آپ ﷺ پر مرض کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس قرآنِ کریم موجود ہے قرآن ہمارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لئے کافی ہے پس موجود لوگوں میں اختلاف ہوا، چنانچہ شور زیادہ ہوا پس آپ ﷺ نے فرمایا سب میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے جب گھر سے نکلے تو طالبین سے فرمایا مصیبت بالائے مصیبت یہ ہوئی کہ آپ ﷺ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں لوگ اس کے درمیان اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہو گئے۔

(ب):

حدیث کا باب سے ربط واضح ہے کہ آپ ﷺ نے آخر حیات میں کچھ لکھوانا چاہا یہی کتابت علم ہے مگر باہمی اختلاف مانع بنا اس لئے تحریر وجود میں نہیں آئی مگر ارادہ کرنا استدلال کے لئے کافی ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۴۰۹)

باب کو کتاب العلم سے تعلق اس طور پر ہے کہ علم اپنی ذات تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ جو کچھ دین کا علم حاصل کیا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہیے مگر اس اہتمام کے ساتھ ساتھ احتیاط بھی لازم ہے کہیں شوق تبلیغ میں کوئی غلط آپ ﷺ کی جانب منسوب نہ ہو جائے اس لئے احادیث کے نقل میں احتیاط ضروری ہے اس احتیاط کی چند صورتیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ارشادات کو لکھ لیا جائے اس لئے امام بخاری اس باب یعنی کتابت العلم کو کتاب العلم کے تحت بیان کیا ہے اور یہ حصولِ علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

(ج):

شروع میں حدیثیں لکھنے کی مخالفت تھی مگر اسی زمانہ میں حدیثیں لکھی بھی گئیں جب مانع ختم ہو گیا تو حدیثوں کی تدوین کا سلسلہ شروع ہوا اور اب اس کے جواز پر اجماع ہے چونکہ علماء سلف کا اختلاف تھا دورِ اوّل میں اس میں، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متعدد روایات کتاب العلم میں لا کر کتابت علم کو ثابت کر دیا اور جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) مخالفت کے جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم عدولی نہیں کی تھی بلکہ خیر خواہی کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے ایسی تکلیف اور بیماری کی شدت میں حضور کو تکلیف دینا مناسب نہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ میں سے لفظ "رسول اللہ" کو مٹانے کا حکم دیا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں مٹایا یہ حکم عدولی نہیں تھی بلکہ یہ انکار کمال محبت اور کمالِ عظمت کی دلیل تھی۔

نیز اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ پانچ روز باحیات رہے ہیں اگر جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے وہ اتنی ہی ضروری تھی تو آپ ﷺ ضرور قلم کاغذ منگوا کر ضرور اس کو لکھنے کا حکم دیتے، کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ نبی کے پاس کوئی حکم شرعی آئے گا اور نبی کا انتقال اس کی تبلیغ سے پہلے ہوجائے گی مگر ایسا نہیں کیا معلوم ہوا یہ حکم ایسا ضروری نہیں تھا جس پر دین و شریعت کا مدار ہو بلکہ بربناءِ شفقت کچھ لکھوانا چاہتے تھے اور صحابہ نے قرائن سے اس کو سمجھ لیا اس لئے آپ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔

(۲) حضور ﷺ نے محض اپنے صحابہ کا امتحان لینے کے لئے یہ فرمایا تھا کہ قلم کاغذ لاؤ تا کہ میں ایک ایسی ضروری تحریر لکھوادوں جس کے بعد لوگ گمراہ نہیں ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیتِ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے قرینہ سے سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ہمارا امتحان لے رہے ہیں ورنہ آپ ﷺ کا یہ حکم آیت کے خلاف ہونا لازم آئے گا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی ہے۔

ضلال کے معنی: (۱) دینی امر میں بے تدبیری (۲) دنیاوی مسائل میں بے تدبیری جیسا کہ اِنَّ اٰبَآنَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ میں ہے (۳) مفصل دستور العمل سے ناواقفیت کے وقت بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۴) غلط کے معنی میں جیسا کہ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (۵) بے فائدہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کقولہ تعالٰی وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ. (۶) بے حقیقت کے معنی میں بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استعمال ہوتا ہے۔ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ (۷) گمراہی کے معنی میں کقولہٖ تعالیٰ ہُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.

(ہ):

نخرج ابن عباس رضی اللہ عنہ مدتوں کے بعد ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو عبید اللہ تابعی سے بیان کرتے وقت حسرت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے ان الرزیۃ کل الرزیۃ اپنے گھر سے باہر نکلے راوی نے اس کو ایک جگہ بیان کر دیا جس سے وہم پیدا ہو گیا کہ شاید ابن عباس اس جگہ موجود تھے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۴۰۹)

سوال:۲۶، صفحہ:۲۲

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ.

(۱۴۰۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کر کے حدیث سے ترجمۃ الباب کو ثابت کیجیے۔

(ج) فتن وخزائن سے کیا مراد ہے؟

(د) بیدار ہونے کے بعد تسبیح کرنے کا کیا مطلب ہے علم وعظہ کی الگ الگ وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رات میں علمی باتیں اور نصیحت کرنا، حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رات نبی علیہ السلام بیدار ہوئے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہیں آج رات کتنے فتنے اُتارے گئے اور کتنے خزانوں کے دروازے کھولے گئے کمرے والیوں (ازواج مطہرات) کو بیدار کرو۔ بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی آخرت میں ننگی ہوں گی۔

(ب):

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا مقصد:

گزشتہ باب کا حاصل یہ تھا کہ علم کو لکھ کر محفوظ کر لو اور اب یہ باب باندھ کر یہ بتانا مقصد ہے کہ دن تو پڑھنے کے لئے ہے ہی، رات میں بھی پڑھو پھر چاہے رات کے شروع میں سو جاؤ پھر اُٹھ کر پڑھو، صبح کے وقت ذہن تازہ ہوتا ہے اس وقت کا مطالعہ بہت مفید ہوتا ہے اگر چاہو تو رات کے شروع میں پڑھو پھر سو جاؤ اکثر لوگوں کے لئے یہی آسان ہے اس لئے اگلا باب لائیں گے باب السمر بالعلم سمر کے معنی ہیں رات میں سونے سے پہلے باتیں کرنا پس سونے سے پہلے پڑھنا پڑھانا بھی سمر ہے۔

نیز ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کان النبی ﷺ یکرہ النوم قبل العشاء والحدیث بعدھا اس حدیث سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ تعلیم و تعلم، وعظ و نصیحت بھی عشاء کے بعد ممنوع ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کر کے اس شبہ کو زائل کر دیا اور بتادیا دنیاوی بات چیت کے علاوہ خیر بھلائی کی بات اس میں داخل نہیں ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت: یہ ارشاد حضور علیہ السلام نے رات کے پچھلے حصہ میں بیدار ہونے کے بعد فرمایا ہے پس رات میں سو کر اُٹھنے کے بعد پڑھنے پڑھانے کا ثبوت نکل آیا ہے اور یہی باب کا مدعیٰ ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۱۰)

(ج):

فتن سے مراد: وہ عذاب ہے جو بعد میں اُمت پر آنے والے ہیں کیونکہ فتنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزولِ عذاب کا سبب ہے اور خزائن سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کما فی قولہٖ تعالیٰ: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ. (۲) قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ.

(د):

بیدار ہونے کے بعد تسبیح کا مطلب:

آپ علیہ السلام نے رات میں خواب دیکھا جس سے گھبرا کر اُٹھ گئے اور تعجباً سبحان اللہ کہا ہے اور عرب والے مقامِ تعجب میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور تغیر کے وقت بھی سبحان اللہ بولا کرتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم واجب الوجود ہے جو تغیر سے منزہ ہے لہٰذا ہر تغیر اللہ کی ذات کے واجب الوجود ہونے کی شاہد و دلیل ہے تو تعجب سے سبحان اللہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ پاک ہیں حادث اور متغیر ہونے سے۔

علم کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ علم اجلی البدیہیات میں سے ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ علم کی ضد جہالت ہے لہٰذا یہ قابلِ تعریف نہیں ہے لیکن اکثر علماء نے اس کی تحدید کی ہے تقریباً ۱۵ اقوال علماء نے بیان کیا ان میں سے زیادہ مشہور دو قول ہیں (۱) میر سید شریف کا ہے هو صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت به (۲) علامہ عینی کا ہے هو صفة توجب تمييزا لايحتمل النقيض فى الأمور المعلومات لاالحسيات.

وعظ کی وضاحت: الوعظ هو الدعاء الى مافيه الصلاح والنهى عما فيه الفساد. بھلائی کی طرف بلانا اور برائی سے منع کرنا۔

سوال: ۲۷، صفحہ: ۲۴

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ. شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا.

(۱۴۱۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) استقبالِ قبلہ اور استدبار قبلہ بغائط او بول میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے اس کو مع ادلہ بیان کیجئے۔

(ج) اور مسلک راجح کو ترجیح دیتے ہوئے بتائیے کہ شرّقوا او غرّبوا کے مخاطب کون لوگ ہیں؟

(د) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب میں الا عند البناء جدار او نحوہ کا استثناء حدیث مذکور سے کس طرح کرتے ہیں جبکہ حدیث میں استثناء موجود نہیں ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نشیبی زمین میں آئے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منھ یا پیٹھ کرے۔

(ب):

استقبال القبلة اور استدبار القبلة بغائط او بول میں کل سات مذہب ہیں ہر مذہب مع دلائل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) استقبال اور استدبار دونوں علی الاطلاق ناجائز ہیں خواہ کھلی فضا میں ہو یا آبادی میں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اتیتم الغائط فلاتستقبلوا القبلۃ ببول ولاغائط ولاتستدبروھا۔

وجہ استدلال: اس حدیث میں قبلہ کی جانب رُخ اور پشت دونوں کرنے سے منع کیا گیا، نیز جنگل اور آبادی کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس لئے دونوں کو عام ہے۔

(۲) داؤد ظاہری، ربیعۃ الرائے اور اصحابِ ظواہر کے نزدیک استقبال و استدبار دونوں مطلقاً جائز ہیں۔

دلیل: (۱) عن جابر رضی اللہ عنہ نھی نبی اللہ ﷺ ان نستقبل القبلۃ ببول فرأیتہ قبل ان یقبض بعام یستقبلھا۔

وجہ استدلال: اس حدیث سے صحراء میں پیشاب کرتے وقت استقبال کا جواز ثابت ہوا پس وہی حکم استدبار کا بھی ہوگا۔

(۲) عن ابن عمر ﷺ قال ارتقیت یوما علی بیت حفصۃ فرأیت النبی ﷺ علی حاجتہ مستقبل الشام مستدبر الکعبۃ۔

وجہ استدلال: اس روایت سے بنیان میں استدبار کا جواز ثابت ہوا پس وہی حکم استقبال کا بھی ہوگا پس جب دونوں حدیثوں سے دونوں کا جواز مطلقاً ثابت ہوگیا تو ممانعت کی روایتیں منسوخ ہوگئیں۔

(۳) امام شافعی اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں باتیں بنیان میں جائز ہیں اور صحراء میں ناجائز۔

دلیل: عن ابن عمر ﷺ قال ارتقیت یوما علی بیت حفصۃ فرأیت النبی ﷺ علی حاجتہ مستقبل الشام مستدبر الکعبۃ۔

وجہ استدلال: اس روایت سے بنیان میں استدبار کا جواز ثابت ہوتا ہے اور امام مالک اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ استقبال کو اس پر قیاس کرتے ہیں۔

(۲) عن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ ﷺ قوم یکرھون ان یستقبلوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بفروجهم القبلة فقال اراهم قد فعلوها استقبلوا بمقعدتی القبلة.

وجہ استدلال: نیز اس حدیث سے بھی بنیان میں استقبال ثابت ہوتا ہے۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استقبال بہرصورت ناجائز اور استدبار بہرصورت جائز۔

دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور صحراء میں استدبار کو بنیان میں استدبار پر قیاس کیا ہے۔

(۵) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استقبال بہرصورت ناجائز اور استدبار آبادی میں جائز اور صحراء میں ناجائز ہے۔

دلیل: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔

(۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استدبار مطلقاً جائز ہے اور استقبال صرف بنیان میں جائز ہے صحراء میں جائز نہیں۔

دلیل: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

(۷) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیت اللہ کی طرح بیت المقدس کی طرف بھی دونوں مطلقاً مکروہ ہیں۔

دلیل: عن معقل بن ابی معقل الاسدی ﷺ قال نهى رسول الله ﷺ ان نستقبل القبلتين ببول اوغائط.

وجہ استدلال: اسی حدیث میں بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف استقبال واستدبار کو منع کیا گیا ہے۔

(ج):

مسلکِ احناف متعدد وجوہ سے راجح ہے اور اس کی وجہ ترجیح حدیث ابوایوب کی ترجیح پر موقوف ہے اور حدیث ابوایوب الانصاری متعدد وجوہ سے راجح ہے۔

(۱) یہ حدیث بالاتفاق اصح مافی الباب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اور یہ روایت ایک قانون کلی کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مقابلہ میں تمام دوسری روایات واقعات جزئیہ ہیں اور حنفیہ قانون کلی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۳) حضرت ابوایوب الانصاری کی روایت قولی ہے اور مخالف کی روایتیں فعلی ہیں اور قاعدہ ہے کہ فعلی کے مقابلہ میں قولی کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۴) ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت محرم ہے اور مخالف کی روایتیں مبیح ہیں اور قاعدہ ہے محرم مبیح میں تعارض کے وقت محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۵) یہ روایت قیاس کے بھی مطابق ہے کیونکہ روایت میں ہے: من تفل تجاہ القبلة جاء یوم القیامة وتفله بین عینیه جب تھوکنے کی ممانعت ہے تو قضاء حاجت کے وقت استقبالِ قبلہ کی ممانعت بطریقِ اولیٰ ہوگی۔

شرّقُوا او غرّبُوا کا حکم مدینہ والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو کعبہ سے شمال یا جنوب میں رہتے ہیں اور جو لوگ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں جیسے ہم مشرق میں ہیں تو ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ یا پیٹھ کریں۔

(ارشح المحمود ۱/ ۲۷، درسِ ترمذی)

(د):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب میں الا عند البناء جدار او نحوہ کا استثناء حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ارتقیت یوما علی بیت حفصة رضی اللہ عنہا الخ سے کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجیحی مسلک کو بیان کرتے وقت ترجمہ میں عام کو خاص اور خاص کو عام کر کے بیان کرتے ہیں جیسا کہ یہاں حدیث میں عام ہے لیکن باب کو عند البناء سے مقید کیا ہے۔

سوال: ۲۸، صفحہ: ۲۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا.

(۱۴۲۰ھ)

(الف) سورِ کلب کی پاکی و ناپاکی میں ائمہ کرام کا کیا اختلاف ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس کے ساتھ ہیں اس مسئلہ میں ہر ایک کے مسلک کو مدلل تحریر فرمائیے۔

(ب) نیز بتائیے کہ جو حضرات ناپاکی کے قائل ہیں ان کے نزدیک کتنی بار دھونے سے برتن پاک ہوجاتا ہے۔

(ج) حدیث مذکور احناف کے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہے تو احناف حدیث پاک کا کیا جواب دیتے ہیں۔

الجواب:

(الف):

اختلاف الائمۃ فی سور الکلب:

جاننا چاہئے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک کتّے کا جھوٹا ناپاک ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورِ کلب پاک ہے۔

دلیل الجمہور: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ طھور اناء احدکم اذا ولغ الکلب فیہ ان یغسلہ سبع مرات.

وجہِ استدلال: لفظ طہور جو نجاست کی ضد ہے صاف بتلا رہا ہے کہ برتن دھونے کا حکم تطہیر کے لئے ہے معلوم ہوا کہ کتّے کا جھوٹا ناپاک ہے۔

دلیل الامام مالک: (۱) قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا.

وجہ الاستدلال: لا یباح الانتفاع الا بالطاھر فھذہ الآیۃ تدل علی ان سؤر الکلب طاھر.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ.

(۳) و كذا الاحاديث التى فيه ان الاصطياد بالكلب جائز يدل ايضًا على ان سور الكلب طاهر والالما اجاز الصيد بالكلب.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں۔

(ب):

جو حضرات ناپاکی کے قائل ہیں ان میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے۔

دلیل: (۱) عن عطاء عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليهرقه وليغسله ثلاث مرات.

(۲) و كذا ايضًا فتواه اذا ولغ الكلب فى الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلاث مرات.

(۲) اور امام شافعی و احمد رحمہا اللہ کے نزدیک سات مرتبہ دھونے سے برتن پاک ہوجاتا ہے۔

دلیل: عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ طهور اناء احدكم اذا ولغ الكلب فيه ان يغسله سبع مرّات.

(ج):

مذکورہ حدیث احناف کے مخالف ہے احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب:

(۱) حدیثِ مذکورہ میں سات مرتبہ دھونے کا حکم وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود ان کا فتویٰ اور عمل اس حدیث کے خلاف ہے، جو اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ سات مرتبہ کا حکم استحباب کے لئے ہے ورنہ خود راوی اس پر عمل کرتے اور اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اس حدیث کے متن میں سخت اضطراب ہے بعض روایت میں اُوْلٰهُنَّ بِالتُّراب اور بعض میں اخراهن بالتراب اور بعض میں السابعة بالتراب اور بعض میں عفروه الثامنة بالتراب ہے۔

اتنے سخت اضطراب ہوتے ہوئے استدلال ناممکن ہے۔

(۳) یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کتوں کے معاملہ سختی کی جارہی تھی بعد میں یہ سختی اُٹھالی گئی جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) نیز قیاس سے بھی مسلکِ احناف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دوسری نجاستیں جو غلیظ ہیں اور ان کی نجاست قطعی دلائل سے ثابت ہیں اور اس میں استقذار بھی زیادہ ہے جیسے بول و براز وہ بھی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے حتیٰ کہ خود کلب کے بول و براز بھی تو سورِ کلب جس کی نجاست نہ غلیظ نہ قطعی اور نہ بول و براز سے زیادہ مستقذر اس میں تسبیع کا حکم کیسے معقول ہوسکتا ہے۔ (الفتح المحمود ۱/۲۳۲۔ درسِ ترمذی)

سوال: ۲۹، صفحہ: ۳۴

بَاب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ. وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّئُوا.

ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيْثُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

(۱۴۲۹ھ)

(الف) لحم شاۃ وسویق کے استعمال سے نقض وضوء کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب نقل کرکے اس مسئلہ کی تفصیل مدلل لکھیں۔

(ب) اور خود حدیث میں موجود کہ آپ علیہ السلام اس کے استعمال کے بعد وضوء نہیں فرمایا تو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے عمل کو نقل کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

لحمِ شاۃ وسویق کے استعمال سے نقضِ وضوء کے بارے میں اب اجماع ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا دورِ اوّل میں اس مسئلہ میں اختلاف تھا اس میں دو فریق تھے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ، زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، زہری، ابوقلابہ، ابومجلز، عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کی رائے یہ تھی کہ مامسّت النار کی مزاولت سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

دلیل: (۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ توضؤ مما مست النار ولو من ثور أقط فقال ابن عباس یا اباھریرۃ فانانأدھن بالدھن وقد سخن بالنار ونتوضأ بالماء وقد سخن بالنار فقال یا ابن اخی اذا سمعت الحدیث من رسول اللہ ﷺ فلا تضرب لہ الامثال.

(۲) عن زید بن ثابت عن رسول اللہ ﷺ قال توضئوا مما غیرت النار.

(۳) جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک مما مست النار کی مزاولت سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔

دلیل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاۃ ثم صلی فلم یتوضأ.

(۲) عن جابر رضی اللہ قال کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما مسّت النار. (درسِ ترمذی۔ ارشح المحمود ۱/۳۵۲)

(ب):

حدیث موجود ہوتے ہوئے صحابہ کرام کے عمل سے استدلال کرنے کی وجہ:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خود حدیث میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اس کے استعمال کے بعد وضوء نہیں کیا پھر ابوبکر، عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل اس بات پر استدلال کرنے کے لئے لایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ عمل منسوخ نہیں ہوا بلکہ اب بھی باقی ہے ورنہ صحابہ کرام اس پر عمل نہیں کرتے بعد میں صحابہ کرام کا اس پر عمل کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل ابھی باقی ہے منسوخ نہیں ہوا نیز صحابہ کرام کا عمل لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ سے دونوں طرح کا عمل منقول ہے لیکن آخر العمل مماست النار کی مزاولت کی وجہ ترکِ وضوء ہے اس لئے صحابہ ترکِ وضوء پر عمل کیا ہے۔

سوال: ۳۰، صفحہ: ۳۴

بَابٌ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ. فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلٰى أَنْ يَيْبَسَ.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقصدِ باب متعین کرکے اس باب کو کتاب الوضوء میں منعقد کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

(ج) کیا اس حدیث سے قبروں پر پھول ڈالنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اپنے پیشاب سے احتراز نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ سے گزرے آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جو اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں قبر والے عذاب دیئے جارہے ہیں اور کسی اہم معاملے میں عذاب نہیں دیئے جارہے بلکہ معمولی بات میں عذاب دیئے جارہے ہیں پھر فرمایا کیوں نہیں۔ (اہم معاملہ میں عذاب دیئے جارہے ہیں) ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا تھا، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر قبر پر ایک ٹہنی گاڑی آپ ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی قبر پر ٹہنیاں گاڑنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے جب تک ٹہنیاں خشک نہ ہوں۔

(ب):

باب کا مقصد پیشاب کے قطروں سے بچنے کی تاکید کرنا ہے۔

اس باب کو کتاب الوضوء میں منعقد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں احداث یعنی نواقضِ وضوء کا بیان تھا اب اس باب کو منعقد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پیشاب نواقضِ وضوء ہونے کے ساتھ ساتھ خود ناپاک بھی ہے اس سے بدن اور کپڑے کی حفاظت ضروری ہے، کیونکہ طہارت موقوف علیہ ہے بہت سی عبادات کے لئے خصوصاً اعظم فرائض کے لئے پھر فی حد ذاتہ مطلوب چیز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

اس حدیث سے قبروں پر پھول ڈالنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس حدیث سے پھول چڑھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ قبر پر پھول چڑھانا حرام ہے، چڑھانا بندگی ہے اور غیر اللہ کی کسی بھی درجہ میں بندگی شرک ہے ہاں قبر پر پھول پتے اور گھاس وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

سوال: ۳۱، صفحہ: ۳۵

عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

(۱۴۱۱-۱۴۱۹ھ)

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) بولِ صبی میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہو اس کو مدلل مفصل تحریر فرما کر راجح مسلک کو ترجیح دیجئے۔

(ج) بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے درمیان حکم میں فرق کی وجوہ تحریر فرمایئے۔

الجواب:

(ب):

ترجمہ: حضرت اُمِّ قیس بنتِ محصن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں وہ اپنا چھوٹا بچہ جو ابھی باہر کی غذا نہیں لیتا تھا لے کر نبی پاک ﷺ کے پاس آئیں آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا، اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا، کپڑا دھویا نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

بولِ صبی میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ وہ پاک ہے یا ناپاک اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) داؤد ظاہری کے نزدیک پاک ہے۔

(۲) اور جمہور کے نزدیک بالاتفاق بولِ صبی ناپاک ہے البتہ طریقۂ تطہیر میں اختلاف ہے اس میں بھی دو مذہب ہیں۔

(۱) امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک لڑکی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا دینا کافی ہے۔

دلیل: (۱) عن ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا انہا اتت بابن لہا صغیر لم یأکل الطعام الی رسول اللہ ﷺ فاجلسہ رسول اللہ ﷺ فی حجرہ فبال علی ثوبہ فدعا بماء فنضحہ ولم یغسلہ.

(۲) عن علی رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال فی الرضیع یغسل بول الجاریۃ وینضح عن بول الغلام.

(۲) اور امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔ پھر امام مالک فرماتے ہیں دونوں میں غسل بالغ ضروری ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکی کے پیشاب کو اچھی طرح دھونا ضروری ہے اور لڑکے کے پیشاب میں غسل خفیف کافی ہے۔

دلیل: (۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ یؤتی بالصبیان فیدعولہم فاتی بصبی مرۃ فبال علیہ فقال صبوا علیہا الماء صبا.

(۲) عن ابی لیلی رضی اللہ عنہ قال کنت عند رسول اللہ ﷺ فجیئ بالحسن رضی اللہ عنہ فبال علیہ فاراد القوم ان یعجلوہ فقال ابنی ابنی فلما فرغ من بولہ صب علیہ الماء.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) عن الحسن انه قال بول الجارية يغسل غسلا وبول الغلام يتبع بالماء.

وجہِ استدلال: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ لڑکے کے پیشاب کو بھی دھونا ضروری ہے۔

مسلکِ احناف راجح ہے

وجوہِ ترجیح: شوافع اور حنابلہ کے استدلال میں مذکورہ احادیث میں رَش اور نضح کے الفاظ آئے ہیں اس کو امام شافعی نے خود بھی بعض مقامات پر نضح کو غسل خفیف کے معنیٰ میں لیا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے: ان تأخذ كفا من ماء فتنضح به ثوبك حيث ترى انه اصاب منه.

امام شافعی فرماتے ہیں: لا يجزى الا الغسل.

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: قوله ﷺ وانضح فرجك شوافع اس کے معنیٰ اغسله سے کرتے ہیں لہٰذا مذکورہ تقریر سے معلوم ہوا کہ شوافع کا مسلک مرجوح اور احناف کا مسلک راجح ہے اس لئے کہ تمام روایات پر عمل کے لئے ضروری واحوط یہی ہے کہ نضح اور رَش کے معنیٰ غسل خفیف سے کیا جائے، یہی احناف کہتے ہیں۔

نیز طحاوی کی یہ روایت نضح کے معنیٰ غسل پر صریح ہے کہ انی لاعرف مدينة ينضح البحر بجانبها. میں ایک شہر جانتا ہوں جس کے ساحل سے سمندر ٹکراتا ہے۔ اس حدیث میں بھی نضح کے معنیٰ چھڑکنے کے نہیں ہوسکتے بلکہ غسل ہی کے معنیٰ میں ہے۔

(درسِ ترمذی۔ الشیخ المحمود ۱/ ۲۵۵۔ طحاوی شریف)

(ج):

بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے درمیان فرق کے وجوہ میں سے یہ ہیں:

(۱) لڑکی کے مزاج میں برودت ہوتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں عفونت ہوتی ہے پس اس کے پیشاب کو مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے ورنہ کپڑا ناپاک ہونے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد بھی بدبو رہ جائے گی اور لڑکے کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں عفونت کم ہوتی ہے اس لئے اس میں غسل خفیف بھی کافی ہے۔

(۲) لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہوتا ہے اس لئے پیشاب ایک جگہ گرتا ہے اور لڑکی کا مخرج کشادہ ہوتا ہے اس لئے پیشاب کپڑے پر بکھر جاتا ہے پس لڑکے کے پیشاب پر تو پانی ریڑھا جا سکتا ہے اور لڑکی کے پیشاب میں پورا کپڑا دھونا ضروری ہے۔

(۳) لڑکوں میں ابتلاء عام ہے مرد اس کو اٹھائے اُٹھائے پھرتے ہیں اور لڑکی کی یہ صورت نہیں اس لئے شریعت نے لڑکے کے پیشاب میں تخفیف کی اور لڑکی کے پیشاب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔

(درسِ ترمذی۔ طحاوی۔ تحفۃ القاری ۱/۵۵۶)

سوال: ۳۲، صفحہ: ۳۵

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کی شرعی حیثیت یکساں ہے یا مختلف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے۔

(ج) نبی ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کس مقصد سے تھا؟ مناسب توجیہ کریں۔

(د) اور بتائیں کہ پیشاب کرنے کے لئے کوڑی کا انتخاب کیوں کیا؟ کیا یہ اتفاقی امر تھا بوضاحت قلمبند کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا پھر پانی منگوایا میں آپ علیہ السلام کے پاس پانی لے کر آیا پس آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا۔

(ب):

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی شرعی حیثیت کے سلسلہ میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف ہے:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کو علی الاطلاق جائز کہتے ہیں۔

(۲) بعض اہلِ ظاہر اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ چھینٹے اُڑنے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ مکروہ ہے۔

(۴) اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(البتہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چونکہ یہ ہمارے زمانہ میں غیر مسلموں کا شعار بن چکا ہے اس لئے اس کی شناعت بڑھ گئی کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: من تشبہ بقوم فھو منھم)۔

البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کی شرعی حیثیت یکساں ہے اس لئے انہوں نے باب قائم کیا ہے: باب البول قائما وقاعدا اور حدیث الباب سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا جواز ثابت کیا اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا جواز بطریقِ اولیٰ کے طور پر ثابت کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

آپ ﷺ کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی توجیہ:

جاننا چاہئے کہ آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی متعدد توجیہ کی گئیں اُن میں سے دو توجیہ اولیٰ اور بہتر ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کے گھٹنے میں اس وقت تکلیف تھی جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا اس کی تائید حاکم اور بیہقی کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں بال قائما کے ساتھ لوجع کان فی مابضہ کے الفاظ موجود ہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے یہ عمل بیان جواز کے لئے کیا تھا یعنی مسئلہ کی وضاحت کے لئے کیا تھا اس کی دلیل جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی رکھ کر جانے لگے تو آپ ﷺ نے اُن کو روک لیا تھا تا کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ان کے علم میں آئے اور امت تک وہ اس عمل کو پہنچائیں اور امت بھی حالتِ عذر میں اس پر عمل کرسکیں۔ (تحفۃ القاری ۵۵۹/۱)

(د):

رسولِ کریم ﷺ نے کُوڑی کا انتخاب اِس لئے کیا تھا کہ یہ مقام نرم ہوتا ہے بمقابلہ دوسرے مواضع کے اور اس میں چھینٹیں اُڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔

سوال: ۳۳، صفحہ: ۳۷

بابٌ إِذَا أُلْقِيَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لَا يُعِيدُ.

(۱۴۲۳ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے کیا ہے؟

(ج) ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ اگر احناف کے خلاف ہے تو احناف کیا جواب دیتے ہیں مدلل تحریر کیجیے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: نمازی پر گندگی یا مردار ڈالا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز کے اندر اپنے کپڑے پر خون دیکھا تو اس کپڑے کو الگ کر دیا اور نماز جاری رکھی یعنی پہلے ان کے علم میں نہیں تھا کہ کپڑے پر خون لگا ہوا ہے نماز کے دوران خون پر نظر پڑی تو کپڑا اُتار کر ایک طرف رکھ دیا اور نماز جاری رکھی۔ حضرت سعید بن المسیب اور عامر شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب کسی شخص نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے کپڑے پر خون تھا یا منی تھی یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر پانی مل گیا تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں ہے یعنی لاعلمی میں ناپاک کپڑے میں یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے غلطی پر مطلع ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب نہیں خواہ وقت کے اندر غلطی پر مطلع ہوا ہو یا وقت گزرنے کے بعد اسی طرح پانی نہیں تھا تیمم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر یا بعد میں پانی مل گیا تو بھی نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے ابتدائے صلوٰۃ اور بقائے صلوٰۃ میں فرق کرنا ہے یعنی اگر نمازی کو کپڑے پر یا بدن پر ناپاکی کا علم ہے تو اس کے ساتھ نماز شروع کرنا صحیح نہیں ہے اور نماز کے اندر ناپاکی کا علم ہو تو فوراً ناپاک چیز بدن سے علیحدہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر دے اور نماز پڑھتا رہے نماز صحیح ہوگی۔ (فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱/۵۷۶)

(ج):

جاننا چاہئے کہ ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ مسلکِ احناف کے خلاف ہے احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ:

(۱) حضرت ابن عمر کے کپڑے پر جو خون تھا وہ پہلے سے تھا اور حضرت کے علم میں نہیں تھا اس کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز شروع کرنے کے بعد وہ خون نکلا اور کپڑے پر لگا اور وہ دمِ غیر مسفوح تھا پس نہ وضو ٹوٹا اور نہ نماز اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھتے رہے اور خون آلود کپڑا ایک طرف رکھ دیا۔

(۲) اصل جواب یہ ہے کہ وہ خون درہم کے بقدر تھا یا کم یا زیادہ یہ بات معلوم نہیں لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ خون درہم کے بقدر اور اس سے کم ہونے کی صورت میں احناف کے نزدیک بھی نماز صحیح ہے۔

(۳) غیر قبلہ کی طرف پڑھی ہوئی نماز احناف کے نزدیک بھی صحیح ہے جبکہ تحری کر کے پڑھے اور تیمم میں احناف کا قول اُن کے مانند ہے البتہ اگر کپڑے پر خون یا منی تھی اور لاعلمی میں نماز پڑھی تو اگر نجاست ایک درہم سے زیادہ تھی تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور درہم کے بقدر تھی تو وقت میں اعادہ واجب اور وقت گزر جانے کے بعد مستحب اور کم تھی تو اعادہ واجب نہیں۔

نیز سعید ابن المسیب اور عامر شعبی تابعی ہیں اور امام اعظم بھی تابعی ہیں ان کے قول امام اعظم پر حجت نہیں۔

(۴) آیتِ کریمہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ جس سے طہارتِ ثیاب کے شرط ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے یہ آیت حدیث میں مذکور واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے مطلب یہ ہوا کہ طہارت کا واقعہ اس واقعہ کے بعد ہے اس سے پہلے طہارت ضروری نہیں تھی۔ واللہ اعلم بالصواب (تحفۃ القاری ۱/۵۷۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۳۴، صفحہ: ۳۸

بَابُ لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءُ التَّيَمُّمُ اَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) نبیذ سے وضوء کے جواز وعدمِ جواز میں کیا اختلاف ہے اور کس چیز کی نبیذ میں اختلاف ہے؟ امام اعظم کے اس سلسلہ میں کیا کیا اقوال ہیں اختلافِ اقوال کی وجہ کیا ہے پہلے قول کی دلیل کیا ہے آخری قول کی دلیل کیا ہے اور وجہ رجوع کیا ہے؟

(ب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نبیذ کے ساتھ مسکر کیوں لائے ہیں اور باب میں مذکور آثار سے امام بخاری کی کیا رائے مترشح ہوتی ہے۔

الجواب:

(الف):

تمام ائمہ متفق ہیں کہ کھجور کے علاوہ کسی دوسری چیز کی نبیذ سے وضوء جائز نہیں اسی طرح کھجور کی وہ نبیذ جو گاڑھی ہوگئی ہو اور اس میں نشہ پیدا ہوگیا ہو یا وہ پکالی گئی ہو اس سے بھی وضو جائز نہیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہے البتہ کھجور کی وہ نبیذ جس میں کھجور کا اثر ظاہر ہوگیا ہو یعنی پانی میٹھا ہوگیا ہو مگر ابھی رقیق وسیّال ہو اور اس کو پکایا بھی نہ گیا ہو تو اس سے وضوء کے جواز وعدمِ جواز کے بارے میں پہلے اختلاف تھا اس میں دو مذہب تھے۔

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس نبیذ سے وضو ضروری قرار دیتے تھے ایسی نبیذ کی موجودگی میں ان کے نزدیک تیمم جائز نہیں تھا۔

(۲) ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں یہاں تک کہ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم متعین ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس سلسلہ میں چار اقوال ہیں: (۱) اس نبیذ سے وضو ضروری ہے تیمم جائز نہیں۔

(۲) وضو اور تیمم کو جمع کرے اور یہ جمع کرنا مستحب ہے (یہی حضرت اسحاق کا بھی قول ہے)۔

(۳) دونوں کو جمع کرے اور جمع کرنا واجب ہے (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے)۔

(۴) ائمہ ثلاثہ کے قول کے مطابق ہے یعنی اس سے وضو جائز نہیں تیمم کرے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

اختلاف اقوال کی وجہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حدیث ابن مسعود کی بنا پر پہلا قول اختیار فرمایا ہے، مگر بعد میں شک پیدا ہوا کہ نبیذ تیار ہوئی تھی یا نہیں؟ نبی ﷺ کے ارشاد تمرۃ طیبۃ وماء طھور سے پتہ چلتا ہے ابھی کھجور کھجور ہے اور پانی پانی ہے کھجور کا اثر ابھی پانی میں نہیں پہنچا اس لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا قول اختیار کیا اور وضو تیمم کو استحباباً جمع کرنے کا حکم دیا، پھر یہ شک قوی ہوا تو دونوں کو وجوباً جمع کرنے کے لئے فرمایا پھر شک یقین سے بدل گیا کہ ابھی نبیذ تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے چوتھا قول اختیار کیا۔

پہلے قول کی دلیل: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سألني النبي ﷺ (ليلة الجن) ما في اداوتك فقلت نبيذ فقال تمرة طيبة وماء طهور قال فتوضأ منه. (ترمذی)

آخری قول کی دلیل: قوله تعالىٰ: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا.

وجہ رجوع: پھر جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو نبیذ کے بارے میں شک یقین سے بدل گیا کہ ابھی نبیذ تیار نہیں ہوئی تھی تو اپنے پہلے اقوال سے رجوع فرمالیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

باب میں مذکور آثار سے امام بخاری کی یہ رائے مترشح ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک کسی بھی نبیذ سے وضو جائز نہیں مگر چونکہ حضرت کے پاس عدمِ جواز کی کوئی دلیل بھی نہیں اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکر کا سہارا لیا باب میں اس کا اضافہ کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ نبیذ سے وضوء کے عدمِ جواز پر استدلال کریں۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱/۵۸۲)

سوال: ۳۵، صفحہ: ۴۱

بَابُ إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا. فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

(۱۴۲۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) مسئلہ مذکورہ فی الباب میں اگر ائمہ کا اختلاف ہے تو اس کو واضح فرما کر ہر ایک کی دلیل ذکر فرمائیے اور امام بخاری کے مسلک کو ذکر کر کے راجح کو ترجیح دیجئے۔

(ج) اقامت اور افتتاحِ صلوٰۃ کے درمیان حدیث پاک سے وقفہ طویل معلوم ہوتا ہے کیا اس طرح کا وقفہ جائز ہے جواب دیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: جب مسجد میں یاد آیا کہ وہ جنبی ہے تو اسی حال میں نکل جائے اور تیمم نہ کرے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور صفیں بالکل سیدھی کر لی گئیں پس نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کو یاد آیا کہ آپ ﷺ جنبی ہیں آپ نے ہم سے فرمایا اپنی جگہ رہو (یعنی مسجد ہی میں رہو کھڑے رہنا ضروری نہیں) پھر آپ ﷺ لوٹ گئے اور غسل فرما کر ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

(ب):

مسئلہ مذکورہ فی الباب میں علماء کا اختلاف ہے، اس میں پانچ مذہب ہیں:

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مسجد سے باہر جنابت لاحق ہوئی ہے تو تیمم کر کے مسجد میں جائے اور ڈول رسّی لائے یا مسجد میں سے گزرے اور اگر مسجد کے اندر جنابت لاحق ہوئی ہے تو مسجد کی مٹی کے علاوہ سے تیمم کرے، مسجد کے فرش اور دیوار پر تیمم کرنا جائز نہیں اور مسجد کے علاوہ کوئی تیمم کا سامان نہ ہو تو فوراً نکل جائے مگر یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔

دلیل: (۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ وجهوا هٰذه البيوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔

(۲) قوله عليه السلام لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ الاستدلال: ان المسجد مقر الملائکة فلایجوز له الدخول حالة الجنابة ولاالمکث.

(۳) وھٰذا الحدیث.

وجہِ استدلال: اس حدیث ہی کے بناپر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کی مٹی اور اس کے فرش کے علاوہ کوئی مٹی وغیرہ نہ ہو تو فوراً نکل جائے۔

اور اگر ساتھ مٹی وغیرہ ہو مسجد کی مٹی اور اس کے فرش وغیرہ کی مٹی کے علاوہ تو پہلے اس سے تیمم کرے پھر مسجد سے نکلے، کیونکہ یہی احتیاط ہے، کیونکہ اوپر جو دو حدیثیں گزریں اُن کا یہی تقاضا ہے۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد سے گزرنے کی اجازت ہے، ٹھہرنے کی اجازت نہیں، اُن کے نزدیک تیمم کے بغیر بھی مسجد سے گزر سکتا ہے اور ڈول رسّی لے سکتا ہے البتہ مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔

دلیل: قوله تعالیٰ: لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ وَلَاجُنُبًا اِلَّاعَابِرِیْ سَبِیْلٍ.

وجہِ استدلال: یہاں الصلاۃ سے موضعِ صلاۃ اور عابری سبیل سے عبور و مرور مراد ہے۔ لہٰذا آیت کا مطلب ہوا کہ تم موضعِ صلوٰۃ کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ تم جان جاؤ جو تم کہہ رہے ہو اور نہ حالتِ جنابت میں (موضعِ صلوٰۃ کے قریب جاؤ) مگر یہ کہ راستہ گزرنے والا ہو۔

(۳) داؤد ظاہری اور امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے غیر مقلدین اسی کے قائل ہیں۔

دلیل: قوله علیه السلام ان المسلم لاینجس.

وجہِ استدلال: جب ناپاک نہیں ہوتا تو ہر حال میں بیٹھنا و ٹھہرنا جائز ہے۔

(۴) اور امام احمد اور اسحاق کے نزدیک اگر جنبی وضو کرے تو ٹھہرنا بھی جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: روی عن الصحابة انهم یجلسون فی المسجد وهم محدثون اذا توضأوا وضوئه للصلاة.

(۵) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً عدمِ جواز کے قائل ہیں جنبی کے لئے نہ عبور کی اجازت ہے نہ ٹھہرنے کی وہ فرماتے ہیں اگر مسجد سے باہر ہے تو اندر جانا جائز نہیں اور بھول کر چلا گیا تو فوراً نکل آئے۔

دلیل: حدیث الباب ہے۔

وجہِ استدلال: رسول اللہ ﷺ کو جب جنابت کی یاد آئی تو فوراً مسجد سے نکل پڑے۔ پس یہی دلیل ہے کہ ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۵۹/۲)

مسلکِ احناف راجح ہے، کیونکہ وہ احتیاط پر مبنی ہے جیسا کہ دلیل میں گزرا ہے۔

(ج):

اقامت اور افتتاحِ صلوٰۃ میں وقفہ کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان زیادہ فصل ہو جائے تو تکبیر کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر زیادہ فصل نہ ہوا ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں اور کم وبیش کا فیصلہ رائے مبتلی بہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

سوال: ۶، ۳ صفحہ: ۴۳

بَابُ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا. فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ هٰذَا أَجْوَدُ وَأَوْكَدُ وَإِنَّمَا بَيَّنَّا الْحَدِيْثَ الْآخَرَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ أَحْوَطُ.
(۱۴۳۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں اور مطلب بیان کریں۔

(ب) اکسال کا کیا حکم ہے اور امام بخاری کی کیا رائے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث آخر کیا ہے؟ مسئلہ میں کیا اختلاف تھا؟ کیا اجماع لاحق کے بعد بھی اختلاف سابق باقی رہتا ہے؟ اور الماء من الماء کا حکم کیوں منسوخ کیا گیا۔ تمام سوالوں کا جواب مفصل لکھیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ختنہ کی جگہیں ملنے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مرد عورت کے چار گوشوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر عورت کو مشقت میں ڈالے تو غسل واجب ہو گیا۔

مطلب: چار گوشتہ سے مراد فرج کے چار گوشتے ہیں اور یہی قول راجح ہے اور عورت کو مشقت میں ڈالنے سے مراد غیبوبت حشفہ ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

امام بخاری فرماتے ہیں یہ یعنی غسل کرنا زیادہ عمدہ اور زیادہ مؤکد ہے اور ہم نے آخری حدیث صحابہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے بیان کی ہے اور غسل کرنا احتیاط کی بات ہے۔

(ب):

اکسال کا حکم: اکسال کا معنیٰ ہے کہ آدمی اپنے بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو دورِ اوّل میں اس مسئلہ میں اختلاف تھا کہ آیا اس میں صرف وضو واجب یا غسل بھی پھر دورِ عمری میں اس پر اجماع ہو گیا کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انداز بیان کی وجہ سے ان پر یہ سر یہ الزام لگا ہے کہ وہ اب بھی اکسال میں عدمِ غسل کے قائل ہیں حالانکہ یہ الزام سراسر غلط ہے کیونکہ یہ اجماع کا انکار ہے اور اجماع کا منکر اہلِ حق میں نہیں رہتا پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اجماع کا انکار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیسے کر سکتے ہیں (اور یہ الزام دو وجہ سے لگا ہے: (۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چار الفاظ (۱) اجود (۲) اوکد (۳) احوط (۴) اَنقی استعمال کئے ہیں وہ سب الفاظ اس مسئلہ کے حکم میں ڈھیلے ہیں اگر یجب یا واجب کہتے تو یہ الزام نہیں لگتا۔

(۲) اجماع سے پہلے جن صحابہ کا اختلاف تھا کہ اکسال میں غسل واجب نہیں حضرت اس روایت کو بھی لائے اور اس کی وجہ خود بیان کی ہے کہ یہ روایت اس لئے لایا ہوں کہ صحابہ میں یہ مسئلہ اختلافی تھا حالانکہ جب اجماع ہو گیا تو اختلاف رفع ہو گیا)۔

(تحفۃ القاری ۲/۷۴)

(ج):

حدیث آخر سے مراد: عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہ قال یا رسول اللہ اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل قال یغسل مامس المرأۃ منہ ثم یتوضأ ویصلی۔

ترجمہ: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آدمی عورت سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا عورت کی شرم گاہ سے جو رطوبت پہنچی ہے اس کو دھو ڈالے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔

الاختلاف فی ھذہ المسئلۃ:

دورِ صحابہ میں یہ مسئلہ اختلافی تھا۔ اکثر انصاری صحابہ الماء من الماء کا فتویٰ دیتے تھے یعنی انزال کے بعد غسل واجب ہوگا اکسال کی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا صرف وضو واجب ہوگا۔

دلیل: عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ ﷺ عن الرجل یجامع فیکسل قال یغسل ما اصابہ ویتوضأ وضوءہ للصلاۃ۔

اور اکثر مہاجرین غسل کو واجب کہتے ہیں۔

دلیل: (۱) عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃ رضی اللہ عنہا مایوجب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الغسل فقالت اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل۔

(۲) عن ابی بن کعب ان رسول الله ﷺ جعل الماء من الماء رخصة فی اوّل الاسلام ثم نهی عن ذالك وامر بالغسل۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اجماع ہوگیا کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے۔ (درسِ ترمذی۔طحاوی)

اجماع کے بعد اختلافِ سابق باقی نہیں رہتا ہے ورنہ اجماع کا انکار لازم آئے گا اور اجماع کا منکر اہلِ حق میں نہیں رہتا ہے نیز قاعدہ ہے اجماع لاحق سے اختلاف سابق رفع ہوجاتا ہے۔

الماء من الماء کا حکم منسوخ ہونے کی وجہ:

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا ادراک دشوار ہوتا ہے شریعت ایسی جگہوں میں حقیقی سبب کو ہٹا کر کسی ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام کرتی ہے جیسے سفر میں نمازوں میں قصر کی علت مشقت ہے مگر یہ ایک مخفی چیز ہے اس کا ادراک مشکل ہے اس لئے نفس سفر کو مشقت کے قائم مقام کردیا اسی طرح وضوء ٹوٹنے کی علت ریح کا نکلنا ہے مگر سونے والے کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے نفس نیند کو خروج کے قائم مقام کردیا اسی طرح وجوب غسل کی علت انزال ہے مگر کبھی اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے التقاء ختانین کو اس کے قائم مقام کردیا اب حکم اس ظاہر پر دائر ہوگا حقیقت کی طرف نظر نہیں کیا جائے گا۔

سوال: ۷۳، صفحہ: ۴۳

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ. وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ وَحَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ.

(۱۴۱۸-۱۴۲۲ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اور بتائیے کہ قال ابو عبد اللہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا بیان کیا ہے نیز اکثر کا مفہوم واضح کیجئے۔

(ج) دوسری حدیث پاک میں ہے: قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فلما کنا بسرف حضت فدخل علیّ رسول اللہ ﷺ وانا ابکی فقال مالک انفست فقلت نعم قال ان ھذا امر کتبہ اللہ علی بنات آدم۔

(د) پھر حدیث کی باب کیف کان بدء الحیض سے کیا مناسبت ہے واضح طور پر تحریر کریں۔

(ہ) لفظ اکثر کی مختلف تفسیریں ہیں ان کو ذکر کر کے صحیح تفسیر کی نشاندہی کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حیض کی تاریخ یعنی حیض کب سے شروع ہوا؟ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے یہ یعنی حیض وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم پر لکھی ہے اور بعض حضرات یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں پہلی وہ چیز جو بنی اسرائیل پر بھیجی گئی حیض تھی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور نبی علیہ السلام کی حدیث زیادہ ہے۔

(ب):

قال ابو عبد اللہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایک تعارض کا حل کرنا ہے کہ حیض کا سلسلہ کب شروع ہوا ہے، حدیث مرفوع سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ عنہا سے شروع ہوا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حیض کا سلسلہ بنی اسرائیل سے شروع ہوا ہے اور یہ قول صحابی اور حدیث مرفوع میں تعارض ہے اس تعارض کے تین حل ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) ایسے تعارض کی صورت میں حدیثِ مرفوع کو لیں گے اور قول صحابی کو چھوڑ دیں گے یہ تطبیق امام بخاری رحمۃ اللہ نے قال ابو عبداللہ حدیث النبی ﷺ اکثر سے دی ہے یعنی نبی علیہ السلام کی حدیث زیادہ ہے یعنی ثبوت وقوت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے پس اس کو لیں گے اور قولِ صحابی کو چھوڑ دیں گے۔

(۲) حیض کا نفس آغاز حضرت حواء رضی اللہ عنہ سے ہوا مگر اس میں اشتدادی کیفیت نہیں تھی اور اس میں اشتدادی کیفیت یعنی حیض میں عورت کا نچڑ جانا اور حسن و جمال کا ماند پڑ جانا جب بنی اسرائیل کی عورتوں نے بدعنوانیاں کی تب سے شروع ہوا ہے۔

(۳) حیض فطری عمل ہے ہر تندرست عورت کو آتا ہے جیسے آنسو اور پسینہ وغیرہ فطری اُمور ہیں اس لیے حیض کے خاص احکام نہیں تھے، پھر جب بنی اسرائیل کی عورتوں نے شرارت کی تو حیض کے خاص احکام نازل ہوئے تاکہ وہ گھر میں رُکیں مسجد میں نہ آئیں۔

اکثر کا مفہوم: نبی علیہ السلام کی حدیث زیادہ یعنی قوت اور ثبوت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے قولِ صحابی کے مقابلہ میں پس اس کو لیں گے اور قولِ صحابی کو چھوڑ دیں گے۔

(تحفۃ القاری ۲/۸۱)

(ج):

اس حدیث سے بظاہر نفاس کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن حقیقت میں اس حدیث میں حیض کا بیان ہے کیونکہ اس حدیث میں انفست احضت کے معنیٰ میں ہے اور کبھی زبانِ عربی میں نفاس کا لفظ حیض کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

(د) حدیث کی باب سے مناسبت:

بدء کا لفظ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خاص اصطلاح ہے اس کے معنیٰ ہیں: آغاز، تاریخ، احوال از ابتداء تا انتہاء پس باب کے معنیٰ ہوئے حیض کا آغاز یعنی عورتوں کو حیض کب سے آنا شروع ہوا؟ اس کی تاریخ کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حدیث میں عورتوں کے حیض کی تاریخ بیان کی گئی ہے پس مناسبت ظاہر ہے۔

(تحفۃ القاری ۲/۷۸)

(ہ):

اکثر کی تفسیریں: (۱) بعض نے اکثر کی تفسیر اشمل سے کی ہے یعنی بنات بنی اسرائیل اور اس کے ماقبل اور مابعد کی تمام عورتیں سب کے سب حیض آنے میں برابر ہیں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔

(۲) ابتداءِ حیض تو حواء رضی اللہ عنہا سے ہوا ہے اشتدادی کیفیت بنی اسرائیل کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے۔

(۳) حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر کی تفسیر راجح سے کی ہے یعنی حدیث مرفوع کوکان اوّل ما ارسل الحیض الی بنی اسرائیل پر ترجیح حاصل ہے۔

(۴) حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب زید مجدہم نے اکثر کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ حدیث النبی ﷺ اکثر قوۃ واکثر ثبوتا۔

یعنی نبی کریم ﷺ کی حدیث قوت اور ثبوت کے لحاظ سے انتہائی درجہ کی قوی اور مضبوط ہے پس اس کو لیں گے اور قولِ صحابی کو نہیں لیں گے۔

نوٹ: سب تفسیریں صحیح ہیں لیکن حضرت الاستاذ کی بات راجح معلوم ہوتی ہے۔

سوال: ۸، ۳، صفحہ: ۴۷

بَابُ إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَلَوْ سَاعَةً، وَيَأْتِيهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتْ. الصَّلَاةُ أَعْظَمُ.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں ارباب کا مقصد بیان کیجئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی وضاحت فرمایئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ان کے قول ولو ساعۃ من نہار سے معلوم ہوتا ہے کہ اقلِ مدتِ طہر ایک ساعت بھی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک اقلِ مدتِ طہر پندرہ یوم ہے مدلل جواب لکھئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جب مستحاضہ پاکی دیکھے تو نماز شروع کردے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مستحاضہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی اگرچہ ایک لحہ کے لئے پاکی دیکھے اور اس کا شوہر اس سے مقاربت کرسکتا ہے جب وہ نماز پڑھنے لگے اس لئے کہ نماز کا معاملہ اہم ہے۔

باب کا مقصد: مستحاضہ طہر دیکھنے کے بعد فوراً نماز شروع کردے چاہے حقیقتاً طہر دیکھے یا حکماً اور چاہے ایک لحہ کے لئے طہر دیکھے وہ مزید انتظار نہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مستحاضہ طہر دیکھنے کے بعد فوراً نماز شروع کردے چاہے حقیقتاً طہر دیکھے یا حکماً اور چاہے ایک لحہ کے لئے طہر دیکھے وہ مزید انتظار نہ کرے بلکہ غسل کرکے نماز شروع کردے اور جب نماز پڑھ لے یعنی اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے تو اس کے ساتھ اس کے شوہر کے لئے مقاربت بھی جائز ہے، کیونکہ نماز اور مقاربت دونوں کے لئے طہارت شرط ہے پس جب مستحاضہ نماز پڑھ سکتی ہے تو اس سے مقاربت بدرجہ اولیٰ ہوسکتی ہے اس لئے کہ نماز کا معاملہ صحبت سے اہم ہے۔

(ب):

ولو ساعۃ من نہار یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت طہر میں تحدید مدت کے قائل نہیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لہٰذا جو حضرات تحدید کے قائل ہیں ان پر اعتراض نہیں ہوگا، کیونکہ طہر کی اقلِ مدت کی تحدید حدیث پاک سے ثابت ہے اور یہ اقلِ مدت کی تحدید کی روایت حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت انس اور حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فیض الباری میں ہے: ولو ساعة من نهار فان قلنا اقل الطهر خمسة عشر قلت هو مختلف لعل الاقل عند ابن عباس ساعة.

سوال:۳۹، صفحہ:۴۸

بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ضربات تیمم میں اور محلِ مسح میں اختلاف ائمہ مدلل لکھیں۔

(ج) مذکورہ حدیث کس کا مستدل ہے؟ اور دوسرے حضرات اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں تحریر کریں۔

(د) امام بخاری اس اختلاف میں کس کے ساتھ ہیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: چہرہ اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے اتنی بات کافی تھی پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونکا پھر ان کو چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیرا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

اختلاف الائمة فی ضربات التیمم ومحل المسح:

ضرباتِ تیمم میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی بعض اہلِ ظاہر کے نزدیک تیمم ایک ہی ضربہ ہے۔

(۲) امام اعظم، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک تیمم میں دو ضربیں ہوں گی ایک وجہ کے لئے اور ایک یدین کے لئے۔

محلِ مسح میں تین مذہب ہیں:

(۱) امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی اور اہل ظاہر کے نزدیک رُسغین تک مسح واجب ہے۔

(۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرفقین تک مسح واجب ہے۔

(۳) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یدین کا تیمم مناکب وآباط تک ہوگا۔

فریق اول کی دلیل دونوں مسئلہ میں: عن عمار رضی اللہ عنہ قال النبی ﷺ انما کان یکفیك هٰکذا فضرب النبی ﷺ بکفیه الارض ونفخ فیهما ثم مسح بهما وجهه وکفیه۔

وفی روایة الترمذی عن عمار رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ امرہ التیمم للوجه والکفین۔

فریقِ ثانی کے دلائل: عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین۔

(۲) عن عمار رضی اللہ عنہ قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا فضربنا واحدة للوجه ثم ضربة أخری للیدین والمرفقین۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔

امام زہری کی دلیل: عن عمار رضی اللہ عنہ قال تیممنا مع رسول اللہ ﷺ الی المناکب والاباط۔ (درس ترمذی۔ تحفۃ القاری ۲/۱۴۹)

(ج):

حدیثِ مذکورہ امام احمد بن حنبل اور ان کے ہم خیال ومسلک کی دلیل ہے۔

دوسرے حضرات کی طرف سے اس کی توجیہ:

جمہور کے نزدیک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مسئلہ کا بیان نہیں ہے بلکہ متعہود تیمم کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے غسل کے تیمم کو غسل پر قیاس کیا تھا اس لئے سارے بدن پر مٹی ملی تھی جب انہوں نے اپنا واقعہ نبی ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انما یکفیك تمہارے لئے یہ کافی تھا پھر آپ ﷺ نے زمین پر ہاتھ مارا اور مٹی جھاڑی، کیونکہ تیمم کرنا مقصود نہیں تھا اور چہرے اور ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے یعنی اشارہ کیا کہ وضو اور غسل کا تیمم ایک ہے، غسل کے تیمم میں پورے بدن پر مٹی نہیں ملی جائے گی حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس فعل نبوی کو ضربۃ للوجہ والکفین کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ (تحفۃ القاری (۱/۱۵۰)

(د):

امام بخاری اس اختلاف میں فریقِ اول یعنی امام احمد بن حنبل اور اُن کے ہم مسلک کے ساتھ ہیں۔

سوال: ۴۰، صفحہ: ۵۱

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ قَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ. وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۲۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ثوبِ واحد کے استعمال کی مختلف صورتیں کتاب میں ذکر کی گئی ہیں ان کو تحریر کرنے کے بعد اگر اس کی کسی صورت میں ائمہ کا اختلاف ہو تو اس کو بھی تحریر کریں۔

(ج) صورتِ مذکورہ فی الحدیث کو وضاحت سے بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: محمد بن المنکدر کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی اس حال میں کہ اس کپڑے کو گُدی کی جانب میں باندھ رکھا تھا اور ان کے کپڑے اسٹینڈ پر رکھے ہوئے تھے نماز کے بعد کسی نے ان سے کہا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ عمل اس لئے کیا ہے کہ تجھ جیسا بے وقوف میرے اس عمل کو دیکھے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کے پاس دو کپڑے کہاں تھے۔

(ب):

ثوبِ واحد کے استعمال کی مختلف صورتیں:

(۱) کپڑوں کے دونوں کناروں کو اُلٹ کر اپنے مونڈھوں پر باندھ لیا جائے۔

(۲) ایک کپڑا لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں مونڈھوں پر اُلٹ دیا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) کپڑوں کے داہنے کنارہ کو بائیں طرف اور بائیں کنارہ کو داہنی طرف ڈال لے اور اس کے کندھے پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

اس آخری صورت میں اختلاف ہے جمہور اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر کپڑا وسیع ہو تو مونڈھوں پر ڈال کر نماز پڑھی جائے لیکن اگر چھوٹا ہے تو لنگی کی طرح کمر میں باندھ کر نماز ادا کی جائے دونوں صورتوں میں نماز درست ہو جائے گی۔

یعنی ان کے نزدیک وسعت والے کپڑے میں بھی مونڈھوں کو ڈھانکنا مستحب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مونڈھوں کو ڈھکنا فرض ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

(ج):

صورتِ مذکور فی الحدیث کی وضاحت:

چادر کے داہنے کنارہ بائیں کندھے پر اور بایاں کنارہ دائیں کندھے پر ڈال کر گُدی پر پیچھے باندھے اس کو اُردو میں گاتی باندھنا کہتے ہیں۔

سوال: ۴۱، صفحہ: ۵۳

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ. وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَقَالَ أَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهِ. قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللهِ حَدِيثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ وَحَدِيثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ حَتّٰى يُخْرَجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ.

(۱۴۱۴-۱۴۲۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) فخذ کے عورت و عدمِ عورت ہونے میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے مع دلائل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) قال ابو عبد اللہ سے من اختلافھم تک عبارت کی تشریح فرما کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رُجحان کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ران کے سلسلہ کی روایات۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً مروی ہے کہ ران ننگا پن ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے اپنی ران کھولی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اسند ہے اور حضرت جرہد کی حدیث لینے میں احتیاط ہے تاکہ رُوات کے اختلاف سے، ہم نکل جائیں۔

(ب):

اختلاف الائمۃ فی الفخذ:

ران کے عورت ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام مالک اور اصحابِ ظواہر کے نزدیک فخذ عورت نہیں ہے۔

دلیل: (۱) عن انس رضی اللہ عنہ رکب نبی اللہ ﷺ ورکب ابو طلحۃ وانا رَدیف ابی طلحۃ فاجری نبی اللہ ﷺ فی زقاق خیبر وان رکبتی تمس فخذ نبی اللہ ﷺ ثم حسر الازار عن فخذہ حتّٰی انی انظر الی بیاض فخذ نبی اللہ ﷺ۔

(۲) قال ابو موسٰی: غطی النبی ﷺ رکبتیہ حین دخل عثمان۔

(۲) امام اعظم، امام شافعی اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک فخذ عورت ہے۔

دلیل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال الفخذ عورۃ۔

(۲) عن جرھد رضی اللہ عنہ قال النبی ﷺ یا جرھد غط فخذك فانھا من العورۃ۔ (درسِ ترمذی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

عبارت کی تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جرہد اور انس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اَسند ہے یعنی سند کے اعتبار سے اصح ہے۔ اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث لینے میں احتیاط ہے، کیونکہ اگر فخذ کو عورت کہا جائے اور اس کو چھپائیں تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک گناہ نہیں ہے اور نماز بالاتفاق درست ہوگی، لیکن اگر ران کھلی رکھیں تو جمہور کے نزدیک گناہ ہے اور ران کھول کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی۔

تا کہ رُوات کے اختلاف سے ہم نکل جائیں کسی روایت کے خلاف کرنا لازم نہ آئے۔

امام بخاری کا رُجحان دوٹوک نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ امام بخاری نے دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں تاہم ان کا فیصلہ کہ ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے اور حضرت جرہد کی روایت احوط ہے'' معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رُجحان جمہور کے مذہب کی طرف ہے۔ (واللہ اعلم) (تحفۃ القاری ۲/۱۹۹)

سوال: ۲، ۴، صفحہ: ۵۶

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) یہ حدیث باب فضل استقبال القبلة کی ہے باب سے اس کی مناسبت بیان کریں۔

(ج) من صلی صلاتنا الخ سے کیا مراد ہے واضح کریں اور بتائیں کہ قادیانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس حدیث سے جو اپنے مسلمان ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیا ان کا استدلال کرنا صحیح ہے۔

(د) یہ حدیث مسلمان کی حد ہے یا رسم؟ دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منھ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ شخص وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے پس تم اللہ کی ذمہ داری میں رخنہ اندازی مت کرو یعنی ایسے مسلمان کو مت ستاؤ وہ اللہ اور اس کے رسول کی گارنٹی میں ہے پس جو اس کو ستائے گا وہ اللہ کی ذمہ داری میں رخنہ اندازی کرے گا اس سے اللہ کو غصہ آئے گا اور وہ اس کو سزا دیں گے۔

(ب):

باب سے حدیث کی مناسبت:

(۱) من صلی صلاتنا میں قیام، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ، قعدہ، استقبالِ قبلہ، بدن، کپڑے اور جگہ کی طہارت سب داخل ہیں پھر آپ ﷺ نے استقبالِ قبلہ کو الگ سے بیان کیا اس سے قبلہ کی اہمیت اور استقبالِ قبلہ کا مستقل مطلوب ہونا معلوم ہوا یہ استقبالِ قبلہ کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز کرنے والی تین باتیں ذکر فرمائیں ان میں سے ایک استقبالِ قبلہ کو لیا اس سے استقبالِ قبلہ کی اہمیت نکلتی ہے۔

(۳) حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین باتوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں اموال محفوظ ہوتے ہیں، خون محفوظ ہوتا ہے، اور بندہ اللہ و رسول کی ذمہ داری میں چلا جاتا ہے ان تینوں باتوں میں سے ایک استقبالِ قبلہ ہے اس سے استقبالِ قبلہ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۲۲۷)

(ج):

قادیانی کے استدلال کا جواب:

حدیث میں مذکور یہ تین باتیں مسلمان کی ذاتیات نہیں بلکہ عرضیات وعلامت ہیں، مسلمان کی ذاتیات وہ ہیں جو ایمانِ مجمل میں لی گئی ہیں: آمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلتُ جمیع احکامہ یعنی اللہ تعالیٰ پر اور ان کی صفات ذاتیہ وفعلیہ پر ایمان لانا اور اللہ نے اپنے آخری رسول کے ذریعہ جو احکام بھیجے ہیں ان سب کو دل سے قبول کرنا۔ یہ مسلمان کی ذاتیات ہیں اور چونکہ عقائد ہیں اس لئے مخفی ہیں ان کو پہچاننا مشکل ہے، اس لئے مذکورہ حدیث میں اس کی چند واضح علامتیں بیان کی گئی ہیں جن کے ذریعہ مسلمان کو پہچانا جاسکتا ہے، مگر یہ علامتیں اس وقت علامتیں ہیں جب وہ ذاتیات کے موافق ہوں ورنہ وہ نفاق وزندقہ ہیں اور قبلت جمیع احکامہ میں تمام ضروریاتِ دین شامل ہیں۔ یعنی دین کی وہ تمام بدیہی باتیں جو ایک پڑھا لکھا مسلمان جانتا ہے اور مانتا ہے ان سب کو ماننے کے بعد یہ علامت پائی جائیں تو وہ مسلمان ہے قادیانی چونکہ ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں جبکہ وہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور قرآن کریم میں مصرح ہے قادیانی اس کی غلط تاویل کرتے ہیں کہ تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے امتی نبی آسکتا ہے یہ تاویل چودہ سو سال سے کوئی نہیں جانتا تھا قادیانیوں نے یہ تاویل گھڑی ہے پس اس تاویل کے ساتھ ختمِ نبوت کو ماننا نہ ماننا ہے۔

پس معلوم ہوا قادیانیوں میں چونکہ مسلمان کی ذاتیات نہیں پائی جاتیں اس لئے حدیث میں مذکور عرضیات یعنی علامات ان کو مسلمان قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

(تحفۃ القاری ۲/۲۲۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د):

یہ حدیث مسلمان کی رسم ہے۔

حد اور رسم میں فرق:

اگر شئی ذاتیات سے مرکب ہو تو اس کو حد کہتے ہیں۔

اور اگر شئی عرضیات سے مرکب ہو تو اس کو رسم کہتے ہیں۔

سوال: ۴۳، صفحہ: ۷۶

بَابُ الإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ أَوْ قَالَ انْتَظِرِ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) شدتِ حر میں ظہر کی تاخیر کا کیا حکم ہے، اختلافِ ائمہ مفصل اور مدلل لکھیں اور بتائیں کہ حدیث میں بیان واقعہ ہے یا تمثیل؟

(ج) ظہر کے آخر وقت میں کیا اختلاف ہے؟ دوسری حدیث سے کس کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: سخت گرمی میں ظہر کی نماز وقت ٹھنڈا ہونے کے بعد پڑھنا۔ نبی کریم ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، اس لئے کہ گرمی کی زیادتی جہنم کے پھیلاؤ سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا نبی ﷺ نے فرمایا وقت کو ٹھنڈا ہونے دو یا فرمایا انتظار کرو، انتظار کرو اور فرمایا گرمی کی زیادتی جہنم کے پھیلاؤ سے ہے پس جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈی کرو۔ یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سایہ دیکھے (اتنی تاخیر کر کے آپ ﷺ نے اذان دلوائی)۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ شدتِ حر میں صلاۃِ ظہر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے

اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شدتِ حر میں بھی تعجیل ظہر افضل ہے۔

دلیل: (۱) عن خباب بن الارت رضی اللہ عنہ قال شکونا الی رسول اللہ ﷺ حر الرمضاء فی جباھنا واکفنا فلم یشکنا۔

حضرت خباب بن الارت کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گرم ریت پر نماز پڑھنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ہماری شکایت کا ازالہ نہیں فرمایا۔

وجہِ استدلال: اس سے سمجھا گیا کہ گرمی میں بھی تعجیل افضل ہے ورنہ آپ ﷺ ان کی تکلیف کی وجہ سے انہیں رخصت دیتے۔

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اوّل الوقت رضوان من اللہ وآخر الوقت عفو اللہ۔

وجہِ استدلال: رضا بہتر ہے حصولِ معافی سے اس سے معلوم ہوا کہ تعجیل افضل ہے تاخیر سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک شدت حر میں تاخیر ظہر افضل ہے۔

دلیل: (۱) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاة فان شدة الحر من فيح جهنم۔

(۲) عن انس رضی الله عنه كان النبی ﷺ اذا اشتد البرد بكّر بالصلاة واذا اشتد الحر ابرد بالصلاة۔

(۳) عن ام سلمة رضی الله عنه كان النبی ﷺ اشد تعجيلاً للظهر منكم۔ (درس ترمذی)

جاننا چاہئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث میں تمثیل اور مجاز کا بیان ہے یعنی یہ پیرایۂ بیان ہے اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ گرمی کی شدت تکلیف دہ ہے ظاہر ہے کہ جب جہنم بذاتِ خود تکلیف دہ ہے تو اس کے اثرات بھی تکلیف دہ ہوں گے، مگر جہنم اپنی جگہ ہے نہ وہ خود پھیلتی ہے اور نہ اس کے اثرات پھیلتے ہیں بلکہ سخت گرمی تکلیف دہ ہے اور جب یہ تمثیل ہے تو وقت میں کوئی خرابی نہیں لہٰذا جب چاہے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اور احناف، حنابلہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث میں حقیقت کا بیان ہے یعنی گرمی کی شدت واقعی جہنم کے اثر کے پھیلاؤ سے ہے اور چونکہ جہنم اللہ کی صفت غضب کا مظہر ہے پس جہنم کے اثرات بھی صفتِ غضب کا مظہر ہوں گے اور وہ اثرات گرمیوں میں ظہر کے وقت پھیلتے ہیں اس لئے اوّل وقت میں خرابی ہوئی اس لئے گرمیوں میں ظہر کو تاخیر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۲۹۵)

(ج):

ظہر کے آخر وقت میں فقہاء کا اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ بدونِ سایہ اصلی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک مثل ہونے تک رہتا ہے اور دوسرے مثل سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

دلیل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلّی بی الظهر حین زالت الشمس و کانت قدر الشراك وصلّی بی العصر حین کان ظله مثله....... فلما کان الغد صلّی بی الظهر حین کان ظله مثله وصلی بی العصر حین کان ظله مثلیه.

وجہِ استدلال: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھائی اگر مثلِ اوّل میں وقتِ ظہر ختم نہ ہوتا تو مثل ثانی میں جبرئیل علیہ السلام کیسے عصر پڑھائی، اس سے سمجھا گیا مثلِ اوّل میں ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور مثلِ ثانی سے عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

(۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے چار قول مروی ہیں:

(۱) جمہور کے موافق، ترکی اور عراق کے احناف کا اسی پر فتویٰ اور عمل ہے۔

(۲) دو مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور تیسرے مثل سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے یہ ظاہر روایت ہے اور متون میں اسی کو لیا گیا، برصغیر کے احناف اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

(۳) ظہر کا وقت ایک مثل تک اور عصر کا وقت تیسرے مثل سے ہے اور بیچ کا وقت مہمل ہے۔

(۴) دوسرے مثل کے آخر میں چار رکعت کے بقدر مہمل وقت ہے اور تیسرے مثل سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

دوسرے قول کی دلیل: (۱) ایک شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات پوچھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: انا اخبرك صلّ الظهر اذا کان ظلك مثلك والعصر اذا کان ظلّك مثليك.

(۲) عن ابی ذرّ رضی اللہ عنہ قال اذّن مؤذّن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم الظهر فقال ابردابرد وقال شدّة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاة حتی رأینا فئ التلول. وفی روایة حتّی ساوی الظّلّ التلول.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہِ استدلال: اس حدیث میں کہا گیا کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے بقدر ہوگیا اور ٹیلوں کا سایہ اور وہ بھی ٹیلوں کے بقدر مثل اوّل میں ممکن نہیں کیونکہ ٹیلے مخروطی شکل کے ہوتے ہیں اور مخروطی شکل کا سایہ اس کے نفس پر پڑتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ نیچے اُترتا ہے پھر سایہ نمودار ہوتا ہے۔

دوسری حدیث سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ (درسِ ترمذی)

سوال: ۴۴، صفحہ: ۷۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا جَمِيعًا.

(۱۴۲۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) پھر بتایئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کو باب وقت المغرب میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اس حدیث میں وقت مغرب کا بالکل ذکر نہیں ہے آپ ترجمۃ الباب سے مطابقت کی وجہ ذکر فرماتے ہوئے لکھے کہ حضور علیہ ﷺ نے اس طرح کا عمل کیوں فرمایا جبکہ قرآن پاک میں اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا اور حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى موجود ہے نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ما رأیت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی صلٰوۃ بغیر میقاتہا الخ دفع تعارض کی جو بہتر توجیہ ہو سکے تحریر فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے مدینہ منورہ میں سات رکعتیں یعنی مغرب اور عشاء اور آٹھ رکعتیں یعنی ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھیں۔

(ب):

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت:

باب کا مقصد یہ بات بتانا ہے کہ مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عشاء تک رہتا ہے درمیان میں نہ کوئی مشترک وقت ہے اور نہ مہمل وقت ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا یعنی مغرب کو اپنے آخری وقت میں اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھا پس معلوم ہوا عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے نہ دونوں کے درمیان وقت مشترک ہے نہ وقتِ مہمل ہے پس مناسبت ظاہر ہے۔

دفعِ تعارض: جو لوگ جمع بین الصلاتین کے جواز کے قائل ہیں یعنی ائمہ ثلاثہ وہ اس حدیث کو حالتِ عذر پر محمول کرتے ہیں اور جو حضرات جمع بین الصلاتین حقیقی ایام حج کے علاوہ کو ناجائز کہتے ہیں یعنی علماء احناف اور امام بخاری رحمہم اللہ وہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں یعنی آپ ﷺ نے ظہرین اور عشائین میں سے پہلی نماز کو آخر وقت اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھایا اور ایسا آپ ﷺ نے دو وجہ سے کیا تھا: (۱) ایک بیانِ جواز کے لئے، شریعت کا منشاء تو یہ ہے کہ ہر نماز الگ الگ وقت میں پڑھی جائے تاکہ دنیا کی مشغولیت اللہ سے غافل نہ کرے اور جمع صُوری اگرچہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے مگر اس کی گنجائش ہے، یہ مسئلہ واضح کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا عمل کیا۔

(۲) دوسرا مقصد وہ تھا جو اس باب کا مدعی ہے یعنی اس بات کی تعلیم دینا مقصود تھا کہ ظہرین اور عشائین کے درمیان وقت اور وقت مہمل نہیں ایک نماز کا وقت ختم ہوتے ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

فائدہ: احناف کا مسلک اُصولِ قرآن کے مطابق ہے جیسا کہ قولِ باری: (۱) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا. (۲) حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ (۴) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے: ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ صلّی صلاۃ الا لمیقاتہا. ان آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں اور ان کی محافظت واجب ہے ان اوقات کی خلاف ورزی باعثِ عذاب ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں اور اخبار آحاد اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، بالخصوص جبکہ اخبار آحاد محتمل ہو لہٰذا ایسی صورت میں تمام روایات کو ایامِ حج کے علاوہ میں جمع صوری پر محمول کرنا اوفق بالقران ہے جیسا کہ احناف کہتے ہیں۔ (تحفۃ القاری ۲/۴۰۶)

سوال:۴۵، صفحہ:۸۹

بَابُ وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

(ب) مذکورہ حدیث مکمل لکھیں اور واضح کریں کہ اس سے استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

(ج) جمہور کی کیا رائے ہے؟ اور ان کے دلائل کیا ہیں تفصیل سے لکھیں۔

الجواب:

(الف) جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم:

جاننا چاہیے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور صحتِ صلوٰۃ کے لئے بھی شرط ہے اگر تنہا نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

(۲) اور شوافع کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جماعت فرضِ کفایہ ہے اور دوسرا قول سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۳) اور مالکیہ کے یہاں بھی مختلف اقوال ہیں اور مختار قول سنتِ مؤکدہ کا ہے۔

(۴) اور حنفیہ کے یہاں مفتیٰ بہ قول سنتِ مؤکدہ کا ہے اور احناف میں علامہ ابن الہمام کے نزدیک جماعت واجب ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرض عین ہے مگر نماز کی صحت کے لئے جماعت شرط نہیں، اگر تنہا نماز پڑھے تو بھی نماز صحیح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل: (۱) حدیث الباب ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو آگ میں جلانے کا ارادہ فرمایا تھا پھر کسی مصلحت سے نہیں جلایا۔

وجہِ استدلال: اس قدر سخت سزا فرائض کے تارک ہی کو دی جاسکتی ہے سنت و مستحب کے تارک کو نہیں دی جاسکتی معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض یا واجب ہے۔

(۲) قال الحسن ان منعتہ امہ عن العشاء فی الجماعۃ شفقۃ لم یطعھا.

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اس کی ماں بربناء شفقت عشاء کی نماز کے لئے مسجد جانے سے روکے تو ماں کی اطاعت ضروری نہیں۔

وجہِ استدلال: والدین کی اطاعت بیشک ضروری ہے مگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی ضروری ہے اور خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق. لہٰذا ماں کی بات ماننی ضروری نہیں پس ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض یا واجب ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۰۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مکمل حدیث:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لقد ھممت ان آمر بحطب لیحطب ثم امر بالصلاۃ فیؤذن لھا ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرقہ علیھم بیوتھم والذی نفسی بیدہ لویعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاء۔

ترجمہ: نبی علیہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے بالیقین ارادہ کیا تھا کہ میں سوختہ کے بارے میں حکم دوں کہ وہ جمع کیا جائے، پھر نماز کا حکم دوں پس اس کے لئے اذان کہی جائے پھر میں ایک شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ایسے لوگوں کی طرف جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوئے) پس میں ان پر ان کے گھروں کو جلادوں اور اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے ایک جان لے کہ وہ گوشت سے بھری ہوئی ایک ہڈی یا دو اچھے کھر پائے گا تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئے۔

اس حدیث سے جماعت کے فرض یا واجب ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کو جلانے کے لئے جائیں گے پس آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خدام جماعت سے متخلف ہوں گے اور یہ بات کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے خدام دوسری جماعت کرلیں گے متخلفین کے حق میں بھی متحقق ہے وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھی دوسری جماعت کرلیں گے الغرض اس حدیث سے جماعت کی تاکید تو نکلتی ہے مگر اس کا فرض یا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا اور رہی سزا کی بات تو وہ سنن و مستحبات جو شعائر اسلام سے ہے ان کے ترک پر بھی سخت سزا دی جاسکتی ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۵۷)

(ج):

جمہور کے نزدیک جماعت سنتِ مؤکدہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل: (۱) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال صلاۃ الجماعۃ تفضل صلاۃ الفذ بسبع و عشرین درجۃ۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ صلاۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلاتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسا و عشرین ضعفا۔

وجہ استدلال: اس جیسے فضائل کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تنہا نماز بھی صحیح ہے اگر نماز کی صحت کے لئے جماعت شرط ہوتی تو تنہا نماز کا کوئی ثواب نہ ہوتا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلا کہ جماعت کی بڑی اہمیت ہے اس لئے حدیثوں میں تنہا نماز اور باجماعت کا موازنہ کیا گیا ہے تنہا نماز کا ایک ثواب اور باجماعت نماز کا پچیس گنا یا ستائیس گنا ثواب بتایا گیا ہے۔

نیز ترکِ جماعت کی وعید کی حدیثیں بھی جماعت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

سوال: ۴۶، صفحہ: ۹۳

بَابٌ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ. وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ. عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) دونوں بابوں کا مقصد متعین کریں۔

(ج) ان ابواب سے پہلے یہ بات ہے باب اذا حضر الطعام واقیمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الصلاۃ اس باب کی دلیل کیا ہے اور مذکورہ دونوں بابوں کا سابقہ باب سے ربط و تعلق کیا ہے سوچ کر لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ ومطلب: امام کو نماز کے لئے بلایا جائے درآنحالیکہ اس کے ہاتھ میں کھانا ہو عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا درآنحالیکہ آپ ﷺ بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر نوش فرما رہے تھے، آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی گئی تو آپ نے چھری رکھ دی اور نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مماست النار کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، نیز ضرورت کے وقت چھری سے گوشت وغیرہ کاٹ کر کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے البتہ بے ضرورت چھری کا استعمال ٹھیک نہیں یہ عجمیوں کا طریقہ ہے)۔

آدمی گھر کے کام میں مشغول ہو اور نماز شروع ہو جائے تو نماز کے لئے نکلے۔ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی ﷺ جب گھر میں ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا گھر والے جو کام کرتے تھے وہی حضور ﷺ بھی کرتے تھے یعنی گھر کے کام میں شریک ہوتے تھے لیکن جب تکبیر شروع ہوتی تو کام چھوڑ کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (معلوم ہوا کہ گھر کے کاموں کی مشغولیت تاخیرِ صلوٰۃ کے لئے عذر نہیں ہے)۔

(ب):

دونوں بابوں کا مقصد:

(۱) باب اذا دعی الامام الی الصلاۃ و بیدہ ما یأکل. اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام اور مقتدی کے احکام میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں یعنی کھانے کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقدم کرنے کا مسئلہ مقتدی کے لئے ہے امام کو اقامت کے ساتھ ہی کھڑا ہو جانا چاہیے، کھانے کو مقدم نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ امام کا معاملہ متعدی ہے اس کے تاخیر کرنے سے لوگ پریشان ہوں گے، برخلاف مقتدی کے کہ اس کا معاملہ لازم ہے اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے اس کے کھانے کو مقدم کرنے کی وجہ سے کسی کو پریشانی نہیں ہوگی، باب میں یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ گوشت نوش فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اقامت کے ساتھ ہی کھانا چھوڑ دیا معلوم ہوا کہ امام و مقتدی کے احکام میں فرق ہے۔

(تحفۃ القاری ۲/۵۳۶)

(۲) باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ فخرج اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حاجتِ اکل اور دیگر حوائج کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں یعنی حاجتِ اکل تو نماز میں تاخیر کے لئے عذر ہے مگر دیگر حوائج عذر نہیں ہیں، لیکن چھوٹے بڑے استنجے کا تقاضا حاجتِ اکل کے ساتھ لاحق ہے اس وجہ سے حدیث میں چھوٹے بڑے استنجے کے تقاضے کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۳۷)

(ج):

باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ کی دلیل:

(۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ انہ قال اذا وضع العشاء واقیمت الصلاۃ فابدؤوا بالعشاء۔

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع عشاء احدکم واقیمت الصلاۃ فابدؤوا بالعشاء ولا یعجل حتّٰی یفرغ منہ۔

(۳) قال ابو الدرداء من فقہ المرأ اقبالہ علی حاجتہ حتّٰی یقبل علی صلاتہ وقلبہ فارغ۔

آدمی کی سمجھداری کی علامت یہ ہے کہ پہلے ضرورت پوری کرے، پھر مطمئن ہو کر نماز پڑھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یوضع لہ الطعام وتقام الصلاۃ فلا یأتیہا حتّٰی یفرغ وانہ یسمع قراءۃ الامام.

مذکورہ دونوں باب کا سابقہ باب سے ربط اور تعلق:

سابقہ باب باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز بہ اطمینان ادا کرنی چاہئے لہٰذا اگر کھانا سامنے آجائے اور اقامت شروع ہوجائے اور بھوک سخت لگ رہی ہو تو پہلے بھوک کا بھوت مار لے پھر نماز پڑھے، پھر باب اذا دعی الامام الی الصلاۃ وبیدہ ما یأکل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے پہلے باب کے حکم سے استثناء کرنا ہے یعنی پہلے باب میں جو کہا گیا کہ کھانے کے سامنے ہوتے ہوئے نماز کی مؤخر کیا جائے گا، سخت بھوک کی حالت میں، یہ حکم سب کے لئے نہیں بلکہ صرف مقتدی کے لئے خاص ہے اور امام کھانے کو مقدم نہ کرے بلکہ مؤخر کرے، پھر باب من کان فی حاجۃ اہلہ فاقیمت الصلاۃ فخرج سے امام بخاری کا مقصد حاجتِ اکل اور دیگر حوائج میں فرق بیان کرنا ہے یعنی سابقہ باب میں جو حضورِ طعام کے وقت تاخیرِ صلوٰۃ کا حکم بیان کیا گیا ہے وہ صرف طعام کے ساتھ خاص ہے دوسری حوائج تاخیرِ صلوٰۃ کا عذر نہیں ہوسکتی ہیں، پس تینوں بابوں میں مناسبت وتعلق واضح ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۳۴)

سوال: ۷، ۴، صفحہ: ۱۰۴

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ .... وَقَالَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) باب میں کیا مسئلہ ہے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ باب میں ہے یا نہیں؟ بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مقتدی پر قراءت کیوں کر واجب ہوگی، اس پر تو استماع و انصات واجب ہے، اس کا جواب لکھ کر مذکورہ حدیث کی باب سے مطابقت واضح کریں۔

(ج) باب میں دو حدیثیں اور بھی ہیں ان کو لکھ کر ان کی بھی باب سے مطابقت واضح کریں۔

الجواب:

(الف):

باب میں یہ مسئلہ ہے کہ مطلق قراءت فرض ہے بالتخصیص فاتحہ فرض نہیں اور قرأت عام ہے اس کے ضمن میں فاتحہ بھی داخل ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے: باب وجوبِ القراءۃ نہ کہ باب وجوب الفاتحۃ پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس طریقہ سے باب قائم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ باب میں مطلق قراءت کا مسئلہ ہے نہ کہ بالتخصیص فاتحہ کا، کیونکہ قراءت قرآن تو قراءت فاتحہ سے عام ہے وہ فاتحہ اور سورت دونوں کو شامل ہے، پھر حضرت نے لفظ قراءت کیوں استعمال کیا لفظ فاتحہ کیوں استعمال نہیں کیا۔

دلیل: (۱) قولہ تعالیٰ: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(۲) اور باب کی تینوں حدیثیں جن کی تفصیل "ب" اور "ج" میں آرہی ہے وہ بھی مطلق قراءت فرض ہونے کی دلیل ہیں۔

باب میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ ہے ہی نہیں۔

کیونکہ فاتحہ اور قراءت کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے فاتحہ پڑھنا خاص ہے اور قراءت یعنی پورے قرآن میں سے کہیں سے پڑھنا جس میں فاتحہ بھی شامل ہے عام ہے اور خاص کے ضمن میں عام ہی پایا جاتا ہے مگر عام کے ضمن میں خاص نہیں پایا جاتا مثلاً انسان اور حیوان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے پس ھذا الانسان سے حیوان ہونا خود بخود ثابت ہوگا اور ھذا الفرس سے صرف حیوان ہونا ثابت ہوگا، انسان ہونا جو کہ خاص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے ثابت نہیں ہوگا، اسی طرح فاتحہ کے ضمن میں قراءت خود بخود شامل ہوگی، کیونکہ فاتحہ خاص ہے اور قراءت عام ہے مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاص لفظ استعمال نہ کر کے عام لفظ استعمال کیا ہے اور عام کے ضمن میں خاص نہیں پایا جاتا، پس فاتحہ کا تذکرہ اس باب میں خصوصیت کے ساتھ نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری ۳/ ۶۵)

(ب):

مقتدی پر حکماً قراءت واجب ہے نہ کہ حقیقتاً یعنی اتصاف کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصاف حقیقی (۲) اتصافِ حکمی۔ اتصافِ حقیقی یہ ہے کہ امام قراءت کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور وہ بالکل واضح ہے اور اتصاف حکمی یہ ہے کہ مقتدی کو قراءت کے ساتھ حکماً متصف مانا جائے جیسے مدرکِ رکوع کو بھی فاتحہ کے ساتھ حکماً متصف مانتے ہیں۔ جو شخص رکوع میں شریک ہوا اس نے رکعت پالی، کیونکہ حدیث میں ہے: مدرک رکوع مدرک رکعت ہے سوال یہ ہے کہ مقتدی نے فاتحہ کہاں پڑھی؟ جواب یہ ہے کہ امام کا پڑھنا اس کے حق میں محسوب ہے غرض اتصاف حکمی کو فی الجملہ سب تسلیم کرتے ہیں، پس یہاں بھی امام کا اتصاف قراءت کے ساتھ حقیقی ہے اور مقتدی کا حکمی، پس مقتدی پر حکماً قراءت واجب ہوا اور حکماً واجب ہونا استماع وانصات کے متضاد نہیں ہے۔

(تحفۃ القاری ۳/ ۶۶)

حدیث مذکورہ کی باب سے مناسبت:

جاننا چاہئے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا باب سے تعلق یہ ہے کہ مطلق قراءت اور قراءت فاتحہ میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے مطلق قراءت عام ہے اور قراءت فاتحہ خاص ہے اور خاص کے ضمن میں عام پایا جاتا ہے پس فاتحہ پڑھنے سے قراءت کا تحقق ہوجائے گا، کیونکہ خاص کے ضمن میں عام کا تحقق ہوجاتا ہے۔ پس حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہوگئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

باب کی اور دونوں حدیث اور اُن کی باب سے مناسبت:

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا. أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ، اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو معزول کر دیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، پس کوفہ والوں نے شکایت کی یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی شکایت کی کہ سعد ٹھیک سے نماز نہیں پڑھاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کے پاس قاصد بھیج کر ان کو بلوایا پس کہا اے ابواسحاق! یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ٹھیک سے نماز نہیں پڑھاتے، حضرت سعد نے کہا رہا میں تو بخدا! میں ان کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھاتا تھا، یعنی سنت کے مطابق نماز پڑھاتا تھا، اس میں ذرا کمی نہیں کرتا تھا، میں شام کی نمازیں پڑھاتا ہوں (ظہر وعصر) پس میں پہلی دو رکعتوں میں سوجاتا ہوں (یعنی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں) اور آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا اے ابواسحاق! آپ کے بارے میں میرا یہی گمان تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یا چند اشخاص کو حضرت سعد کے ساتھ کوفہ بھیجا تا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوفہ والوں سے پوچھیں اور انہوں نے کوئی مسجد نہیں چھوڑی مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، اور سب لوگ ان کی تعریف کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچا پس ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کو اُسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا اور جس کی کنیت ابو سعدہ تھی، اس نے کہا جب آپ نے ہمیں قسم دی ہے تو سنئے سعد سریوں میں نہیں نکلتے، اور مال برابر تقسیم نہیں کرتے اور فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا سن بخدا! میں ضرور تین دعائیں کروں گا، اے اللہ! اگر تیرہ یہ بندہ جھوٹا ہے، ناموری اور دکھاوے کے لئے کھڑا ہوا ہے پس لمبی فرما اس کی زندگی اور لمبی فرما، اس کی غریبی اور اس کو فتنوں سے دوچار فرما۔ راوی کہتا ہے پھر بعد میں جب اس سے حال پوچھا جاتا تو کہتا ایک بہت بوڑھا فتنوں کا شکار، مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے عبدالملک کہتے ہیں میں نے بعد میں اس کو دیکھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھوئیں آنکھوں پر گرگئی تھیں اور وہ راستہ میں باندیوں کو چھیڑتا تھا ان کے بازو دباتا تھا۔

باب سے مناسبت! حضرت سعد رضی اللہ عنہ ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرتے تھے، معلوم ہوا کہ ہر نماز میں خواہ سری ہو یا جہری قراءت ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلّی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد وقال ارجع فصل فانك لم تصل فرجع فصلّی کما صلّی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلاثا فقال والذی بعثك بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اذا قمت الی الصلاۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن ثم ارکع حتّٰی تطمئن راکعًا ثم ارفع حتّٰی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتّٰی تطمئن جالسا وافعل ذالك فی صلاتك کلھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اس نے تحیۃ المسجد پڑھی، پھر وہ آنحضور ﷺ کی مجلس میں شرکت کے لئے آیا اور سلام کیا آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور دوبارہ نماز پڑھ کر آیا اور سلام کیا آپ ﷺ نے جواب دیا اور وہی بات فرمائی تین بار آپ ﷺ نے اس کو لوٹایا۔ تیسری مرتبہ کے بعد اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو ایسی ہی نماز پڑھنا جانتا ہوں آپ ﷺ مجھے سکھلائیں، آپ ﷺ نے فرمایا جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کریں، تو تکبیر کہیں پھر جہاں سے آپ کے لئے آسان ہو قرآن پڑھیں پھر رکوع کریں اور بہ اطمینان رکوع کریں پھر سر اُٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جائیں پھر سجدہ کریں اور اس میں ٹھہریں پھر سر اُٹھائیں اور اطمینان سے بیٹھیں اس طرح تمام رکعتیں پڑھیں۔

باب سے مناسبت: ثم اقرأ ما تیسر من القرآن سے استدلال یہ ہے کہ نماز میں مطلق قراءت فرض ہے بالخصوص فاتحہ فرض نہیں اگر فاتحہ فرض ہوتا تو آپ ﷺ فرض کو چھوڑ کر غیر فرض کی تعلیم نہ دیتے۔ (تحفۃ القاری ۳/۶۷)

سوال: ۸۴، صفحہ: ۱۱۲

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ. وَ رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلاً لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ مَا صَلَّيْتَ. وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۳۴ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تعدیلِ ارکان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اختلافِ ائمہ مدلل و مفصل لکھیں اور بتائیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے کس نے استدلال کیا ہے اور اسکا جواب کیا ہے؟

(ج) قومہ اور جلسہ رُکن طویل ہے یا قصیر؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جب سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع سجدے ٹھیک سے نہیں کر رہا تھا یعنی رکوع وسجود میں تعدیل نہیں کر رہا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نماز کے بعد اس سے کہا تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو ایسی ہی نماز پڑھتا ہوا مر گیا تو تیری موت اس فطرت (اسلام) پر نہیں ہوگی جس پر اللہ عزوجل نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔

(ب):

تعدیلِ ارکان کی شرعی حیثیت میں فقہاء کا اختلاف مع دلائل:

اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعدیلِ ارکان یعنی رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ باطمینان ادا کرنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی، امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے۔

دلیل: رأى حذيفة رضي الله عنه رجلًا لا يتم ركوعه ولا سجوده فلما قطى صلاته قال له حذيفة رضي الله عنه ما صليت ولو مت مت على غير سنة محمد ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہِ استدلال: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس شخص سے جو رکوع وسجود میں تعدیل نہیں کر رہا تھا فرمایا تیری نماز نہیں ہوئی معلوم ہوا کہ تعدیلِ ارکان فرض ہے کیونکہ نفس صلوٰۃ کی نفی فرض کے ترک پر ہی ہو سکتی ہے۔

(۲) امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تعدیلِ ارکان فرض نہیں پھر احناف میں سے جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سنت قرار دیا اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے واجب قرار دیا ہے لیکن احناف کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعدیلِ ارکان سنتِ مؤکدہ اشد تاکید (واجب جیسی سنت) ہے۔

دلیل: حدیث المسیئ صلوتہ میں نبی علیہ السلام کا فرمان حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ سے فاذا فعلت ذالك قد تمت صلاتك وان انتقصت منه شيئا انتقصت من صلوتك.

وجہِ استدلال: اس میں آپ علیہ السلام نے تعدیلِ ارکان کے ترک پر بطلانِ صلوٰۃ کا حکم نہیں لگایا بلکہ نقصان کا حکم لگایا یعنی تعدیل نہ کرنے کی صورت میں نماز تو ہو جائے گی مگر ناقص ہوگی، معلوم ہوا کہ تعدیلِ ارکان فرض نہیں۔

حدیثِ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ نے تعدیلِ ارکان کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب: کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ناقص کو کالعدم فرض کر کے کلام کیا ہے وعید کے موقع پر ایسا کرتے ہیں، اس کی دلیل حدیث المسیئ صلوتہ ہے۔

(درسِ ترمذی۔ تحفۃ القاری ۳ر۱۱۴)

(ج):

قومہ اور جلسہ رکنِ طویل ہے یا قصیر اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) احناف اور شوافع کے نزدیک قومہ اور جلسہ رکنِ قصیر ہیں، جب رکوع اور سجدہ سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا یا بیٹھ گیا اور بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور ہر ہڈی اس کی جگہ سیٹ ہو گئی تو قومہ وجلسہ ہو گیا اب سجدہ کر سکتا ہے، ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: اگر قومہ اور جلسہ رکنِ طویل ہوتے تو شریعت ان کے لئے بھی کوئی ذکر مشروع کرتی اور ذکر چھوٹا ہوتا تو اس کی تکرار مشروع کرتی جب کہ نوافل میں تو قومہ اور جلسہ کے لئے اذکار مروی ہیں مگر فرائض میں ایسا کوئی ذکر مروی نہیں، معلوم ہوا کہ یہ دونوں مختصر و قصیر رکن ہیں۔

(۲) اور حنابلہ کے نزدیک رکوع و سجود کی طرح قومہ اور جلسہ بھی رکنِ طویل ہیں۔

دلیل: عن البراء قال کان رکوع النبی ﷺ وسجودہ وبین السجدتین واذا رفع رأسہ من الرکوع ماخلا القیام والقعود قریبا من السواء۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور آپ ﷺ کے سجود اور سجدوں کا درمیان یعنی جلسہ اور جب آپ ﷺ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے یعنی قومہ قیام وقعود کے علاوہ تقریباً برابر تھے۔ (تحفۃ القاری ج ۳، ص ۱۱۴)

وجہ استدلال: جب قومہ و جلسہ قیام وقعود کے برابر تھے معلوم ہو وہ دونوں رکن طویل ہیں ورنہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

سوال: ۴۹، صفحہ: ۱۲۰

بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ. لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ.

فَاسْعَوْا- فَامْضُوا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ، فَهَدَانَا اللهُ. فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ، الْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَىٰ بَعْدَ غَدٍ.

(۱۴۳۴ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) آیتِ کریمہ سے جمعہ کی فرضیت کس طرح ثابت ہوتی ہے مفصل لکھیں۔
(ج) حدیث شریف کے ہر جزء کی مفصل شرح لکھیں اور بید کا محل استعمال لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جمعہ کی نماز فرض ہے۔ ارشاد پاک ہے: (اے ایمان والو!) جب جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے لئے پکارا جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل دو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم دنیا میں آخری اُمت اور قیامت کے دن پہلی اُمت ہیں بایں ہمہ کہ وہ لوگ ہم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔
پھر یہ جمعہ ان کا وہ دن ہے جو ان پر مقرر کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا، پس ہمیں اللہ نے اس دن کا راستہ دکھایا پس لوگ عبادت کے دن میں ہمارے پیچھے ہیں، یہود آئندہ کل ہیں اور نصاریٰ آئندہ پرسوں۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ آیتِ کریمہ سے چار طرح فرضیتِ جمعہ ثابت ہوتی ہے:
(۱) جمعہ کے لئے اذان کی مشروعیت! اذان صرف فرائض کے لئے مشروع کی گئی ہے، واجبات وغیرہ کے لئے اذان مشروع نہیں کی گئی، پس جمعہ کے لئے اذان کی مشروعیت دلیل ہے کہ جمعہ فرض ہے۔
(۲) اذان ہونے پر جمعہ کے لئے چل دینا واجب ہے اور کسی فرض کام کے لئے ہی چلنا واجب ہوتا ہے پس اذان ہوتے ہی جمعہ کے لئے چل دینے کا وجوبی حکم جمعہ کی فرضیت کی دلیل ہے۔
(۳) جمعہ کی اذان پر کاروبار بند کر دینے کا وجوبی حکم بھی جمعہ کی فرضیت کی دلیل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) خیر کا شہود جمعہ میں منحصر ہونا جیسا کہ آیتِ کریمہ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ بھی جمعہ کی فرضیت کی دلیل ہے۔ (تحفۃ القاری ۳/ ۱۹۳)

(ج) حدیث کے ہر جزء کی تفصیل:

(۱) نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ یعنی ہم دنیا میں وجود کے اعتبار سے یہود و نصاریٰ کے بعد ہیں لیکن قیامت کے دن حساب و کتاب اور دخولِ جنت کے اعتبار سے ان سے آگے ہوں گے کیونکہ ہم دنیا میں عبادت کے اعتبار سے ان سے آگے ہیں پس قیامت کے دن جنت میں ہم پہلے جائیں گے۔

(۲) بید انهم اوتوا الکتاب من قبلنا۔ یعنی یہود و نصاریٰ صرف ایک بات میں بڑھے ہوئے ہیں اور وہ بات یہ ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی مگر یہ کوئی خاص فضیلت نہیں جیسے سارے انبیاء پہلے گزرے ہیں اور سید الانبیاء بعد میں آئے ہیں مگر وہ کوئی بڑی فضیلت نہیں بڑی فضیلت دخولِ جنت ہے اور اس میں ہم آگے ہوں گے ان شاء اللہ۔

(۳) ثم هذا یوم هم الخ پھر یہاں سے آخر تک نبی ﷺ ہمارے دو امتیاز کا بیان فرمایا ہے:

(۱) ایک یہ ہے کہ اس امت نے اپنے نبی کی مخالفت نہیں کی یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء کی مخالفت کی اور ان کی بات نہیں مانی ہے ہمیں اللہ نے جمعہ کی طرف راہنمائی فرمائی کا یہی مطلب ہے۔

(۲) دوم ہم اگرچہ وجود کے اعتبار سے بعد میں ہیں مگر حقیقت میں پہلے ہیں اس لئے کہ ہماری عبادت کا دن جمعہ کا دن ہے اور یہود و نصاریٰ کے عبادت کے دن ہمارے ایک دو دن بعد ہیں۔

(۴) فرض علیهم: ان پر مقرر کیا گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ بھی جمعہ کا دن منتخب کریں مگر معاملہ چونکہ ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تھا اس لئے جو بھی دن انہوں نے مقرر کیا وہی دن ان کے حق میں برحق قرار پایا۔ (تحفۃ القاری ۳/ ۱۹۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الإجابة عن الأسئلة للاختبار السنوي

سوال: ۵۰، صفحہ: ۲

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

(۱۴۲۲ھ)

(الف) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ کے تحت ذکر فرمایا ہے، آپ پہلے تراجم کے سلسلہ میں کچھ اُصول جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملحوظ رکھتے ہیں اُن کی تفصیل بیان کریں۔

(ب) پھر اس حدیث کو ترجمۃ الباب پر منطبق کریں۔

(ج) اس حدیث میں ایک ٹکڑا اور ہے ومن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ الخ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں حذف کیا ہے اس کی وجہ بھی بیان کریں۔

الجواب:

(الف) تراجمِ بخاری کے سلسلہ میں چند اُصول:

(۱) کبھی ترجمۃ الباب میں قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں اور اس کو بمنزلہ متن قرار دیتے ہیں اور بعد میں آنے والی حدیثوں کو بمنزلہ تفسیر وشرح قرار دیتے ہیں۔

(۲) کبھی ترجمۃ الباب میں احادیث لے آتے ہیں اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ مافی الباب کی احادیث میں اشکال تھا کہ وہ کس باب سے متعلق ہیں تو ترجمۃ الباب کی حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے یہ دفع کر دیتے ہیں یا ترجمۃ الباب کی حدیث میں اشکال تھا تو مافی الباب کی حدیث سے یہ دفع کر دیتے ہیں اور یہ متعین کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں باب سے متعلق ہیں۔

(۳) کبھی کسی حدیث کو باب کا مضاف الیہ و جزء بنا کر لے آتے ہیں اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ ان کے مسلک و مذہب کے موافق ہے مگر حدیث ان کے شرط کے مطابق نہیں ہے۔

(۴) کبھی استفہام سے ترجمہ قائم کرتے ہیں مثلاً باب هل كذا اور مافی الباب کی حدیث سے اس کا جواب دیتے ہیں یا احادیث متعارضہ دیکھ کر فیصلہ قارئین کے حوالہ کر دیتے ہیں خود کوئی ترجیح قائم نہیں کرتے۔

(۵) کبھی ایسی حدیث سے ترجمہ باندھتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہیں ہے پھر باب میں اپنی شرط کے مطابق حدیث لاتے ہیں جو اس کی شاہد ہو۔

(۶) کبھی ایسے ایک مذہب کے ساتھ ترجمہ قائم کرتے ہیں جس کا قائل ان سے پہلے کوئی تھا، پھر باب میں ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جو کسی حیثیت سے اس پر دلالت کرتی ہے لیکن خود ترجیح قائم نہیں کرتے، جیسا کہ باب من قال كذا۔

(۷) کبھی ایسے ایک مسئلہ کے ساتھ ترجمہ لائیں گے جس میں احادیث مختلف ہیں وہ سب حدیثیں پیش کر دیں گے تاکہ فقہاء کرام اپنے اپنے اجتہاد سے کسی جہت کو متعین کریں۔

(۸) کبھی کسی مسئلہ میں ادلہ متعارض ہوں گی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وجہ تطبیق ہوگی اور ہر ایک کا الگ الگ محمل ہوگا تو امام بخاری اسی محمل کے ساتھ ترجمہ قائم کریں گے جس سے صرف ایک حدیث کی مناسبت ہوگی اور بقیہ احادیث اس کی مؤید ہوں گی ایسی حالت میں ہر ہر حدیث کی مناسبت تلاش کرنا بے جا ہوگا۔

(۹) کبھی جملہ احادیث کے مضمون کے ساتھ باب کی مناسبت ہوگی۔

(۱۰) کبھی ترجمہ میں صرف آیات و آثار پیش کریں گے اور کوئی حدیث نہیں لائیں گے اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے مضمون کی کوئی حدیث ان کی شرط کے موافق نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱۱) کبھی باب بغیر ترجمہ لائیں گے تو وہ باب کالفصل من الباب السابق ہوگا یعنی وہ باب، سابق باب سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہوگا اور فی الجملہ دونوں میں فرق بھی ہوگا اور کبھی ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ طالبِ علم خود ہی باب قائم کریں اور ان کو باب قائم کرنے کی استعداد ہو۔

(۱۲) کبھی ترجمہ قائم کریں گے اور حدیث نہیں لائیں گے یہ بتانے کے لئے کہ تم مناسب حدیث لے آؤ۔

(۱۳) کبھی مکرر باب لائیں گے لیکن پہلا اجمالی دوسرا تفصیلی ہوگا یا پہلا بلا سند ہوگا، دوسرا مع السند ہوگا۔

(۱۴) کبھی ایک قسم کے دو باب لائیں گے لیکن دونوں کے معنیٰ الگ الگ ہوں گے۔

(ب):

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے سوال نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

(۱) اور حضرت شاہ صاحب نے ایک مناسبت اس طرح بھی ذکر فرمائی ہے کہ وحی کا تعلق ورودِ اعمال کے ساتھ ہے اور نیت کا تعلق صدورِ اعمال کے ساتھ ہے۔

ورودِ اعمال کا مطلب یہ ہے کہ اوامر و نواہی کے ذریعہ عاقل کو مکلف بنانا اور وہ وحی پر موقوف ہے اور صدورِ اعمال کا مطلب یہ ہے کہ اس ورودِ اعمال کے بعد مکلف بہٖ پر تکلیف کے ماتحت عمل کرنا اور یہ نیت پر موقوف ہے پس وحی ورودِ اعمال کا مبدأ ہوا اور نیت صدورِ اعمال کا مبدأ ہوا اور وحی کے بغیر اچھا کام نہیں ہوسکتا اور نیت کے بغیر اچھا کام فائدہ مند نہیں ہوسکتا اس سے مناسبت ظاہر ہوگئی ہے۔

(۲) علامہ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور ہجرت سے مناسبت اس طور پر ثابت ہوگی کہ ہجرت الیٰ غارِ حراء نزولِ وحی کا مقدمہ ہے اور ہجرت الی المدینہ ظہورِ وحی کا مبدأ ہے اس اعتبار سے حدیث کی مناسبت باب الوحی سے ظاہر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ کوحذف کرنے کی وجہ:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ مذکور کے اس جزء کو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حذف کیا ہے کہ جس طرح ہجرت کی دوقسموں میں سے ایک قسم معتبر اور ایک غیر معتبر ہے اسی طرح وحی کی بھی دوقسمیں ہونی چاہئیں ایک معتبر اور ایک غیر معتبر اور وحی ربانی کا معتبر ہونا قرآن سے ثابت ہے پس دوسری قسم وحی شیطانی ہوگی جو غیر معتبر ہے۔

(۲) اس جزء کو حذف کر کے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ احادیث میں حذف کر کے اختصار کرنا جائز ہے یا نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث میں حذف کر کے اپنا مذہب بیان کر دیا کہ حذف کرنا جائز ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/۱۲۱) -

سوال: ۵۱، صفحہ ۲:

أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلاً فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ.

(۱۴۱۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مثل صلصلۃ الجرس کی تشریح کرتے ہوئے علماء کے اقوال کو ذکر کریں۔

(ج) اور بتلائیں کہ قرآن کا نزول ان دونوں قسموں میں سے کس قسم میں داخل ہے۔

(د) نیز وحی کے نزول کی صرف یہی دو شکل نہیں ہیں جیسا کہ آیتِ قرآنی ماکان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا الخ سے معلوم ہوتا ہے اس لئے حدیث میں دو شکل پر اکتفاء کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

(ہ) یہ حدیث باب کیف کان بدء الوحی کے تحت مذکور ہے ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح کریں۔

الجواب:

(الف):

اس کا جواب سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

(ب):

مثل صلصلة الجرس کی تشریح: اور ایک روایت میں ہے مثل صلصلة الجرس علی صفوان. صفوان کے معنی ہیں: چکنا پتھر، اگر کوئی شخص زنجیر لے کر چکنے پتھر پر دوڑے تو ایک مسلسل آواز اور جھنکار پیدا ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ اس آواز کے مانند ہوتی ہے وحی کی اس صورت میں آنحضور ﷺ کو کوئی نظر نہیں آتا تھا اور آواز بھی آپ ﷺ اکیلے سنتے تھے، آپ ﷺ کے پاس جو صحابہ موجود ہوتے تھے وہ اس آواز کو نہیں سنتے تھے۔

علماء کے اقوال صوت مسلسل کے بارے میں:

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی آواز۔

(۲) وحی کی آواز بطور تنبیہ کی جاتی تھی۔

(۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اصلی آواز ہوتی تھی۔

(۵) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پروں کی آواز ہوتی تھی۔

(۶) لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہوتی تھی اور یہ مسئلہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں چھیڑا ہے۔ (تحفۃ القاری ۱۳۱/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

قرآنِ کریم کا نزول دوسری قسم یتمثل لی الملك رجلا فیکلمنی میں داخل ہے۔

(د) اور (ہ) کا جواب سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۵۲، صفحہ: ۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ. فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

(۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) وکان مما یحرك من لفظ مما کثرت سے کس معنی میں استعمال ہوتا ہے کیا مما میں "من" ابتدائیہ مراد لینا صحیح ہے۔

(ج) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہونٹ کو حرکت دیتے تھے اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کو حرکت دیتے تھے ان دونوں میں مطابقت کس طرح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنه کی تفسیر تقرأه سے پھر بیانه کی تفسیر بھی ان تقرأه سے کر رہے ہیں جس سے بظاہر تکرار لازم آتا ہے اس کا جواب تحریر کریں۔

(ہ) امام بخاری نے اس حدیث کو باب کیف کان بدء الوحی الی رسول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ ﷺ کے تحت ذکر فرمایا ہے باب کا مقصد اور حدیث کی باب سے مطابقت تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت پاک "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" (آپ ﷺ قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں تاکہ اس کو جلدی یاد کرلیں) کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نزولِ قرآن کی وجہ سے سختی برداشت کرتے تھے اور آپ ﷺ ان لوگوں میں سے تھے جو ہونٹ ہلاتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: "آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں تاکہ اس کو جلدی لے لیں بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا یعنی یاد کرانا"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن کو آپ ﷺ کے سینوں میں جمع کردینا اور آپ ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے پڑھیں گے یعنی پڑھوانا بھی ہمارے ذمہ ہے پس جب ہم (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اس کو پڑھیں تو آپ ﷺ اس پڑھنے کی پیروی کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آپ غور سے سنیں اور خاموش رہیں، پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کو کھولنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے کہ آپ ﷺ اس کو پڑھیں پس اس کے بعد جب جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ بغور سنتے پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ ﷺ اسی طرح قرآن پڑھتے جس طرح جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پڑھایا تھا۔

(ب):

مما يحرك میں علماء کے چند اقوال ہیں:

(۱) ابن طاہر فرماتے ہیں: "مما" مرکب ہے "من" اور "ما" سے "من" کے نون

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"ما" کی میم میں ادغام کر دیا گیا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب "من" کے بعد متصلا "ما" آجائے تو اس کے معنی "ربما" کے ہوتے ہیں اور "ربما" قلیل و کثیر دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسا قرینہ ہو اسی لحاظ سے معنی متعین کئے جاتے ہیں یہاں قرینہ مقام کی وجہ سے کثرت کے معنی مراد لئے گئے ہیں۔

(۲) علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ "ما" موصولہ ہے "من" کے معنی میں ہے اگرچہ لفظ "ما" غیر ذوی العقول کے لئے ہے لیکن کبھی مجازاً ذوی العقول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس صورت میں حاصل عبارت یہ ہوگا: كان رسول الله ﷺ ممن يحرك شفتيه.

(۳) بعض لوگوں نے "من" کو سببیہ اور "ما" کو مصدریہ قرار دیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شدت تحرک شفتین کی وجہ سے ہوتی تھی حالانکہ آپ ﷺ کو جو شدت ہوتی تھی وہ نفسِ وحی کی وجہ سے ہوتی تھی۔

(۴) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مما" کا كثيرا کے معنی میں استعمال ہونا زیادہ ہے۔

(۵) بعض لوگوں نے "مما" میں "من" کو ابتدائیہ کے لئے مانا ہے ففي هذه الصورة يرجع ضمير كان الى العلاج الذي يستفاد من كلمة يعالج السابقة كما يرجع ضمير هو في قوله تعالى "إِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" الى العدل المستفاد من اعدلوا فالمعنى كان العلاج ناشئا من تحرك شفتيه.

(عمدۃ القاری ۱/۲۷۔ فتح الباری ۱/۲۸)

(ج):

ہونٹ اور زبان ان دونوں میں مطابقت اس طور پر ہوگی کہ شفتین کا ذکر علیٰ سبیل الاکتفاء ہے اور اکتفاء میں اُمور متعددہ میں سے کسی ایک کو ذکر کر کے دوسری چیزوں کو حذف کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری میں ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ حالانکہ اللہ تعالیٰ رَبُّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْمَغَارِبَ بھی ہیں اسی طرح یہاں بھی روایت میں شفتین کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور لسانہ کو حذف کر دیا گیا ہے اس کی دلیل یہ روایت بخاری شریف کی کتاب التفسیر اور بدء الوحی میں دونوں الفاظ یعنی لسان اور شفتین دونوں کے ساتھ منقول ہے۔

(د):

قرآنہ وبیانہ کی تفسیر میں تکرار نہیں ہے، کیونکہ پہلے تقرأ سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھتے تھے اور آپ ﷺ ان کو وحی سناتے تھے یعنی قراءت بنفسہٖ مراد ہے اور دوسرے تقرأ کے معنی ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد لوگوں کو وہ وحی سناتے تھے یعنی عند غیرہٖ کی قراءت مراد ہے۔

فائدہ: لیکن ایک تفسیر علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اس میں فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ پہلے قرآنہ کا مطلب لوگوں کو سنانا یعنی اللہ کے ذمہ ہے وحی آپ ﷺ کے دل ودماغ میں محفوظ کر دینا پھر لوگوں کے سامنے اس کو پڑھوانا اور بیانہ کا مطلب ہے وحی کی تبیین وتشریح بھی اللہ کے ذمہ ہے۔

(ہ):

ترجمۃ الباب کا مقصد سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

باب سے مناسبت: باب تھا وحی کی تاریخ از ابتداء تا انتہاء اور اس حدیث میں وحی کی ایک خاص حالت کا بیان ہے اور اس خاص حالت میں ایک ہدایت ہے پس باب سے مناسبت ہوگئی۔ (تحفۃ القاری ۱/۱۵۲)

سوال: ۵۳، صفحہ: ۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

(۱۴۲۰-۱۴۲۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) اس کا باب کیف کان بدء الوحی سے کیا تعلق ہے اس کو ایسی وضاحت سے تحریر فرمائیں کہ جس سے باب اور حدیث میں مناسبت واضح ہو جائے۔

(ج) وکان اجود ما یکون فی رمضان کی ترکیب کریں خاص طور سے کان کی خبر کو واضح کریں۔

(د) مشہور ہے کہ آپ ﷺ کو نبوت چالیس (۴۰) سال میں ملی اور آپ ﷺ کی پیدائش ربیع الاوّل میں ہے تو پہلی وحی ربیع الاوّل میں ہونی چاہیے، ان سب اُمور کو پیش نظر رکھ کر حدیث کی باب سے مناسبت قائم کریں۔

الجواب:

(الف، ب، ج) تینوں جزوں کے جواب، سوال نمبر ۲ میں گزر چکے ہیں۔

(د):

تمام محدثین و مورخین کا اتفاق ہے کہ پیر کے دن پہلی وحی نازل ہوئی ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں وحی آئی؟ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ماہ ربیع الاوّل کی آٹھ تاریخ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، پس بعثت کے وقت ٹھیک آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ سترہ رمضان المبارک کو نبوت ملی اور سترہ رمضان کو پہلی وحی آئی پس بعثت کے وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال چھ ماہ تھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اسی قول کو راجح قرار دیا اور بعض حضرات نے دونوں قول کو جمع کیا ہے اس طرح کہ نبوت و رسالت کی تمہید یعنی رویائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صالحہ کی ابتداء ربیع الاول سے ہوئی اور باقاعدہ وحی کا سلسلہ چھ ماہ بعد سترہ رمضان المبارک سے شروع ہوا۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۸-۱۳)

سوال: ۵۴، صفحہ: ۳

(۱۴۰۶ھ)

(الف) تحریر فرمائیں کہ ایمان بسیط ہے یا مرکب؟ اہلِ سنت والجماعت اور فرقِ باطلہ کے مذاہب اور اہلِ سنت والجماعت کے مختلف نظریات لکھیں۔

(ب) ان میں سے جو مسلک قابلِ ترجیح ہو اس کو مدلل کریں۔

(ج) محدثین کرام کا نقطۂ نظر بیان کریں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کیا ارشاد فرمایا ہے وہ بھی تحریر کریں۔

الجواب:

"الف اور ب" کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

محدثین میں سے جنہوں نے ایمان کو مرکب کہا وہ کمالِ ایمان کے اعتبار سے اور جنہوں نے بسیط کہا وہ نفسِ ایمان کے اعتبار سے پس ان دونوں کے درمیان اختلاف لفظی ہے نہ کہ حقیقی ہے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں معتزلہ کا غلبہ تھا اور وہ اعمال کو ایمان کا حقیقی جزء کہتے تھے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا رَد کرتے ہوئے کہا کہ ایمان بسیط ہے اور اعمال ایمان کا جزءِ حقیقی نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں مرجیہ اور کرامیہ کا غلبہ تھا اور وہ اعمال کو ایمان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے بالکل بے جوڑ بتلاتے تھے تو امام شافعی نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ایمان مرکب ہے اور اعمال ایمان کے لئے ضروری ہے۔

امام بخاری بھی اس سلسلہ میں محدثین کے ساتھ ہیں۔

سوال: ۵۵، صفحہ: ۵

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَقَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَلْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ.

(۱۴۱۵ھ)

(الف) ترجمۃ الباب کا مقصد متعین فرمایئے اس کے بعد بتایئے کہ ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

(ب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات و آثار سے اپنے مدعیٰ پر کس طرح استدلال کیا ہے، امام بخاری کا نزاع کس سے ہے؟ احناف کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے مدلل لکھیں۔

الجواب:

پورے سوال کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

امام بخاری کا نزاع فرقِ باطلہ سے ہے نہ کہ احناف سے۔

سوال: ۵۶، صفحہ: ۷

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللهِ وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰی: وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ.

(۱۴۱۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس باب کا کتاب الایمان سے کیا تعلق ہے؟

(ج) آپ ﷺ نے یہ جملہ کس وقت فرمایا؟ امام بخاری کا مقصد کیا ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی ﷺ کے ارشاد میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور معرفت دل کا فعل ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد بلکہ ان قسموں پر دارو گیر کریں گے جو تمہارے دلوں نے کمائی ہیں کی بنا پر۔

(ب):

باب کا کتاب الایمان سے تعلق:

(۱) باب کا کتاب الایمان سے تعلق بایں طور کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور تصدیق علم کی ایک قسم ہے اور علم تصدیق کے واسطہ سے ایمان کا ایک جزء ثابت ہوا اور جزء و کل کے درمیان مناسبت ظاہر ہے پس باب کی کتاب الایمان سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی۔

(۲) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معرفت اور علم باللہ دونوں کا اطلاق ایمان پر ہوتا ہے لہٰذا کتاب الایمان سے مناسبت واضح ہے۔

(ج):

آپ ﷺ نے یہ جملہ اس وقت فرمایا تھا جب تین صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ امہات المؤمنین کی خدمت میں آئے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کے متعلق استفسار کیا تاکہ خود بھی اپنی زندگی میں وہ اعمال اتاریں جب انہیں آپ علیہ السلام کے اعمال کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو زیادہ نہیں سمجھا اور خیال کیا کہ جب آپ مغفور ہونے کے باوجود اتنے اعمال کرتے ہیں تو ہم عاصی و گنہگار کو تو اور زیادہ عبادت کرنی چاہئے لہٰذا ان میں سے کسی نے عہد کیا کہ ساری رات نفلیں پڑھوں گا، کسی نے عہد کیا کہ میں پوری زندگی روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں بیوی سے کبھی نہیں ملوں گا، پھر جب آپ علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو ان صحابہ کو بلا کر تحقیقِ واقعہ کی، انہوں نے اس کا اقرار کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں سوتا بھی ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، ہمبستری بھی کرتا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ جیسے نہیں ہیں، آپ تو مغفور ہیں پس آپ کے لئے تھوڑی عبادت بھی کافی ہے، مگر ہمارے لئے تھوڑی عبادت کافی نہیں، اس بات پر آپ علیہ السلام ناراض ہوئے چہرے سے غصہ محسوس ہونے لگا اور فرمایا: ان اتقاکم و اعلمکم باللہ انا.

(د):

امام بخاری کا مقصد:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معرفت اور علم قلب کا فعل ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے سورہ بقرہ کی آیت: "لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ" لائے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری بیہودہ قسموں پر پکڑ نہیں کریں گے، بلکہ ان قسموں پر دارو گیر کریں گے جو تمہارے دلوں نے کمائی ہیں یعنی جو قسمیں تم نے جان بوجھ کر کھائی ہیں ان پر مواخذہ ہوگا، جان بوجھ کر قسم کھانا معرفت ہے اور اس کی نسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے معلوم ہوا کہ معرفت دل کا فعل ہے اور علم و معرفت ایک چیز ہیں پس علم بھی دل کا فعل ہوا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۵۷، صفحہ: ۸

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ. فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَاءِ أَوِ الْحَيَاةِ. شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ. أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) یہ حدیث باب تفاضل اهل الایمان کی ہے آپ حدیث کی باب سے مطابقت بیان کریں۔

(ج) ایمان مرکب ہے یا بسیط اور ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں؟ اسلامی فرقوں کا اختلاف مفصل و مدلل لکھیں اور بتائیں کہ اہلِ حق کے درمیان اختلاف کس نوعیت کا ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی جہنم میں تو اللہ تعالیٰ (سفارش کرنے والوں سے) فرمائیں گے تم ہر اُس شخص کو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان (یا خیر) ہے اس کو جہنم سے نکال لو پس وہ جہنم سے نکالے جائیں گے درآنحالیکہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کو نہر حیات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ڈالا جائے گا، پس وہ اس میں سے نکلیں گے جیسے دانہ نالے کی جانب میں اُگتا ہے کیا نہیں دیکھتا تو کہ وہ پیلا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔

(ب) باب سے حدیث کا تعلق:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں جو من ایمان کا لفظ آیا ہے اس کو اصل مان کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور حدیث میں ہے کہ کسی کا ایمان رائے کے دانے کے برابر ہوتا ہے، کسی کا اس سے زیادہ اور کسی کا پہاڑ جیسا پس حدیث کا باب سے تعلق ظاہر ہو گیا ہے۔

(ج):

اس جزء کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۵۸، صفحہ: ۸

بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا. فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ. الآية عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ، فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا. فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلاً، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ، إِنِّي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ.

(۱۴۲۸-۱۴۱۴-۱۴۲۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اوالخوف من القتل کا معطوف علیہ متعین کریں۔

(ج) اسی طرح اذا لم یکن الاسلام کی ایسی جزاء محذوف تحریر کریں کہ آیت شریفہ اور حدیث سے استدلال اور ان کو اس پر منطبق کرنا صحیح ہو سکے، نیز بتائیے کہ حضور علیہ ﷺ کے مؤمنا کہنے سے منع کرنے کے باوجود حضرت سعد مؤمنا کہتے ہیں اس کی ایسی توجیہ کریں جو حضرت سعد کی شان کے مطابق ہو۔

(د) اس ترجمۃ الباب کا مقصد متعین کریں۔

الجواب:

پورے سوال کا جواب سوال نمبر ۵۰ میں گزر چکا ہے۔

صرف قولِ سعد کی توجیہ باقی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ علیہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک مسئلہ سمجھایا ہے کہ اُمورِ غیبیہ میں قطعی حکم نہیں لگانا چاہیے، کفر و ایمان غیبی اُمور ہیں پس کسی کو قطعی طور پر کافر یا مسلمان نہیں کہنا چاہیے۔

مگر سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی ظاہری حالت کے شریعت کے مطابق ہونے کی وجہ سے جو حسنِ ظن تھا اس کی وجہ سے وہ ایک طرح معذور تھے اور حضور علیہ ﷺ کی بات کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔

سوال: ۵۹، صفحہ: ۹

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ وَكُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ اس باب کے تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ کو ذکر کیا ہے اس کے بعد بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا.

(۱۴۲۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کتاب الایمان میں ان دونوں بابوں کو ذکر کرنے کا مقصد تحریر کریں۔

(ج) انك امرأ فيك جاهلية میں خطاب کس کو ہے ولا یکفر صاحبها الخ میں دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی مذکور ہے اس کی وضاحت کر کے دونوں تراجم کو ثابت کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: شوہر کی ناشکری اور کفر اور کفر برابر نہیں کا بیان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا عورتیں شوہروں کا انکار کرتی ہیں اور احسانوں کا انکار کرتی ہیں، معاصی اُمورِ جاہلیت سے ہیں مگر ان کا مرتکب کافر نہیں مگر یہ کہ شرک کرے اس لئے کہ نبی ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابھی تمہارے اندر جاہلیت کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہیں کریں گے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہیں گے بخش دیں گے۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔

(ب):

کتاب الایمان میں ان دونوں بابوں کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں اعمالِ صالحہ ایمان کے جزء ہونے اور ایمان کے مختلف درجات کو مثبت پہلو سے بیان فرمایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب یہاں سے ایمان کے مقابل اور ضد اعمال سیئۃ کا ایمان کے منافی ہونے اور کفر کے مختلف درجات کو منفی پہلو سے بیان فرمائیں گے کیونکہ قاعدہ ہے وبضدھا تتبین الاشیاء۔

(تحفۃ القاری ۱/۲۴۵)

(ج):

انك امرأ فيك جاهلية میں خطاب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ہے۔

باب المعاصی من أمور الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك

اس باب کے دو جزء ہیں اور دو جز دو دعوے ہیں۔

(۱) پہلا جز اور دعویٰ: المعاصی من أمور الجاهلية کہ معاصی جاہلیت کی باتیں ہیں اور وہ ایمان کے منافی ہیں۔

اس کی دلیل: آنحضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گالی دی اس سے کہا: اے کالی کے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس کی ماں کو گالی دی انك امرأ فيك جاهلية تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کی باتیں ہیں۔

اور ظاہر ہے جاہلیت کی بات ایمان کے منافی ہوتی ہے پس اس کی ضد ایمان سے ہم آہنگ ہوگی۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۴۸)

(۲) دوسرا جزء اور دعویٰ: لا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

اس کی دو دلیل لائے: (۱) إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہیں کریں گے اور اس کے جس گناہ کو چاہیں گے بخش دیں گے۔

معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ کی بھی بخشش ہوگی پس وہ کافر نہیں۔

(۲) وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ مسلمانوں کا باہم جھگڑنا گناہ کبیرہ ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو مومنین جماعتیں کہا معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

سوال: ۶۰، صفحہ: ۹

بَابُ الْمَعَاصِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَلَا یُکَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِکَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِیكَ جَاهِلِیَّةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: إِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَشَاءُ. وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا. عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ. فَلَقِیَنِیْ أَبُوْبَكْرَةَ فَقَالَ أَیْنَ تُرِیْدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ. قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ إِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ إِنَّهٗ كَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِهٖ.

(۱۴۲۱-۱۴۲۷-۱۴۱۶-۱۴۱۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس باب کو کتاب الایمان میں ذکر کرنے کا مقصد تحریر کریں۔

(ج) ھذا الرجل کا مشار الیہ کون ہے؟ صحابہ کا باہمی قتال اس حدیث کے تحت آتا ہے یا نہیں اگر نہیں آتا تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر اس حدیث کو پڑھنے کا سبب کیا ہے؟

(د) اس عبارت میں دو دعوے مذکور ہیں، آپ ہر دعویٰ کو الگ الگ تحریر کریں نیز اس کی دلیل بھی اس دعویٰ کے ساتھ ذکر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

عن الاحنف الخ سے پہلے تک عبارت کا ترجمہ سوال نمبر ۵۹ میں گزر چکا ہے۔

ترجمہ: احنف بن قیس فرماتے ہیں میں گھر سے نکلا تا کہ اس شخص کی مدد کروں راستہ میں میری حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا میں اس شخص کی مدد کے ارادہ سے نکلا ہوں، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان باہم بھڑیں اپنی تلواروں کے ساتھ تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم رسید ہوں گے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آیا مگر مقتول جہنم میں کیوں گیا یعنی وہ تو مظلوم ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے بھائی کو مارنے کا پختہ ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا۔

(ب):

اس کا جواب سوال نمبر ۵۹ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

ھٰذا الرجل کا مشار الیہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کا مصداق ذاتی اور انفرادی جھگڑے ہیں اجتہادی خطا کی بنا پر ہونے والے جھگڑے حدیث کا مصداق نہیں، پس صحابہ کرام کا باہمی قتال اس حدیث کے تحت نہیں آتا ہے، کیونکہ وہ اجتہادی خطا کی بنا پر ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر اس حدیث کو پڑھنے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنے عموم پر حمل کیا، چنانچہ قال الحافظ فی فتح الباری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وحمل ابوبکرۃ الحدیث علی عمومہ فی کل مسلمین التقیا بسیفیہما حسما للمادۃ. یا ان کے نزدیک یہ بات ظاہر نہ ہوسکی کہ حق پر کون ہے چنانچہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بالکل کنارہ کش اور الگ رہے۔

(د):

اس کا جواب سوال نمبر ۵۹ میں گزر چکا ہے۔

سوال:۶۱، صفحہ:۱۰

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

(۱۴۰۸-۱۴۱۲ھ)

(الف) اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔

(ب) بتلایئے کہ یہ باب امام بخاری نے کس کتاب میں منعقد کیا ہے؟ مقصد ترجمہ کیا ہے؟

(ج) نفاق سے مراد نفاق فی الایمان ہے یا نفاق فی العمل یا دونوں مراد ہوسکتے ہیں؟

(د) پھر یہ بتایئے کہ منافق سے کوئی خاص معین شخص مراد ہے یا تمام منافقین کا یہی حال ہوتا ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: منافق کی علامتیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۳) اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(ب):

یہ باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں منعقد کیا ہے۔

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ کذب و فجور اور عہد شکنی وغیرہ جب ایمان کے منافی اعمال ہیں پس ان کی اضداد ایمان کا جزء ہوں گی۔

جیسے ایمان کے مختلف درجات ہیں اسی طرح کفر کی ایک نوع نفاق کے بھی مختلف مراتب اور درجات ہیں، چنانچہ اس کی علامت بتاتے ہیں کہ جس میں زیادہ علامات ہیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں کم ہیں وہ ناقص ہے پس معلوم ہوا کہ نفاق کے بھی مختلف درجات ہیں۔

وقال الشیخ محی الدین مرادالبخاری بھذہ الترجمۃ ان المعاصی تنقص الایمان کما ان الطاعۃ تزیدہ۔

وقال الکرمانی مناسبۃ ھذا الباب لکتاب الایمان ان النفاق علامۃ عدم الایمان اولیعلم منہ ان بعض النفاق کفر دون بعض۔
(فتح الباری ۱/۱۱۱)

(ج):

اکثر علماء کے نزدیک ان حدیثوں کا مصداق نفاقِ عملی ہے، کیونکہ نفاقِ اعتقادی نبی ﷺ کے زمانہ میں تھا، یعنی دورِ نبوت میں اس کا پتا چلتا تھا اب عام طور پر اس کا پتا نہیں چلتا پس ان دونوں روایتوں میں جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ عملی منافق کی ہیں۔

قال الشیخ العثیمین المقصود بالنفاق ھنا النفاق العملی لیس النفاق الاعتقادی ھکذا قال القرطبی ورجحہ الحافظ ابن رجب والحافظ ابن حجر العسقلانی وھذا ارجح الاقوال۔ (شرح ریاض الصالحین)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں، اگر نفاق فی الایمان مراد ہو تو اشکال ہوگا کہ یہ علامتیں بعض مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا انہیں بھی منافق قرار دیا جائے گا، حالانکہ جمہور علماء کے نزدیک ایسا شخص مؤمن مسلمان رہے گا، پھر حدیث شریف میں نفاق فی الایمان مراد لینا کیسے صحیح ہوگا۔

اس کے علماء نے چند جواب دیے ہیں: (۱) حضور ﷺ کا یہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے تاکہ مسلمان بری خصلتوں سے حتی الامکان پرہیز کریں۔

قیل المراد باطلاق النفاق الانذار والتحذیر عن ارتکاب هذه الخصال وان الظاهر غیر مراد وهذا ارتضاه الخطابی.

(فلیراجع: شرح ریاض الصالحین وفتح الباری ۱/ ۱۱۳)

(۲) یہ بات تشبیہ کے قبیل سے ہے یعنی ایسی خصلتوں والا انسان منافق کے مشابہ ہے۔

قیل المقصود بالحدیث هو تشبیه المسلم المتصف بهذه الاخلاق الذمیمة بالمنافق فالحدیث علی سبیل المجاز ولیس علی سبیل الحقیقة وهذا جواب النبوی. (فلیراجع للتفصیل: فتح الباری ۱/ ۱۱۳)

سوال: ۶۴، صفحہ: ۱۰

بَابُ الصَّلَاةُ مِنَ الْإِيمَانِ. وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿مَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ يَعْنِي صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِ أَوْ قَالَ أَخْوَالِهِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَّهُ صَلَّى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ، وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ. وَفِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رِجَالٌ وَقُتِلُوا، فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ.

(۱۴۲۲-۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آنحضرت ﷺ کا ددھیال ونہیال قریش میں ہے نہ کہ انصار میں پھر انصار کو اجداد و اخوال کہنے کا کیا مطلب ہے؟

(ج) الصلوٰۃ من الایمان کہنے کا مقصد، حدیث میں بیان کردہ واقعہ کی تفصیل، تحویلِ قبلہ کے بعد پہلی نماز کی تعیین مع دلیل تحریر کریں۔

(د) عند البیت سے کیا مراد ہے اس کی تشریح کریں اور وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ کو اس پر منطبق کریں۔

(ہ) اس آیتِ قرآنی کا شانِ نزول بیان کریں، صحابہ کرام کو کیوں اشکال پیدا ہوا اور آیت سے ان کا کس طرح جواب ہوا۔

(ز) ان حضرات کا اشکال بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے سلسلہ میں ہوا تھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یعنی صلوتکم عند البیت کہنا کس طرح صحیح ہوا، آپ اس عبارت کا مطلب لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نماز ایمانی عمل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی جانب پڑھی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کریں گے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے آپ ﷺ اپنے نہیال میں اُترے اور آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ شریف ہو اور پہلی نماز جو آپ ﷺ نے کعبہ شریف کی طرف پڑھی عصر کی نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی۔

اور دوسری سند سے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے تحویلِ قبلہ سے پہلے کچھ لوگ وفات پا گئے یا شہید ہو گئے، پس ہم نہ سمجھ سکے کہ اُن کے متعلق کیا کہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری: اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردے۔

(ب):

انصار کو اجداد اور اخوال کہنے کی وجہ:

اجداده: جاننا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کے پردادا ہاشم کا نکاح قبیلہ بنوالنجار کی ایک خاتون سلمٰی بنت عمرو سے ہوا تھا اور ماں جس خاندان کی ہوتی ہے وہ ننھیال کہلاتا ہے پس دادی کا خاندان بھی ننھیال ہوا اور ننھیال میں ماموں بھی ہوتا ہے اس لئے اخواله کہا اور ایک روایت میں نزل علی بنی النجار اخوال عبد المطلب کا لفظ ہے۔ آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے ننھیال میں اُترے یہ حقیقی تعبیر ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/۲۶۵)

(ج):

الصلوٰۃ من الایمان کہنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا اثبات ہے کہ اعمالِ صالحہ ایمان کا جزء ہیں اور ایمان کی ماہیت میں داخل ہیں اور انہوں نے اس پر آیت کریمہ سے استدلال فرمایا کہ مَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ میں ایمانکم سے صلوٰتکم مراد ہے یعنی جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی جانب پڑھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کریں گے، پس اس آیت میں نماز کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ اعمالِ صالحہ ایمان کا جزء ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث میں بیان کردہ واقعہ کی تفصیل:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اپنے ننہیال میں فروکش ہوئے، مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، لیکن آپ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا جائے۔

آنحضور ﷺ کی بعثت ملتِ ابراہیمی، اسماعیلی پر ہوئی ہے، ابراہیمی، یعقوبی بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اوران کا قبلہ بیت المقدس تھا اورعرب ابراہیمی، اسماعیلی ہیں اوران کا قبلہ بیت اللہ تھا اورمسجد اقصیٰ کو قبلہ مقرر کرنے میں ایک مصلحت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی بڑی آبادی یہودیوں کی تھی ان کو اسلام سے قریب لانے کے لئے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا عارضی حکم دیا گیا تھا، مگر یہ یہود بے بہبود قریب تو کیا آتے اُلٹا انہوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ محمد ﷺ آہستہ آہستہ دینِ یہود کی طرف آرہے ہیں وہ عنقریب مذہب یہود قبول کرلیں گے۔

غرض تحویلِ قبلہ کا یہ مقصد پورا نہ ہوا تو سولہ یا سترہ مہینے کے بعد دوبارہ تحویل ہوئی اس وقت آنحضور ﷺ بنوسلمہ کے ایک نوجوان صحابی بشیر بن براء کے جنازے میں شرکت کے لئے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے تھے اور مسجد بنوسلمہ میں ظہر پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھائی تھیں کہ نماز میں وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ اور صحابہ شمال کی جانب سے جنوب کی جانب گھوم گئے اور باقی دو رکعتیں کعبہ کی طرف پڑھیں، مدینہ منورہ سے بیت المقدس شمال کی جانب ہے اور بیت اللہ جنوب کی جانب، اسی مسجد بنوسلمہ کو مسجد ذوالقبلتین کہتے ہیں پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز مسجد نبوی میں کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھائی۔ ایک صحابی یہاں سے عصر پڑھ کر بنوحارثہ کی مسجد کے پاس سے گزرے وہاں لوگ سابقہ قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے گواہی دی کہ قبلہ بدل گیا ہے، چنانچہ سب نماز کے اندر بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، پھر اگلے دن ایک صحابی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسجد نبوی میں فجر پڑھ کر قبا پہنچے تو وہاں لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے، جب انہوں نے تحویل کی خبر دی تو وہ سب بھی نماز ہی کے اندر کعبہ شریف کی طرف گھوم گئے۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۶۳)

تحویلِ قبلہ کے بعد پہلی نماز کی تعیین مع دلیل:

جاننا چاہئے کہ تحویلِ قبلہ کے بعد سب سے پہلی نماز صلوٰۃ الظہر ہے جو مسجد بنوسلمہ میں پڑھی گئی جس کی تفصیل اوپر گزری ہے۔

دلیل: (۱) ذکر محمد بن سعد فی الطبقات قال یقال زار النبی ﷺ ام بشر بن براء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعاما وحانت الظہر فصلّی رسول اللہ ﷺ باصحابہ رکعتین ثم امر فاستدار الی الکعبۃ واستقبل المیزاب فسمی مسجد القبلتین.

قال ابن سعد قال الواقدی ھذا اثبت عندنا.

(۲) عن انس رضی اللہ عنہ انصرف رسول اللہ ﷺ عن بیت المقدس وھو یصلی الظہر بوجھہ الی الکعبۃ.

(فلیراجع للتفصیل: فتح الباری ۱/۵۹۹)

(د):

عند البیت سے مراد:

جاننا چاہئے کہ مکی دور میں قبلہ کعبہ تھا یا بیت المقدس اس میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ ہے کہ بیت المقدس قبلہ تھا، پھر ہجرت کے بعد بھی سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس ہی قبلہ رہا، مگر آنحضور ﷺ مکی دور میں اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس سامنے آجاتے تھے، مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ مکی دور میں قبلہ کعبہ شریف تھا، پھر ہجرت کے بعد مسجد اقصیٰ کو عارضی قبلہ مقرر کیا گیا تاکہ یہود جان لیں کہ دین یہود اور دینِ اسلام کا سرچشمہ ایک ہے مگر یہ مقصد حاصل نہ ہوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو دوبارہ تحویل ہوئی اور کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیا گیا، پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عند البیت کہہ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کو ترجیح دی ہے اور وہ عند البیت سے مراد کعبہ شریف ہے۔ اور مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ اس پر اس طرح منطبق ہے کہ یہاں مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ کے معنی ہیں ما كان الله ليضيع ايمانكم اى صلوتكم عند البيت الى بيت المقدس یعنی تم نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پاس جو نمازیں مسجد اقصیٰ کی جانب منھ کر کے پڑھی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کریں گے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۲۶۴)

(۵):

آیتِ کریمہ کا شانِ نزول:

جاننا چاہئے کہ مسلمانوں کا اصل قبلہ بیت اللہ شریف تھا اور بیت المقدس اصل قبلہ نہ تھا اس کو صرف ایک مصلحت کے تحت عارضی طور پر قبلہ مقرر کیا گیا اب جب تحویلِ قبلہ ہو گئی تو مسلمانوں کو یہ شبہ ہوا کہ جن لوگوں نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی اور اسی حالت میں مر گئے یا شہید ہو گئے اور انہوں نے کعبہ شریف کی طرف ایک بھی نماز نہیں پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا، چنانچہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحابہ کرام کو یہ اشکال اس لئے پیش آیا کہ کعبہ افضل ہے اور افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی طرف پڑھی گئی نماز میں ضرور ثواب و درجہ میں کمی ہوگی۔ نیز جب مسلمانوں کا اصلی قبلہ کعبہ شریف ہی ہے اور بیت المقدس کو ایک مصلحت کے تحت قبلہ قرار دیا گیا تو صرف جن لوگوں نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا؟ کیونکہ انہوں نے اصل کعبہ کی طرف نماز ہی نہیں پڑھی۔

(۱) آیت کریمہ سے ان کا جواب اس طرح دیا گیا کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ میں ایمان سے صلوٰۃ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں تمہاری نماز میں کسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قسم کی کمی نہیں ہوگی، کیونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف نماز پڑھنے حکم الٰہی سے ہوا ہے، اور ضیاع اور عدمِ ضیاع کا تعلق بھی حکمِ الٰہی سے ہے، پس جب نماز پڑھنا حکمِ الٰہی سے ہوا ہے بیت المقدس کی طرف تو وہ ضائع نہیں ہوگی۔

(۲) وہ لوگ جو تحویلِ قبلہ سے پہلے مرگئے وہ مؤمن بندے تھے وہ بامراد ہوں گے، اور جنت میں جائیں گے، اس لئے کہ جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے، اس کے لئے اعمال ضروری نہیں اس کی دلیل قبیلہ بنی عبدالاشہل کے عمرو بن ثابت نامی ایک شخص جنگِ اُحد کے دن اسلام لائے اور فوراً تلوار لے کر میدانِ کارزار میں اُتر گئے اور شہید ہوگئے، آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی، معلوم ہوا کہ جنت میں جانے کے لئے اعمال ضروری نہیں، اعمال کا موقع ملے تو اعمال ضروری ہے جب ان صحابہ کو کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملا مگر وہ مؤمن تھے پس وہ جنت میں جائیں گے۔

:(ز)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عند البیت کہنا اس طرح صحیح ہے کہ البیت سے مراد کعبہ شریف ہے پس تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: ما کان اللہ لیضیع ایمانکم ای صلاتکم التی صلیتموھا عند البیت الی بیت المقدس یعنی بیت اللہ کے پاس رہتے ہوئے بیت المقدس کی جانب جو نمازیں پڑھی گئی اُن کو بھی اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کریں گے، تو جو نمازیں بیت اللہ سے دور رہ کر یعنی مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے پڑھی گئیں ان کو بطریق اولیٰ ضائع نہیں فرمائیں گے۔ اور صحابہ کا اشکال بھی ان نمازوں کے بارے میں ہی تھا، لہٰذا امام بخاری کا صلاتکم عند البیت کہنا صحیح ہے۔ (فلیراجع للتفصیل: فتح الباری ۱/۱۱۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۶۳، صفحہ: ۱۲

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ وَالإِسْلَامِ وَالإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ. وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ دِينًا. وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الإِيمَانِ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ایمان کے بسیط اور مرکب ہونے کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کو مدلل و مفصل تحریر فرمائیے۔

(ج) باب کا مقصد لکھیں اور اس میں جو احادیث مذکور ہیں ان کی شرح کریں۔

(د) ایمان اور اعمال میں کیا ارتباط ہے؟ اس مسئلہ میں اسلامی فرقوں کا اختلاف مدلل و مفصل لکھ کر بتایئے اہلِ حق کا اختلاف حقیقی ہے یا لفظی جو بھی ہو دلیل کے ساتھ لکھیں، نیز بتایئے اس مسئلہ میں امام بخاری کی کیا رائے ہے اور قولِ فیصل کیا ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کی موجودگی میں غیر معروف صورت میں آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں پوچھا تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جوابات دیئے، پھر ان کے چلے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا، جبرئیل اس لئے آئے تھے کہ تمہیں دین سکھائیں، آنحضور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ نے ان چاروں سوالوں کے مجموعہ کو دین کہا ہے علاوہ ازیں وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کی تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اعمال کو ایمان میں شامل کیا ہے اور اللہ تعالٰی کا ارشاد اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ب):

اس کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

(ج): باب کا مقصد:

باب کا مقصد اسلام، دین اور ایمان کا ترادف ثابت کرنا ہے، اس طرح کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو چار باتیں پوچھی ہیں حضور ﷺ نے ان کو دین کہا ہے اور دین و ایمان ایک ہیں پس وہ چار باتیں ایمان کا جزء ہوئیں اور وفد عبدالقیس کی روایت میں آپ ﷺ نے ایمان کی شرح میں اعمال کو لیا ہے پس اعمال ایمان کا جزء ہوئے اور قرآن نے فرمایا اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، معلوم ہوا کہ اسلام اور دین ایک ہیں، پس ثابت ہوا کہ اسلام دین اور ایمان مترادف ہیں۔ (تحفۃ القاری ۱/۲۸۶)

پہلی حدیث کی شرح:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مجمع میں تشریف فرما تھے اچانک ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر، اللہ سے ملاقات کرنے پر اور اس کے رسول پر یقین کرو اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین کرو۔ اس نے دوسرا سوال کیا: اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کا اہتمام کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر سوال کیا احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اس طرح عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں، ہاں میں قیامت کی نشانیاں بتاتا ہوں: (۱) جب باندی اپنی مالکہ کو جنے (۲) اور جب سیاہ اونٹوں کے چرواہے عمارتوں میں تفاخر کریں، قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں سے ایک ہے جن کو کوئی نہیں جانتا۔

دوسری حدیث کی شرح:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب وفد عبدالقیس آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کس قبیلہ کے لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ربیعہ کے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ لوگوں کا آنا مبارک نہ رُسوائی ہے نہ پشیمانی، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہماری مضر قبائل سے ہمیشہ جنگ رہتی ہے، ہم ہر وقت مدینہ منورہ میں نہیں آسکتے صرف محترم مہینوں میں آسکتے ہیں اس لئے آپ ہمیں جامع احکام بتائیں تاکہ ہم ان پر عمل کر کے جنت میں جائیں اور پیچھے والوں کو بھی بتائیں تاکہ وہ بھی ان پر عمل کریں اور جنت حاصل کریں، آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور شراب کے چار برتنوں سے منع کیا سب سے پہلے ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر اس کی وضاحت فرمائی کہ ایک اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس بات کی گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بھیجو اور چار برتنوں سے منع فرمایا: روغنی گھڑے سے، تونبی سے، لکڑی کھود کر بنائے ہوئے برتن سے اور تارکول پھیرے ہوئے گھڑے سے۔

(تحفۃ القاری ۱/۲۸۶)

(د):

اس کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۶۴، صفحہ: ۱۴۳

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ. الآية

(۱۴۳۰-۱۴۰۴-۱۴۱۱ھ)

(الف) نصیحت کے لغوی وشرعی معنیٰ لکھ کر ترجمۃ الباب کا مقصد واضح کریں۔

(ب) نیز بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اسی طرح رسولِ پاک ﷺ اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

(ج) اور بتائیے کہ اس باب کا کتاب الایمان کے ساتھ اور آیتِ کریمہ کا باب کے ساتھ کیا ربط اور تعلق ہے؟

الجواب:

(الف):

نصیحت کے لغوی اور شرعی معنیٰ:

لغوی معنیٰ: (۱) نصیحت مشتق ہے نصحت العمل سے اس کے معنیٰ ہیں صاف کرنا، خالص کرنا۔ کما یقال نصح الشیئ اذا خلص، نصح له القول اذا اخلصه له.

(۲) یا نصیحت مشتق ہے نصح سے اس کے معنیٰ ہیں کپڑا وغیرہ سوئی سے سی دینا۔ یقال نصحت الثوب بالمنصحة.

اور علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نصیحت ایک جامع کلمہ ہے جس کے معنیٰ ہیں منصوص لہٗ کے پورے حق کو ادا کرنا اور کلامِ عرب میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے جو اس کے پورے معنیٰ کو ادا کر سکے۔

شرعی معنیٰ: اصطلاحِ شرع میں نصیحت اس چیز کا نام ہے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور ائمۃ المسلمین اور عامۃ المسلمین کے ساتھ انسان کے قلب میں ایسا اخلاص ہو کہ اس میں نہ کھوٹ ہو اور نہ شگاف ہر ایک کے ساتھ اس کے شایانِ شان معاملہ ہو۔

ترجمۃ الباب کا مقصد: اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایمان کے ذو اجزاء اور ایمان میں زیادتی وکمی کا اثبات ہے اس طرح کہ اس حدیث میں دین پر نصیحت کا اطلاق کیا گیا اور پہلے گزر چکا ہے کہ دین وایمان متحد ہے لہٰذا ایمان النصیحۃ ہوا اور نصیحت جو ایک عملِ حسنہ ہے وہ ایمان کا جزء ہوا اور نیز نصیحت کے مختلف مراتب ہوتے ہیں، پس ایمان کا بھی ذو اجزاء اور مختلف مراتب کا ہونا ثابت ہو گیا۔

(ب):

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی: اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لانا ہے یعنی اللہ کا وجود تسلیم کرنا، ان کی صفات کو ٹھیک ٹھیک ماننا، ان میں الحاد وکجروی اختیار نہ کرنا، ان کے رب ہونے کو ماننا اور صرف ان ہی کی بندگی کرنا، بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور ان کے احکام کی اطاعت کرنا۔

اللہ کے رسول کی خیر خواہی: ان پر ایمان لانا، ان کی تعظیم کرنا، ان سے بے حد محبت کرنا، مگر ان کی شان میں غلو نہ کرنا اور ان کے دین کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی محنت کرنا۔

ائمہ دو طرح کے ہیں: (۱) ائمہ علم وہدیٰ (۲) امراء وسلاطین۔

ائمہ علم وہدیٰ کی خیر خواہی: ان کے علوم سے استفادہ کرتے رہیں اور اس کی اشاعت کرتے رہیں، ان کی عزت وتوقیر کریں اگر ان کے مقلد نہ ہوں تو بھی ان کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی نہ کریں، اس لئے کہ ان کی شان میں گستاخی کا انجام خطرناک ہوتا ہے۔

امراء کی خیر خواہی: ان کے احکام کو سننا اور ان کی تعمیل کرنا جب تک معصیت کا حکم نہ دیں اور ان کا بھی خواہ رہنا اور شدید مجبوری کے بغیر ان سے بغاوت نہ کرنا۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی: ان کے فائدے کو سوچنا، ان کو بھلائی پہنچانے کی نیت رکھنا، لوگوں کو دین سکھانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نوٹ: یہ صورتیں خیر خواہی کی بطور مثال بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ خیر خواہی کی اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر اُمور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں کیونکہ جب ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کی جائے گی تو وہ نہایت اعتدال کے ساتھ وجود میں آئے گی۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۰۶)

(ج):

اس باب کا کتاب الایمان سے ربط و تعلق یہ ہے کہ ماقبل میں مختلف ابواب کے ذریعہ فرقِ باطلہ کی تردید کی گئی، تاکہ مسلمان گمراہی کو پہچانے اور اس سے دُور رہے، اور گمراہ لوگ بھی صحیح راستہ پر آجائیں اور اس باب کا مقصد مسلمانوں کو نصیحت کرنا کہ وہ خیر خواہی کے راستہ پر چلیں اور اس کے لیے اخلاص ضروری ہے۔ اور معاملہ میں کسی قسم کا غش اور کھوٹ کی آمیزش نہ ہونی چاہئے اور یہ خیر خواہی صفتِ حسنہ اُمورِ ایمانیہ میں سے ہے پس باب کا کتاب الایمان کے ساتھ تعلق اور ربط واضح ہوگیا ہے۔

باب کی دونوں حدیثوں میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی و بھلائی کا برتاؤ کرنا اسلام و دین میں داخل ہے اور اس آیت میں بھی یہی ہدایت دی گئی ہے کہ لوگوں کو چاہئے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دل صاف رکھیں یہ ان کے شایانِ شان اور خیر خواہی ہے لہٰذا جب آیتِ کریمہ میں خیر خواہی کا ذکر ہے تو مطابقت مافی الباب ظاہر ہے۔

سوال: ۶۵، صفحہ: ۱۴

عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَالْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ. فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمُ الْآنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوا لِأَمِيرِكُمْ. فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. فَبَايَعْتُهُ عَلَى هٰذَا، وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

(۱۴۱۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آپ یہ تحریر کریں اس روایت کو کتاب الایمان کے آخر میں ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، جبکہ اس کے فوراً بعد کتاب العلم شروع ہو رہا ہے، علم سے اس کا کیا ربط ہے؟

(ج) امام نے اس پر کیا ترجمہ منعقد فرمایا ہے، نیز بتایئے کہ خداوند تعالیٰ رسولِ خدا اور عام مؤمنین کے ساتھ نصیحت کا کیا مفہوم ہے؟

(د) یہ بھی تحریر فرمایئے کہ حضرت جریر بن عبداللہ کا آخر میں ورب ھٰذا المسجد انی لناصح لکم فرمانے کا کیا مقصد ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت زیاد بن علاقہ کہتے ہیں میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو کوفہ کے گورنر تھے انتقال ہوا تو حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے سب سے پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا لوگوں ایک اللہ سے ڈرنے کو لازم پکڑو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور باوقار اور سنجیدہ رہو، یہاں تک کہ اگلا امیر آجائے، اگلا امیر تمہارے پاس بہت جلد آنے والا ہے، پھر فرمایا اپنے امیر کے لئے دعاء مغفرت کرو اس لئے کہ وہ عفو ودرگزر کو پسند کرتے تھے، پھر فرمایا امابعد میں نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اسلام پر بیعت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنا چاہتا ہوں (پس آپ علیہ ﷺ نے مجھ سے شہادتین کے علاوہ کچھ اور باتوں پر بیعت لی) ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا پس میں نے ان باتوں پر بیعت کی اور اس مسجد کے رب کی قسم میں نے ابھی جو بات کہی ہے کہ نئے امیر کے آنے تک باوقار اور سنجیدہ رہو، فساد نہ مچاؤ) یہ بات تمہاری خیر خواہی میں کہی ہے اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء مغفرت کی اور منبر سے اُتر آئے۔

(ب):

اس روایت کو کتاب الایمان کے آخر میں ذکر کرنے کی وجہ:

(۱) جاننا چاہئے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اُصول میں سے یہ بھی ہے کہ ہر کتاب کے خاتمہ پر ایسی روایت لاتے ہیں جس سے ختم کتاب کی طرف اشارہ ہو، چنانچہ اس مقام پر بھی ثم استغفروا ونزل سے براعۃ اختتام کی جانب اشارہ کرنے کے لئے اس روایت کو آخر میں بیان کیا ہے۔

(۲) حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو آخر میں لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک خاتمہ ضرور ہے جیسا کہ انسان کا خاتمہ اُس کی موت ہے۔

اس روایت کا کتاب العلم سے ربط:

اس روایت کا کتاب الایمان کے اختتام کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب العلم اس لئے لائے کہ حدیث النصیحت کا جو مقتضا ہے اس کا غالب واکثر تعلیم وتعلّم ہی سے حاصل ہوگا۔

کما قال الحافظ فی الفتح ثم عقبه بكتاب العلم لما دل عليه حديث النصيحة ان معظمها يقع بالتعلم والتعليم۔

(فتح الباری ۱/۱۶۱ المکتبة السلفية القاهرة)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور کتاب الایمان سے کتاب العلم کا ربط یہ ہے کہ تمام اعمال کی اصل، بنیاد اور اساس ایمان ہے اور ایمان لانے کے معنیٰ ہیں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اطاعت لازم کرنا، اور اطاعت کے معنیٰ ہیں مطاع یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو اپنانا اور غیر مرضیات کو چھوڑنا ظاہر ہے کہ یہ علم کے ذریعہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو لائے۔

(ج):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله ورسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے۔

باقی تفصیل سوال نمبر ۶۴ میں گزر چکی ہے۔

(د)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا آخر میں ورب هذا المسجد انی لناصح لکم فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کی ہوئی بیعت کو پورا کیا اور ان کا کلام ہر کسی قسم کی غرض سے پاک و خالص ہے یعنی کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ امیر بننے کے لئے اپنا راستہ ہموار کر رہے ہیں ورنہ دوسرے بڑے لوگوں کی موجودگی میں نصیحت کرنے کی کیا ضرورت ہے، تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ حضور ﷺ سے مجھے عہد تھا کہ عامۃ المسلمین کے لئے مصیبت کے وقت نصیحت کروں میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ مصیبت کا وقت ہے اس لئے میرا مقصد نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے دوسرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

سوال: ۶۶، صفحہ: ۱۶

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الدِّینِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِی، وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى یَأْتِیَ أَمْرُ اللّٰهِ.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تینوں ٹکڑوں کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج) تینوں کا باہمی ربط بیان کریں، نیز بتائیں اس حدیث سے آپ نے کیا سبق لیا؟

الجواب:

پورے سوال کا جواب سوال نمبر ۱۹ میں گزر چکا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہمیں خوب محنت کے ساتھ پڑھنا ہے، ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب بھی متوجہ رہنا ہے، کیونکہ اُس کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال: ۶۷، صفحہ: ۱۷

بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِی الْعِلْمِ وَالْحِکْمَةِ. وَقَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ کِبَرِ سِنِّهِمْ لَا حَسَدَ إِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ابو عبداللہ کون ہیں؟ ان کے قول کی وضاحت کریں۔

(ج) تین حدیثوں کے اشارے دیئے ہوئے ہیں ان کو مفصل لکھیں۔ اور ان کی باب سے مناسبت بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: علم وحکمت میں رشک کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سردار بنائے جانے سے پہلے دین کی سمجھ حاصل کرلو۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، کیونکہ صحابہ کرام نے بڑی عمروں میں علم حاصل کیا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسد جائز نہیں مگر دو باتوں میں۔

(ب):

ابوعبداللہ کی تعیین اوران کے قول کی وضاحت:

ابوعبداللہ سے مراد امام بخاری ہیں اور ابوعبداللہ امام بخاری کا لقب ہے۔

وضاحت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، کیونکہ صحابہ کرام نے بڑی عمروں میں علم حاصل کیا تھا یعنی امام بخاری اس عبارت سے اوپر جو عمر رضی اللہ عنہ کا قول لائے "سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کرو" اس کا محمل بتارہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اختیار اولیٰ پر محمول ہے ان کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذمہ داریاں سر پر آجانے کے بعد کوئی علم حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ صحابہ نے تمام ذمہ داریوں کے ساتھ علم حاصل کیا ہے۔

(ج):

(۱) اثر عمر رضی اللہ عنہ: عن محمد بن سیرین عن الاحنف بن قیس قال قال عمر رضی اللہ عنہ تفقهوا قبل ان تسودوا۔

مطلب: (۱) ذمہ داری آنے سے پہلے علم حاصل کرلو، جب ذمہ داری آپڑتی ہے شادی ہوجاتی ہے، بچے ہوجاتے ہیں، کسی عہدے پر فائز ہوجاتے ہیں یا کاروبار شروع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر دیتے ہیں تو علم حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے عہدے بہر حال تقسیم ہوں گے، پس سرکاری عہدہ وہی شخص قبول کرے جو دین کی سمجھ حاصل کر چکا ہے، اگر ابھی دین کی سمجھ حاصل نہیں تو عہدہ قبول کرنے سے پہلے فقاہت کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ۔

اس کی نظیر ترمذی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لا یبیع فی سوقنا من لم یتفقه فی الدین جس نے دین کی سمجھ حاصل نہیں کی وہ ہمارے بازار میں کاروبار نہ کرے یعنی بازار میں دوکان اسی وقت کھولنی چاہئے، جب بیع وشراء کے ضروری مسائل سے واقف ہو جائے۔

(۲) تعلم اصحاب النبی ﷺ بعد کبر سنهم۔

اس کی تفصیل: یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول کی تائید میں لائے ہیں یعنی انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا جو مطلب ومحمل بیان کیا ہے کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، اس کی دلیل کے طور پر یہ حدیث لائے ہیں، کہ جب صحابہ کرام نے بڑی عمروں اور ذمہ داریوں کے ساتھ علم حاصل کیا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب نہیں کہ ذمہ داریوں کے سر پر آجانے کے بعد علم حاصل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ فراغت کا زمانہ مسابقت اور رشک کرنے کے لئے اولیٰ ہے، کیونکہ فارغ البال آدمی پڑھنے میں جتنا ریس کر سکتا ہے مشغولیت کے ساتھ اتنا مقابلہ اور مسابقہ ممکن نہیں ہے۔

نوٹ: حدیثوں کے مفصل لکھنے کا مطلب میں نے یہی سمجھا، کیونکہ اس کے علاوہ جو میں نے لکھا مجھے کہیں تفصیل نہیں ملی۔

باب سے عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی مناسبت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے: باب الاغتباط فی العلم والحکمة اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں علم کو سیادت کا ثمرہ بنایا اور طالب علم کو زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وصیت کی اور سیادت ایسی چیز ہے جس کو پانے کے لئے ہر شخص رشک اور مقابلہ کرتا ہے، پس علم جو سیادت کا سبب وذریعہ ہے اس میں زیادہ رشک اور مقابلہ کرنا چاہئے۔

صحابہ کرام نے بڑی عمروں میں علم حاصل کیا ہے کیونکہ علم نہایت قیمتی شی ہے پس اس میں رشک اور مسابقہ کرنا چاہئے۔

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالاً فسلط علی ھلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسد جائز نہیں مگر دو باتوں میں ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے پھر اس کو راہِ خدا میں مال اُڑانے پر مسلط کیا ہے پس وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس پر رشک کرنا چاہئے یعنی یہ تمنا کرے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتا پس اسے حسنِ نیت کا ثواب مل جائے گا۔

دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے پس وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اور ان کو تعلیم دیتا ہے، اس پر بھی رشک کرنا چاہئے یعنی اس جیسا بننے کی کوشش کرنی چاہئے، اور یہی مسابقت ہے۔

باب سے مناسبت: رجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا یہی جملہ باب کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ حدیث میں کہا گیا ایسے شخص پر رشک کرنا چاہئے اور باب بھی یہی ہے پس مناسبت ظاہر ہے۔

سوال: ۶۸، صفحہ: ۱۷

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَیْثِ الْكَثِیْرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِیَّةٌ قَبِلَتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِينِ اللهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کس باب کے تحت ہے اس کی نشاندہی کر کے حدیث کا مطلب لکھیں۔

(ج) اجمال میں زمین کی تین قسمیں ہیں اور تطبیق میں دو ایسا کیوں ہے؟ سوچ کر لکھیں۔

(د) آپ کس قسم میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے موسلا دھار بارش جیسی ہے جو کسی زمین پر برسی اس زمین کا ایک حصہ زرخیز تھا اس نے پانی پیا پس اس نے سبز و خشک گھاس اور بہت زیادہ ہری گھاس اُگائی اور دوسرا حصہ بنجر تھا اس نے پانی روک لیا پس اللہ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچایا، انہوں نے پیا، پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور اس زمین کا ایک حصہ چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی روکا اور نہ گھاس اُگائی پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور اللہ نے اس کو نفع پہنچایا اس علم و ہدایت سے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے پس اس نے دین سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور یہ مثال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس شخص کی جس نے سر نہیں اٹھایا اس دین کی طرف اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔

(ب):

یہ حدیث باب فضل من علم وعمل کے تحت ہے۔

مطلب: جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں تمثیل ہے آنحضور علیہ السلام جو رشد و ہدایت لے کر آئے ہیں اس کی مثال موسلا دھار بارش جیسی ہے جب وہ برستی ہے تو زمین کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں: (۱) زرخیز زمین جو پانی جذب کرتی ہے اور کلا اور بہت عشب اُگاتی ہے (۲) بنجر مگر نشیب والی زمین وہ پانی نہیں پیتی نہ گھاس اُگاتی ہے، مگر پانی روکتی ہے جس سے دنیا فائدہ اُٹھاتی ہے (۳) چٹیل سپاٹ زمین جس پر سے پانی بہہ جاتا ہے۔

تطبیق: جو بندے ایمان لائے اور انہوں نے دین و شریعت کا علم حاصل کیا پھر خود بھی اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی وہ علم پہنچایا تو وہ پہلی قسم کی زمین کی طرح ہیں اور کلا کا مصداق وہ علماء ہیں جن سے لوگ ان کی حیات میں بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی، ان کے تلامذہ تصنیفات اور دیگر علمی کاموں سے دیر تک اُمت فیضیاب ہوتی ہے۔

اور وہ علماء جن کا فیض ان کی زندگی تک رہتا ہے، وفات کے بعد منقطع ہو جاتا ہے اور امت کے صلحاء عشب کا مصداق ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کی صفت کثیر لائے ہیں۔

اور وہ بندے جو ایمان لائے اور دین کا فہم حاصل کیا پھر دوسروں تک دین پہنچایا مگر خود اس پر عمل نہیں کیا وہ اجادب بنجر، مگر نشیب والی زمین جیسے ہیں آنحضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں اس قسم کے مسلمان نہیں تھے، اس لئے آپ علیہ السلام نے ان کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے۔

اور وہ بندے جنہوں نے ایمان ہی قبول نہیں کیا وہ چٹیل سپاٹ زمین کی طرح ہیں کہ بارش برسی مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا، نہ خود فیضیاب ہوئے، نہ دوسروں تک فیض پہنچایا۔

(تحفۃ القاری ۱/۳۵۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

اجمال میں زمین کی تین قسمیں اور تطبیق میں دو قسمیں ذکر کرنے کی وجہ:

جاننا چاہئے کہ آنحضور ﷺ نے اجمال میں زمین کی تین قسمیں اور تطبیق میں دو قسمیں یعنی صرف پہلی اور تیسری قسم کو بیان کیا اور بیچ والی قسم کو چھوڑ دیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے مسلمان آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھے، نیز اس لئے ان کا تذکرہ چھوڑ دیا کہ ان کے عمل کا استحسان و پسندیدگی ثابت نہ ہو، کیونکہ اگر ان کا تذکرہ بھی کر دیتے تو ان کے عمل کا استحسان و پسندیدگی ثابت ہو جاتی، حالانکہ شریعت کی نظر میں ان کا عمل قابلِ ستائش نہیں ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے جب یہود پر سنیچر کے دن مچھلی پکڑنے کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے حیلہ کیا کہ سمندر کے قریب کھڈے کھود لیتے اور ان تک پانی کا راستہ بنا لیتے پھر جب سمندر میں جوار بھاٹا آتا تو نالی کے راستے سے پانی کھڈوں میں بھر جاتا اور ساتھ ہی مچھلیاں بھی آجاتیں پھر اتوار کے دن ان کو پکڑ لیتے، جب بعض یہود نے یہ حیلہ شروع کیا تو لوگ تین حصوں میں منقسم ہو گئے: (۱) حیلہ کرنے والے (۲) نصیحت کرنے والے (۳) خاموش رہنے والے۔ پھر جب عذاب آیا تو حیلہ کرنے والوں کو ذلیل بندر بنا دیا گیا اور ناصحین عذاب سے بچ گئے اور خاموش رہنے والوں کا تذکرہ چھوڑ دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ بھی عذاب سے محفوظ رہے اور قرآن نے ان کا تذکرہ اس لئے چھوڑ دیا کہ ان کے عمل کا استحسان پسندیدگی ثابت نہ ہو اسی طرح اس حدیث میں بھی دوسری قسم کا تذکرہ اس لئے چھوڑ دیا گیا تا کہ ان کے عمل کا استحسان ثابت نہ ہو۔ (تحفۃ القاری ۱/۳۵۸)

(د):

اور میں پہلے قسم میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور اس میں بھی کلاء کا مصداق جو علماء ہے ان کی جماعت میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں، اللہ قبول کریں، آمین یا رب العالمین۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۶۹، صفحہ:۱۸

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ. فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ.

(۱۴۰۹-۱۴۱۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس باب کا مقصد بیان کر کے حدیثِ مذکورہ سے اس کو ثابت کریں۔

(ج) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ترجمۃ الباب کو مکرر لانے کی نہیں ہے مگر بعینہٖ یہی باب کتاب العلم کے شروع میں لا چکے ہیں تو کیا یہ ترجمہ مکرر ہے اگر مکرر نہیں تو دونوں کا فرق بیان کریں۔

الجواب:

اس سوال کا جواب، سوال نمبر ۲۳ میں گزر چکا ہے۔

سوال:۷۰، صفحہ:۱۸

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ. فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ. فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ. فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ. فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

(۱۴۱۵ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد تحریر کریں۔ حدیث میں وقوف علیٰ ظہر الدابہ کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا ترجمۃ الباب کا یہ جزء کیسے ثابت ہوگا؟

(ج) جن مناسک میں تقدیم وتاخیر کا ذکر روایت میں ہے ان میں احناف کا مسلک کیا ہے؟ اگر احناف تقدیم وتاخیر کی صورت میں وجوبِ دم کے قائل ہیں تو ان کا مستدل کیا ہے؟ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں بوضاحت بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: سواری وغیرہ کی پیٹھ سے فتویٰ دینا (سواری کی حالت میں فتویٰ دینا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کے لئے کھڑے ہوئے تا کہ لوگ آپ ﷺ سے مسائل پوچھیں، چنانچہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے خیال نہیں رہا اور میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اب قربانی کر لو کوئی حرج نہیں۔ دوسرا شخص آیا اس نے کہا مجھے خیال نہیں رہا اور میں نے رمی سے پہلے قربانی کر لی آپ ﷺ نے فرمایا اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اس دن نبی ﷺ سے جس نے بھی تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ جو کام رہ گیا ہے وہ کر لو کوئی حرج نہیں۔

(ب):

ترجمۃ الباب کا مقصد: اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ بتاتے وقت سائل اور مسئول کا ایک لیول پر ہونا ضروری نہیں، اگر سائل زمین پر ہو اور مفتی اونٹ وغیرہ پر، تو اس میں کوئی حرج نہیں یا سائل بلند جگہ ہو اور مفتی نیچے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۴۶۳ مکتبہ حجاز دیوبند)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس روایت میں اگرچہ وقوف علی ظہر الدابۃ کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث کے دوسرے طریق جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الحج میں لائے ہیں اس میں وقوف علی ظہر الدابۃ کا ذکر ہے اس روایت پر اعتماد کر کے امام بخاری نے وقوف علی ظہر الدابۃ کا ذکر ترجمۃ الباب میں کر دیا۔

(ج):

جن مناسک میں تقدیم وتاخیر کا ذکر روایت میں ہے یعنی رمی، ذبح، حلق اور طواف زیارت۔ احناف کے نزدیک ان میں سے پہلے تین یعنی رمی ذبح اور حلق میں قارن اور متمتع کے لئے ترتیب واجب ہے اور تقدیم وتاخیر کی صورت میں دم واجب ہوگا اور طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں البتہ مسنون ہے کہ مناسک ثلاثہ کے بعد طواف زیارت کریں۔

اور مفرد پر چونکہ قربانی واجب نہیں اس لئے اس پر صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے۔

احناف کی دلیل:

(۱) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مِنًى فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ.

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَحَرَ هَدْيَهُ ثُمَّ حَلَقَ فَقَدْ حَلَّ مَا حَرُمَ عَلَيْهِ مِنْ شَأْنِ الْحَجِّ. (اعلاء السنن ۱۰ / ۱۵۷، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی)

وجه الاستدلال: هذان الحديثان يدلان على ان الترتيب واجب بين الافعال الثلاثة.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث الباب کا جواب:

(۱) اگر حدیث مذکورہ میں دونوں سائل مفرِد تھے تو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ مفرد پر قربانی واجب نہیں، پس ان کے لئے رمی سے پہلے قربانی اور قربانی سے پہلے حلق جائز تھا۔

(۲) اگر حدیث مذکورہ میں دونوں سائل قارن یا متمتع ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے پھر بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے: من قدم شیئا من حجة اواخر فلیهرق لذالك دما. جو مناسک میں تقدیم و تاخیر کردے اس کو چاہئے کہ دم دے، لہٰذا ب لاحرج والی روایت میں تاویل ضروری ہوگی اس لئے کہ راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ نہیں دے سکتا۔

اور حدیث کی تاویل یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں تشریع کے وقت کی ترخیص ہے یعنی جب کوئی نیا مسئلہ بتایا جاتا ہے تو فوری طور پر جو اُلجھن پیش آتی ہے اس میں شریعت سہولت دیتی ہے اسی طرح اس حدیث میں بھی دیا ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۶۴)

سوال: ۷۱، صفحہ: ۴۰

بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَأَهْلَهُ. قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا، فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

(۱۴۱۹ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) ثم قال عامر اعطیناکھا الخ کی وضاحت کریں۔

(ج) حدیث میں اہل کا تذکرہ نہیں ہے ترجمۃ الباب اور حدیث میں بظاہر مطابقت نہیں ہوری ہے آپ مطابقت بیان کریں۔

(د) ترجمۃ الباب میں پہلے اہل کا ذکر کرنا چاہئے تھا بعد میں امۃ کو مگر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے برعکس ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے تحریر کریں۔

(ہ) حدیثِ مذکورہ میں تینوں طرح کے لوگوں کو کیا ان کے ہر ہر عمل پر دو اجر ملیں گے یا خاص انہیں دونوں مذکورہ عمل پر دو ثواب ملیں گے یا ان کے ان دونوں مذکورہ عمل میں سے ہر ایک عمل پر دو اجر ملیں گے اس کو متعین کریں نیز دو اجر ملنے کی وجہ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: باندی اور بیوی کو تعلیم دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کو دوہرا ثواب ملتا ہے ایک وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لائے اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے، دوسرا وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کا بھی، تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی باندی ہے جس سے وہ صحبت کرتا ہے پس اس نے اس کی تربیت کی اور اچھی تربیت کی اور اس کو تعلیم دی اور اچھی تعلیم دی پھر اس کو آزاد کیا اور اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تجھے یہ حدیث بغیر کسی عوض کے دیدی پہلے اس سے معمولی بات کے لئے سفر کر کے مدینہ منورہ جانا پڑتا تھا۔

مطلب: سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ حدیث کا مقصود ترغیب دینا ہے اہلِ کتاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہودونصاریٰ کو نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کی، غلام کو اللہ کا حق ادا کرنے کی اور باندی کے مالک کو باندی کو آزاد کرکے نکاح کرنے کی اس عمل کا ان کو دوہرا ثواب ملے گا، کیونکہ یہ کام بہت بھاری ہیں، اس لئے اجر بقدر مشقت کے ضابطہ سے ان کا ثواب بڑھ جاتا ہے، مشرک کے لئے ایمان لانا اتنا بھاری نہیں جتنا اہلِ کتاب کے لئے ایمان لانا بھاری ہے، اس کا اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر ایمان ہوتا ہے، اس کے ساتھ اعتقادی وابستگی ہوتی ہے اس کو چھوڑ کر خاتم النبیین علیہ السلام پر ایمان لانا بہت مشکل ہے اور غلام آقا کا حق ادا کرنے پر تو مجبور ہے اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرنا مشکل کام ہے اسی طرح جس کے پاس باندی ہے اور وہ اس کو بیوی کے طور پر استعمال کرتا ہے اسے کیا پڑی ہے کہ اس کو دینی تعلیم دے اور اسلامی تربیت کرے، پھر آزاد کرکے اس سے نکاح کرے؟ یہ مشکل امر ہے اس لئے ان تینوں کو ان کے عمل کا دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۸۳)

(ب) قولِ عامر کی وضاحت:

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کرکے طالبِ علم سے فرمایا میں نے تجھے یہ حدیث بغیر کسی عوض کے دیدی، پہلے اس سے معمولی بات کے لئے سفر کرکے مدینہ منورہ جانا پڑتا تھا، تجھے کوفہ میں بیٹھے ہوئے یہ حدیث مل گئی حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں دعابہ بھی دل لگی تھی پس ہوسکتا ہے حضرت نے طالبِ علم کی چٹکی لی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو تنبیہ کی ہو کہ حدیث یاد رکھنا بے مشقت ملی ہے اس لئے بھول نہ جانا۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۸۵)

(ج):

حدیث کی باب سے مطابقت: جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ اور باب کے تحت جو حدیث لائے اس میں امۃ کا تذکرہ تو ہے لیکن اھل کا تذکرہ نہیں اس کے باوجود باب میں اہل کا جو تذکرہ امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے کیا وہ دلالتِ اولیٰ کے طور پر کیا ہے، یعنی جب باندی ثانوی درجہ کی بیوی ہونے کے باوجود اس کی تعلیم کا تذکرہ حدیث میں آیا تو آزاد عورت جو اوّل درجہ کی بیوی ہے اس کی تعلیم کا حکم بطریقِ اولیٰ حدیث باب سے ثابت ہوگا کیونکہ دراصل ان کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ جاہل ماں کی گود میں اور پڑھی ہوئی ماں کی گود میں پلنے والی اولاد میں آسمان وزمین کا فرق ہوتا ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۸۳)

(۲) شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی لونڈیوں اور بیویوں کی تعلیم پر مامور ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته والرجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعیته. اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی وجہ سے ترجمۃ الباب امته واهله قائم کیا تا کہ لونڈی اور حرہ دونوں کو عام ہوجائے۔

(د):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امته کو مقدم اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے کیا ہے کیونکہ باندی ثانوی درجہ کی بیوی ہوتی ہے اور آزاد عورت اوّل درجہ کی اس لئے بیوی کا ذکر پہلے آنا چاہئے تھا مگر قرآن وحدیث میں اہمیت ظاہر کرنے کے لئے کبھی تقدیم وتاخیر کرتے ہیں، بیوی کی طرف تو آدمی شاید توجہ کرے، مگر باندی کی طرف کون توجہ کرتا ہے وہ تو گھر کی نوکرانی ہے اس لئے اسکو مقدم کیا تا کہ اس کی تعلیم کی اہمیت ظاہر ہو۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۳۸۳)

(ہ) تینوں کو دوہرا اجر کس عمل پر ملے گا؟

اس میں چار احتمال ہیں:

(۱) دونوں عمل کے مجموعہ پر دو ثواب ملے گا مگر یہ احتمال صحیح نہیں کیونکہ جب عمل دو ہیں تو اجر بھی دو ہوں گے اس میں نئی بات کیا ہوئی؟

(۲) دونوں عملوں میں سے ہر عمل کا دوہرا ثواب ملے گا، یہ احتمال بھی صحیح نہیں، کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے یہودیت منسوخ ہوگئی اور نبی علیہ السلام کی بعثت سے عیسائیت منسوخ ہوگئی، پھر ان پر ایمان لانے کا اجر کیسے ملے گا؟ علاوہ ازیں اس صورت میں چار اجر ہوجائیں گے جبکہ حدیث میں دو اجر کی صراحت ہے۔

(۳) ان تینوں شخصوں کو زندگی بھر ہر عمل کا دوہرا ثواب ملے گا۔ یہ احتمال بھی بداہۃً باطل ہے، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو تو حسنات پر ایک ایک ثواب ملے گا اور اہلِ کتاب صحابہ کو دوہرا ثواب یہ بات عقل کے خلاف ہے۔

(۴) ان تینوں کو صرف دوسرے عمل پر دوہرا ثواب ملے گا، یہی احتمال صحیح ہے یعنی اہلِ کتاب کو نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا اسی طرح غلام کو حق العبد ادا کرنے پر اور مالک کو باندی سے نکاح کرنے پر دو اجر ملیں گے۔

دوہرا اجر ملنے کی وجہ:

ان لوگوں کو اس لئے دوہرا اجر ملے گا کہ یہ کام ان کے لئے بہت بھاری ہے اس لئے کہ مشرک کے لئے ایمان لانا اتنا بھاری نہیں جتنا اہلِ کتاب کے لئے ایمان لانا بھاری ہے اس کا اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر ایمان ہوتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آنحضور علیہ السلام پر ایمان لانا بہت بھاری چیز ہے، اور غلام کو مولیٰ کے حق کے ساتھ حق اللہ ادا کرنا مشکل کام ہے اسی طرح مالک کا اپنے باندی سے شادی کرنا مشکل کام ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے أجور کم علی قدر نصبکم. فلہٰذا ان کو ان کی مشقت کی سبب دوہرا اجر ملے گا۔

(تحفۃ القاری ۱/۳۸۴)

سوال: ۲/۷، صفحہ: ۲۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ. قَالَ قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ

فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

(۱۴۰۷-۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) یہ حدیث باب کتابت العلم کی ہے حدیث کی باب سے مطابقت بیان کریں۔

(ج) مرضِ وفات میں آپ ﷺ کیا تحریر لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی کیا دلیل ہے، حاضرین میں اختلاف کس بات میں ہوا تھا اور کیوں ہوا تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب لکھیں۔

(د) رسول اللہ ﷺ کے طلبِ کتابت پر جب صحابہ نے اختلاف کیا تو آپ ﷺ نے رد نہیں کیا اور نہ اس کے بعد لکھوایا تو ترجمۃ الباب کی مطابقت کس طرح ہوگی۔

(ہ) صیغۂ امر وجوب کے لئے ہے مزید براں لا تضلّوا بعدہ ان کا قرینہ بھی موجود ہے پھر صحابہ نے کیوں خلاف کیا، خاص طور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

(ز) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ان الرزیّۃ کل الرزیّۃ کا مقصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد کیے جانے پر اظہارِ افسوس ہے یا کسی اور چیز پر افسوس۔ علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دیگر صحابہ نے اظہارِ افسوس کیوں نہیں کیا؟

(و) آپ ﷺ کے ارشاد لا تضلّوا بعدہ سے آحاد امت کے ضلال کو روکنا ہے یا مجموعۂ امت کے ضلال کو سوچ کر لکھیں، نیز بتایئے اگر اس کتابت سے امت کی ضلالت کو روکنا ہوتا تو ضروری تھا کہ کسی کے اختلاف کی حضرت پرواہ نہ کرتے اور مصلحتِ عامّہ پر عمل کرتے جیسا کہ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ اور صلح حدیبیہ کی شروط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کی تھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

”الف“ اور ”ب“ کا جواب سوال نمبر ۲۵ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

حضور ﷺ مرض وفات میں کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ اس سلسلہ میں قیاس آرائیوں سے کوئی فائدہ نہیں، جب آپ ﷺ نے نہ لکھوایا نہ بتلایا تو اب کوئی یہ بات کیسے جان سکتا ہے۔ البتہ ایک ظاہری احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صراحت کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا تھا، چنانچہ بخاری شریف کے کتاب الاحکام باب الاستخلاف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرا ارادہ ہوتا ہے کہ ابوبکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کو بلاؤں اور ان کو وصیت کروں اور ان کو ولی عہد بناؤں تا کہ کہنے والا کچھ نہ کہے اور تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے، پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کے علاوہ کسی اور کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے اور مسلمان بھی سوائے ابوبکر کے کسی اور کی خلافت قبول نہ کریں گے، لقد هممت ان ارسل الى ابي بكر وابنه فاعهد ان يقول القائلون اويتمنى المتمنون ثم قلت يأبى الله ويدفع المؤمنون۔

(۲) یا اپنے بعد ہونے والے خلفاء کو ترتیب وار لکھوانا چاہتے تھے۔

(۳) یا ایسی تحریر لکھوانا چاہتے تھے جس میں مہمات احکام کو بیان کردیں تا کہ منصوص علیہ احکام پر اتفاق قائم ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ۲/۱۳۱۔ فتح الباری ۲۵۲/۲۔ تحفۃ القاری ۱/۴۰۸)

حاضرین میں اختلاف اس بات میں ہوا کہ تحریر لکھوائی جائے یا نہیں، اس بیماری کے زمانہ میں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک فریق کی رائے یہ تھی کہ اب بیماری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے زمانہ میں تحریر لکھوانے کی مشقت میں آپ کو ڈالنے کی ضرورت نہیں جبکہ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے اور کتاب جمیع احکام کا معدن ہے اور دوسرے فریق کہہ رہے کہ تحریر لکھوائی جائے۔

اختلاف کی وجہ:

جو لوگ تحریر لکھوانا چاہتے تھے انہوں نے "إئتونی" صیغہ امر کو وجوب کے لئے سمجھا نیز انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ ایسی تحریر لکھ دیں گے جس سے جمیع امت کو ہدایت مل جائے گی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے صیغہ امر کو اباحت کے لئے سمجھا اور یہ سوچا کہ بربناء شفقت امت کچھ لکھوانا چاہتے ہیں۔

یا آپ ﷺ صحابہ کا امتحان لینا چاہتے ہیں جس کی تفصیل سوال نمبر ۲۵ میں گزر چکی ہے۔

(و):

مناسبت بالباب: حدیث کا باب سے ربط واضح ہے۔ آپ ﷺ نے آخر حیات میں کچھ لکھوانا چاہا یہی کتابتِ علم ہے مگر باہمی اختلاف مانع بنا اس لئے تحریر وجود میں نہیں آئی مگر ارادہ کرنا استدلال کے لئے کافی ہے۔

(ز):

اس کا جواب نمبر ۲۵ میں گزر چکا ہے۔

(ہ):

حضرت ابن عباس کا افسوس کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد کئے جانے پر نہیں، بلکہ افسوس اس پر ہے کہ صحابہ کرام نے حسبنا کہہ دیا اگر یہ نہ کہتے تو آپ ﷺ خلفاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو ترتیب وار لکھوا دیتے تو شیعہ جو پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ وسلم یہی لکھوانا چاہتے تھے جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے لکھوانے نہیں دیا یہ پروپیگنڈہ ختم ہو جاتا۔

(اور پہلے جزء ''ج'' میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب گزر گیا نیز اس جزء میں بھی اس کا جواب سوال نمبر ۲۴ جزء ''ہ'' میں گزر چکا ہے)۔

دیگر صحابہ کے اظہار افسوس نہ کرنے کی وجہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ نے اظہارِ افسوس اس لئے نہیں کیا کہ وہ سارے حضرات نبی کریم علیہ وسلم کے حکم دینے کے مقصد کو سمجھ گئے تھے، کہ مقصود اس سے قرآن میں بیان کردہ احکام کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا حکم دینا ہے کیونکہ حضور علیہ وسلم کا مقصد اس کے علاوہ ہوتا تو اس کے بعد آپ علیہ وسلم اس کا حکم ضرور دیتے اس لئے کہ اس واقعہ کے بعد بھی آپ علیہ وسلم چند ایام بقید حیات رہے ہیں اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ حضور علیہ وسلم مرض الوفات میں کوئی نیا حکم دینا نہیں چاہ رہے تھے۔

(تحفۃ القاری ۱/۴۰۹)

(و):

لاتضلّوا بعدہ سے مجموعہ اُمت کو ضلالت سے روکنا مقصود ہے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ امت کا ہر فرد گمراہی سے محفوظ ہو جائے گا، کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں بیان کیا جاچکا ہے کہ پوری امت گمراہ ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا ہے پس اس بات کا یہ مطلب ہوا کہ مجموعی طور پر امت گمراہی سے محفوظ رہے گی۔

نیز یہ کتابت آپ علیہ وسلم پر ضروری نہیں تھی اگر ضروری ہوتی تو آپ علیہ وسلم ضرور اختلاف کی پرواہ نہ کرتے جیسا کہ عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ اور صلح حدیبیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کی بلکہ یہ حکم از قبیل شفقت تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۴۳، صفحہ: ۲۴

عَنْ جَرِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

(۱۴۰۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) جریر کون ہے؟ آپ ﷺ کے حج کا نام حجۃ الوداع کیوں ہے؟
(ج) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل مؤمن متعمداً کفر ہے اور آیت میں وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا أَلِيمًا ہے اس کی تائید ہوتی ہے اور اہل حق متفق ہیں کہ کوئی امر موجب خلود فی النار نہیں پس آپ حدیث اور آیت کی ایسی توجیہ کریں کہ اہل حق کے اجماعی عقیدے سے تعارض باقی نہ رہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی پاک ﷺ نے ان سے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا لوگوں کو خاموش کرو (حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش کیا جب سب لوگ خاموش ہو گئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ بعض بعض کی گردنیں مارنے لگو۔

(ب) حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے ہیں، آپ رضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ عنہ بڑے حسین وجمیل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس اُمت کا یوسف کہتے تھے، آنحضور ﷺ جب بھی آپ کو دیکھتے مسکراتے یہ مسکرانا اکرام وانبساط کے لئے تھا جب وہ پہلی مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی ہے اور ذوالخلصہ کا مندر نبی ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ منہدم کرایا تھا۔ جنگِ قادسیہ میں قبیلۂ بجیلہ کا تکملہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، مگر بعد میں آپ رضی اللہ عنہ فتنوں سے الگ ہو گئے اور ۵۱ ہجری میں وفات پائی۔

(اور آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو مشہور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ وفاتِ نبوی سے پچاس دن پہلے مسلمان ہوئے ہیں یہ بات شاید صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں شریک تھے)۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۴۱۸)

حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ:

الوداع بفتح الواؤ کے معنی ہے رخصت کے اور ودّع (تفعیل) القومُ المسافر کے معنی ہے رخصت کرنے کے لئے جانا اور تودع (تفعّل) القومُ کے معنی ہیں ایک دوسرے کو رخصت کرنا۔

چونکہ اس سفر میں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو رخصت فرما دیا تھا، اور دین واسلام اور اہلِ اسلام کو خدائے عز وجل کا حوالہ کر دیا تھا، اور اس طرح خود اپنی رخصت کی طرف بھی اشارہ فرما دیا تھا اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

(ج):

آیتِ کریمہ اور حدیث شریف میں جو قتل مؤمن متعمدا کو کفر اور موجب خلود فی النار کہا گیا، یہ اس شخص کے حق میں ہے جو کسی مسلمان کو بغیر حق اس کے دم کو مباح سمجھتے ہوئے قتل کرے اس کے لئے یہ سزا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حدیث میں کفر سے کفر عملی مراد ہے، نہ کہ حقیقی کفر مراد ہے۔

(۳) حدیث میں کافر ہونے سے مراد کفر کے قریب ہوجانا اور تشبہ بالکفار مراد ہے یعنی یہ کام کفر کے قریب اور ان کے مشابہ کردیتا ہے۔

(۴) حدیث اور آیتِ کریمہ میں شرط محذوف ہے إن جازاہ یعنی اگر ان کو ان کے اس عمل کی سزا دی جاتی تو ان کی سزا یہی تھی اور یہ لوگ اس سزا کے مستحق تھے اور شرط کے محذوف ہونے پر بہت سی آیاتِ قرآنی و احادیث متواترہ دال ہیں، لہٰذا یہ جملہ شرطیہ کے حکم میں ہوا لیکن استحقاق سے فعل کا وقوع لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ شفاعت کی احادیث اور دیگر احادیث مشہورہ جو ایمان والوں کے جہنم سے نکلنے کے متعلق موجود ہیں ان سے معلوم ہوا کہ وقوع نہیں ہوگا۔

(۵) خلود کا لفظ مکثِ طویل کے لئے بولا جاتا ہے خلد اللہ ملکہ، لا اکلمہ ابد الآبدین اور یہاں مکثِ طویل مراد ہے آیت کریمہ میں۔

(۶) خلود اس عذاب سے متصف ہونے کی صفت ہے دخولِ جہنم کی صفت نہیں ہے یعنی جب تک جہنم میں رہے اس عذاب سے متصف رہے گا۔

(ملخص از نعمت المنعم شرح صحیح مسلم)

سوال: ۴۷، صفحہ: ۲۴

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ. فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِينُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

(۱۴۰۳، ۱۴۱۳ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بظاہر تو وہ اس سلسلہ میں حیاء کے ترک کرنے کو مستحسن قرار دے رہے ہیں جبکہ حیاء کے بارے میں اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ بھی منقول ہے۔

(ج) روایت میں ذکر کردہ مسئلہ کی وضاحت کریں اور لکھیں کہ احتلام میں رأت الماء کی قید صرف عورتوں کے لئے ہے یا مردوں کا بھی یہی حکم ہے؟

(د) امام بخاری اس روایت پر یہ عنوان قائم کیا ہے باب الحیاء فی العلم وقال مجاھدٌ لایتعلّم العلم مستحی ولامستکبر وقالت عائشة نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین آپ تحریر کریں کہ امام بخاری کا مقصد کیا ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا حضور اقدس کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے میں شرماتے نہیں (پس حق بات پوچھنے میں کیا شرمانا یہ تمہید قائم کر کے سوال کیا) کیا عورت پر بھی غسل ہے جب وہ پانی دیکھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اس پر بھی غسل واجب ہے جب وہ پانی دیکھے یعنی کپڑے پر منی کا اثر دیکھے اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا چہرہ چھپالیا اور کسی دوسرے وقت عرض کیا یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو، بچہ عورت کے مشابہ کیسے ہوتا ہے۔

(ب):

روایات میں جس حیاء کے ترک کو مستحسن قرار دیا گیا ہے دراصل وہ حیاء نہیں بلکہ وہ کمزوری اور بزدلی ہے جو کہ محروم علم کا سبب بنتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ وہ صحبت کر رہا ہے اور انزال ہو گیا مگر بیدار ہونے کے بعد کپڑے پر منی کے اثرات نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اگر کپڑے پر تری دیکھے اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

اس مسئلہ کی کل چودہ صورتیں ہیں:

(۱) تری کے منی ہونے کا یقین ہو (۲) مذی ہونے کا یقین ہو (۳) ودی ہونے کا یقین ہو (۴) اولین میں شک ہو (۵) آخرین میں شک ہو (۶) طرفین میں شک ہو (۷) تینوں میں شک ہو۔

پھر ان میں سے ہر ایک صورت میں احتلام یاد ہوگا یا نہیں ہوگا اس طرح کل چودہ صورتیں بنتی ہیں۔

ان میں مندرجۂ ذیل سات ۷ صورت میں بالاتفاق علماء احناف غسل واجب ہوگا

(۱) منی ہونے کا یقین ہو اور خواب یاد ہو (۲) منی ہونے کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو (۳) مذی ہونے کا یقین ہو خواب یاد ہو (۴) اولین میں شک ہو اور خواب یاد ہو (۵) آخرین میں شک ہو اور خواب یاد ہو (۶) طرفین میں شک ہو اور خواب یاد ہو (۷) تینوں میں شک ہو خواب یاد ہو۔

اور مندرجۂ ذیل چار صورتوں میں غسل واجب نہیں ہے بالاتفاق۔

(۱) ودی ہونے کا یقین ہو خواب یاد ہو (۲) ودی ہونے کا یقین ہو خواب یاد نہ ہو (۳) مذی ہونے کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو (۴) مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔

مندرجۂ ذیل تین صورتوں میں اختلاف ہے:

(۱) مذی اور منی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔

(۲) منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) تینوں میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔

ان صورتوں میں طرفین کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے۔

اذا رأت الماء کی قید مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔

بچہ والدین کی مشابہ ہونے کی وضاحت: جاننا چاہئے کہ مردوں کی جس طرح منی ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کو بھی منی ہوتی ہے، البتہ عورتوں کو احتلام کی نوبت کم آتی ہے، کیونکہ ان کا مزاج مرطوب ہے اور ان کا نظام تولید اندر ہے اس لئے تحریک کم ہوتی ہے اور مرد کا مزاج گرم خشک اور نظامِ تولید باہر ہے اور عضو کپڑا وغیرہ کے ساتھ لگتا ہے اس لئے احتلام کی نوبت زیادہ آتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں فرمایا اگر عورت کا پانی نہ ہوتا تو پھر بچہ میں ننہیال کی مشابہت کہاں سے آتی ہے بچہ کبھی ددھیال کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ننھیال کے، معلوم ہوا مرد کی طرح عورت کا بھی پانی ہوتا ہے۔

(درسِ ترمذی: ۱/ ۳۷۳۔ الخیر المحمود ۲/ ۴۴)

(د):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان احادیث اور اثر سے کہ انسان کو طلبِ علم میں حیاء نہیں کرنی چاہیے پس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اثر مجاہد لا کر بس اتنا استدلال کرنا ہے کہ دینی معاملہ میں شرم محمود نہیں اگر چہ وہ ایمان کی ایک اہم شاخ ہے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک مسئلہ معلوم کرنا تھا اور وہ شرم کا مسئلہ تھا مگر انہوں نے شرم نہیں کی بلکہ مسئلہ دریافت کر لیا پس دینی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے کیونکہ شرم علم کی راہ میں رُکاوٹ ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۴۳۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۷۵، صفحہ: ۲۵

بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَه. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ.

(۱۴۲۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حج میں محرم کس طرح کا لباس استعمال کرے، اس کا سوال اور آپ ﷺ کے جواب میں مطابقت نہیں ہے۔ ترجمۃ الباب من اجاب السائل باکثر مما سأله ہے اس سے امام بخاری کی کیا غرض ہے تحریر کریں۔

(ج) سوال کا مضمون جواب میں داخل ہونا ضروری ہے یہاں پر کس طرح داخل ہے؟

(د) محرم کے لئے نعلین کی عدمِ موجودگی میں خفین کو جوتا نما بنانے کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: سوال سے زیادہ جواب دینا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا محرم کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا محرم کرتا نہ پہنے، پگڑی نہ باندھے، پائجامہ نہ پہنے، ٹوپی نہ اوڑھے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ورس یا زعفران نے چھویا ہے یعنی ان میں رنگا گیا ہے اور محرم اگر چپل نہ پائے تو چاہئے کہ خفین پہنے اور چاہئے کہ ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

(ب):

سائل کے سوال کے مطابق آپ ﷺ کا جواب ہے بایں طور کہ سائل نے احرام میں مباح الاستعمال لباس کے بارے میں سوال کیا جو کہ غیر محدود ہے لیکن آپ ﷺ نے مقتضائے حال کے مطابق ممنوع الاستعمال کپڑوں کی ممانعت سے صراحۃً جواب دیا جو کہ محدود ہے سائل کی آسانی کے لئے جس سے مباح الاستعمال کا جواب بھی لزوماً ثابت ہو گیا، کیونکہ سائل کو جب ممنوع الاستعمال کپڑا معلوم ہو گیا تو لازماً وہ سمجھ لے گا کہ اس کے علاوہ تمام کپڑے مباح الاستعمال ہیں، لہٰذا سوال وجواب میں مطابقت موجود ہے۔

اس باب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مفتی اگر مناسب سمجھے تو سائل کے سوال سے زیادہ افادہ کر سکتا ہے یعنی سوال کا جواب دے کر کوئی اور ضروری بات بتانا چاہے تو بتا سکتا ہے چند ابواب پہلے یہ بات گزری ہے کہ اگر عالم کچھ خاص باتیں عوام کے سامنے بیان نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے یہ اس کا مقابل باب ہے کہ اگر عالم از خود کوئی بات بیان کرنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

(تحفۃ القاری ۱/۴۴۱)

(ج):

سوال کا مضمون جواب میں اس طرح داخل ہے کہ سائل نے مثبت پہلو سے سوال کیا تھا مگر آپ ﷺ نے منفی پہلو سے جواب دیا ہے اس لئے کہ محرم جو کپڑے پہن سکتا ہے وہ غیر محدود ہیں اور جو نہیں پہن سکتا وہ محدود ہیں، اس لئے آپ ﷺ نے منفی پہلو سے جواب دیا کہ ان کپڑوں کے علاوہ ہر کپڑا پہن سکتا ہے پس سوال مباح الاستعمال کپڑا جواب میں داخل ہو گیا۔ (تحفۃ القاری ۱/۴۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د):

نعلین کی عدمِ موجودگی میں خفین کو جوتا نما بنانے میں اختلاف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موزہ کو جوتا نما بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جوتا کی عدمِ موجودگی میں موزہ کو بغیر کاٹے بھی پہن سکتا ہے۔

دلیل: قوله علیه الصلوٰة والسلام اذا لم یجد النعلین فلیلبس الخفین،

اور جمہور کے نزدیک جوتے کی عدمِ موجودگی میں موزہ کو کاٹ کے جوتا نما بنا کر پھر استعمال کرے اس سے پہلے استعمال کی اجازت نہیں۔

دلیل: (۱) حدیث ابن عمر هذا قال فیه فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین،

(۲) ولا تلبس القمیص .... ولا الخفاف الا ان یکون احد لیست له نعلان فلیلبس الخفین ولیقطعهما ما اسفل من الکعبین، (درسِ ترمذی ۱)

سوال: ۷،۶، صفحہ: ۳۴

بَابٌ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ.

(۱۴۱۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقصدِ ترجمہ متعین کریں اس ترجمہ کو کتاب الوضوء میں منعقد کرنے کی وجہ لکھئے۔

(ج) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ میں الکبائر کہہ رہے ہیں اور حدیث میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ومایحذبان فی کبیر فرمایا گیا ہے اس تعارض کو رفع کیجئے۔

(د) نمیمہ، غیبت اور نصیحت تینوں کا باہمی فرق بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اپنے پیشاب سے احتراز نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ سے گزرے آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جو اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں قبر والے عذاب دیئے جارہے ہیں اور کسی اہم معاملے میں عذاب نہیں دیئے جارہے بلکہ معمولی بات میں عذاب دیئے جارہے ہیں پھر فرمایا کیوں نہیں (اہم معاملہ میں عذاب دیئے جارہے ہیں) ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا تھا۔

(ب):

اس کا جواب سوال نمبر ۳۰ میں گزر چکا ہے۔

(ج) تعارض کا حل:

اس تعارض کو دفع کرنے کے لئے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) نفی ان دونوں کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے یعنی ان کے خیال میں یہ گناہِ کبیرہ نہیں تھا اگرچہ فی الواقع وہ کبیرہ گناہ ہے۔

(۲) جس گناہ کبیرہ کی نفی کی جارہی ہے وہ اکبرالکبائر ہے اور جس کو ثابت کیا جارہا ہے وہ مطلق گناہِ کبیرہ ہے۔

(۳) آپ ﷺ نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ گناہِ کبیرہ نہیں ہیں، مگر اللہ کی طرف سے فوراً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وحی آگئی ہو کہ نہیں یہ تو گناہِ کبیرہ ہے لہٰذا آپ علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمادی۔

(۴) نفی اس اعتبار سے کیجا رہی ہے کہ یہ دونوں گناہ ایسے ہیں کہ ان سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں پیشاب سے بچنا کیا مشکل ہے؟ اور چغل خوری کا کیا فائدہ ہے مگر نتائج کے اعتبار سے یہ دونوں باتیں سنگین ہیں اگر پیشاب سے نہیں بچے گا تو ساری نمازیں برباد ہوں گی اور لگائی بُجھائی کرنا مونڈنے والی خصلت ہے دین مونڈ دیتی ہے یعنی یہ فسادِ ذات البین کا سبب ہے۔ (الفتح المحمود ۱/۹۸)

(و):

(۱) النميمة: هي نقل كلام الغير على وجه الفساد والاضرار.

دوسرے کی بات کو فساد اور ضرر پہنچانے کی نیت سے نقل کرنا۔

(۲) الغيبة: هي ان يذكر احد اخاه بما يكره في الغيبة بشرط ان يكون موجودا فيه.

اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے ایسے برائی کرنا جس کو وہ ناپسند کرے بشرطیکہ وہ برائی اس میں موجود ہو۔

(۳) النصيحة: هي ارادة الخير للمنصوح له.

منصوح لہٗ کے لئے بھلائی کا ارادہ کرنا۔

سوال: ۷۷، صفحہ: ۴۳

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا، وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذٰلِكَ. وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا جَامَعَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْغَسْلُ أَحْوَطُ، وَذَاكَ الْآخِرُ، وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ أَنْقَى.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) الغسل احوط کہنے کا کیا مطلب ہے؟

(ج) انما بيناه لاختلافهم سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے اجماع ہونے نہ ہونے کو تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی رائے کیا ہے جب آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو کرے جیسا نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنی شرم گاہ کو دھوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ بات نبی ﷺ سے سنی ہے (حضرت زید کہتے ہیں) پھر میں نے یہ بات حضرات علی، طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھی انہوں نے بھی اسی کا حکم دیا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آدمی عورت سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا عورت کی شرم گاہ سے جو رطوبت پہنچی ہے اس کو دھو ڈالے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غسل کرنا احتیاط کی بات ہے یہ دوسری حدیث ہے (جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے) ہم نے اس کو صرف اس لئے بیان کیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف تھا اور پانی میں زیادہ صفائی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں پر الغسل احوط کہنے کی وجہ سے ان کے سر یہ الزام لگا ہے وہ اب بھی اکسال میں عدم غسل کے قائل ہیں حالانکہ یہ الزام سراسر غلط ہے یہ اجماع کا انکار ہے اور اجماع کا منکر اہلِ حق میں نہیں رہتا پس امام بخاری اجماع کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔

اور حضرت پر یہ الزام دو وجہ سے لگا ہے جس کی تفصیل ہم سوال نمبر ۳۶ کے جزء "ب" میں بیان کر چکے ہیں۔

پس الغسل احوط، الغسل یجب کے معنی میں لیا جائے گا تا کہ اجماع کے خلاف لازم نہ آئے۔ (واللہ اعلم) (تحفۃ القاری ۲/۳۷)

(ج):

انما بیناہ لاختلافھم سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے حالانکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع لاحق سے اختلاف سابق رفع ہو جاتا ہے، اس کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کے اختلاف کو اپنی کتاب میں ذکر کیا جس کی وجہ سے ان کے سر یہ الزام بھی لگا ہے کہ وہ اب بھی اکسال کی صورت میں غسل واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اجماع کا منکر اہلِ حق میں نہیں رہتا ہے پس امام بخاری کیسے اجماع کا انکار کر سکتے ہیں۔

اجماع کی تفصیل:

یہ مسئلہ دورِ صحابہ میں اختلافی تھا اکثر انصار الماء من الماء کا فتویٰ دیتے تھے یعنی انزال کے بعد غسل واجب ہوگا اکسال کی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا، صرف وضو واجب ہوگا اکثر مہاجر غسل کو واجب کہتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف ختم ہو گیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اپنی رائے سے فتویٰ دے رہے ہیں کہ اکسال میں غسل واجب نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا زید کو بلا کر لاؤ اور خود بھی آؤ، تا کہ گواہ رہو وہ آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کیا آپ اکسال کے مسئلہ میں لوگوں کو اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ بات اپنے چچاؤں سے سنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کونسے چچاؤں سے؟ انہوں نے کہا: ابوایوب انصاری، ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہم سے، اتفاق سے حضرت رفاعہ وہاں موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا یہ نوجوان کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا ٹھیک کہتا ہے، ہم نبی علیہ السلام کے زمانہ میں بیویوں سے صحبت کرتے تھے اور انزال نہ ہونے کی صورت میں غسل نہیں کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ لوگوں نے یہ مسئلہ نبی علیہ السلام سے پوچھا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ ان کے درمیان اختلاف ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے بندو! اگر آپ لوگ اس میں اختلاف کرو گے تو بعد کے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ ازواج مطہرات سے پوچھا جائے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے کہا میرے اور نبی علیہ السلام کے درمیان ایسی صورت پیش آئی ہے اور ہم دونوں نے غسل کیا ہے۔ جب نبی علیہ السلام کا عمل معلوم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا آج کے بعد اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور غسل نہیں کرے گا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا اس دن سے تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے اب مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔ (تحفۃ القاری ۲/۷۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۸۷، صفحہ:۴۸

(۱۴۱۴،۱۴۲۰ھ)

(الف) باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ کا ہار گم ہونے والی روایت ذکر فرمائی ہے اسی روایت سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ جس مقام پر یہ واقعہ پیش آیا وہ جنگل تھا وہاں مٹی ہی مٹی تھی تو ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ولا ترابا اس روایت سے کیسے ثابت ہوگا آپ اس کا جواب تحریر کریں۔

(ب) فاقد الطھورین نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل بیان کیجئے۔

الجواب:

(الف):

باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء اس روایت سے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جن حضرات کو ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا ان کے پاس پانی نہیں تھا اور تیمم کا ان کو علم نہیں تھا، پس مٹی بھی ان کے حق میں حکماً معدوم ہوگئی، جیسا کہ پانی حقیقتاً معدوم ہے اور وہ لوگ فاقد الطھورین ہوگئے، پس ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء لاترابا کہنا بھی صحیح ہوا، مٹی کا ان کے حق میں عدم علم تیمم کی وجہ سے معدوم ہونے کی وجہ سے۔ (تحفۃ القاری ۲/۱۴۵)

(ب):

اگر کسی کے پاس اسباب طہارت پانی اور مٹی نہ ہوں تو کیا کرے یہ مسئلہ منصوصی نہیں بلکہ اجتہادی ہے اس سلسلہ میں علماء کے درمیان شدید اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس میں پانچ مذاہب ہیں:

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لایصلی ویقضی نماز نہ پڑھے بعد میں قضا کرے۔

دلیل: لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور۔ اس حدیث میں کہا گیا پاکی کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوگی، پس جب آلہ تطہیر پانی یا مٹی موجود نہیں تو فی الحال نماز نہیں پڑھے گا جب پانی یا مٹی پر قادر ہوگا تب وضو یا تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی الحال نماز پڑھے بعد میں قضا نہ کرے۔

دلیل: قولہ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

وجہِ استدلال: انسان کو اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتے اور یہ شخص اسبابِ طہارت پر قادر نہیں، پس پاکی حاصل کرنے کا مکلف بھی نہیں اور نماز پڑھنے پر قادر ہے اس لئے طہارت کے بغیر ہی نماز پڑھے اور قضاء کی حاجت نہیں اور یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ فی الحال نماز پڑھے اور نہ قضا کرے۔

دلیل: فی الحال اس لئے نماز نہیں پڑھے گا کہ حدیث ہے: لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور اور قضاء اس لئے نہیں کرے گا کہ لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا جب وہ شرط یعنی پاکی کے ساتھ نماز ادا کرنے پر قادر نہیں تو وہ مکلف بھی نہیں، جیسے حائضہ اور نفاس والی عورت پاکی کے ساتھ نماز پڑھنے پر قادر نہیں تو ان کے حق میں نماز معاف ہے فاقد الطہورین بھی ان ہی کی طرح ہے پس اس کے حق میں بھی نماز کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

(۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی الحال بھی نماز پڑھے گا اور بعد میں بھی قضا کرے گا۔

دلیل: فی الحال تو اس لئے نماز پڑھے گا کہ نماز کا وقت داخل ہوتے ہی حکم خداوندی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أقِيمُوا الصَّلٰوةَ متوجہ ہوتا ہے پس اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور چونکہ یہ نماز پاکی کے بغیر پڑھی گئی اس لئے صحیح نہیں ہوئی اس لئے قضا بھی کرے۔

(۵) امام صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک فی الحال نماز نہیں پڑھے گا البتہ تشبہ بالمصلین یعنی نماز کی شکل بنائے گا۔

دلیل: اس کے نظائر ہیں یعنی جیسے بچہ اگر رمضان کے دن میں بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے یا حائضہ پاک ہوتو ان کو باقی دن میں امساک کا حکم دیا گیا جو تشبہ بالصائمین ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا حج فاسد ہوجائے تو اس کو حکم دیا گیا، کہ باقی مناسک حج میں دوسرے حجاج کے مانند عمل کرے جو تشبہ بالحجاج ہے اور ان دونوں صورتوں میں حج اور روزہ کی قضا بھی لازم ہے اسی طرح فاقد الطہورین بھی تشبہ بالمصلین کرے گا اور بعد میں قضا بھی کرے گا۔ (درسِ ترمذی)

سوال ۹: ۷۹، صفحہ: ۴۹

وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى السَّبَخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

(۱۴۲۷ھ)

(الف) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الصعید الطیب وضوء المسلم کے ذریعہ کس مسئلہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عمل سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے اس میں آپ نے ایک جنبی کو پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا اور جب پانی ملا تو غسل کا حکم دیا اس میں ائمہ کا اختلاف نیز ان کا استدلال واضح طور پر لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) التیمم علی السبخة کے ذریعہ کیا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

اِس باب میں یہ مسئلہ ہے کہ تیمم طہارت مطلقہ ہے یا طہارتِ ضروریہ؟ طہارتِ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک تیمم سے جب تک حدث پیش نہ آئے ہر عبادت کر سکتے ہیں جیسے وضو طہارتِ مطلقہ ہے اور ایک وضوء سے جب تک حدیث پیش نہ آئے ہر عبادت کر سکتے ہیں اور طہارتِ ضروریہ کا مطلب یہ ہے کہ جس عبادت کے لئے تیمم کیا ہے وہی عبادت کر سکتے ہیں دوسری عبادت نہیں کر سکتے دوسری عبادت کے لئے دوسرا تیمم کرنا ضروری ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم طہارتِ مطلقہ ہے جس طرح وضو طہارتِ مطلقہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طہارتِ ضروریہ ہے، لہٰذا اگر کوئی جنازہ کے لئے تیمم کرے تو اس تیمم سے قرآن نہیں پڑھ سکتے اس کے لئے الگ تیمم کرنا ضروری ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۱۵۲)

(ب):

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متیمم متوضی کی امامت کر سکتا ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متیمم متوضی کی امامت نہیں کر سکتا ہے نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تیمم طہارتِ مطلقہ کاملہ ہے اگر طہارتِ ضروریہ ہوتا تو متیمم کا متوضین کی امامت درست نہ ہوتی۔

(ج):

اس مسئلہ میں اختلاف یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک جب پانی نہ پائے تو تیمم جائز ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ پانی دومیل کی دوری پر ہو اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ ایسی صورت ہو کہ اگر وہ وہاں تک پانی لینے کے لئے جائے تو قافلہ چھوٹ جائے گا یا نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

ائمہ اربعہ کا استدلال حدیث الباب سے اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے عدم وجدانِ ماء کی صورت میں مطلقاً فرمایا: علیك بالصعید پس معلوم ہوا پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرسکتا ہے۔

(و):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قاضی المدینہ جلیل القدر تابعی یحییٰ بن سعید کے قول: لابأس بالصلاۃ علی السبخۃ والتیمم بھا کے ذریعہ ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی مٹی پر تیمم جائز ہے جس میں اُگانے کی صلاحیت ہو غیر منبت مٹی پر تیمم جائز نہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ منبت اور غیر منبت کا فرق نہیں کرتے ان کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو خواہ اس میں اُگانے کی صلاحیت ہو یا نہ ہو اس سے تیمم جائز ہے اور یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی رائے ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۱۵۳)

سوال: ۸۰، صفحہ: ۵۳

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ. وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ. قَالَ أَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهِ. وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ وَحَدِيثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ حَتَّى يُخْرَجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ.

(۱۴۰۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) فخذ کے عورت ہونے وعدمِ عورت ہونے میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے مع دلائل لکھیں۔

(ج) قال ابو عبد اللہ سے من اختلافهم تک عبارت کی تشریح فرما کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رجحان کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیے۔

الجواب:

اس سوال کا پورا جواب سوال نمبر ۱۴۱ میں گزر چکا ہے۔

سوال:۸۱، صفحہ:۵۳

بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ. لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ. لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا.

پھر اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک روایت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ذکر فرمائی ہے روایت یہ ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَاتَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَاتَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا. اس روایت میں تو اہلِ مدینہ کا قبلہ مذکور ہے نہ اہلِ شام نہ اہل مشرق کا اور نہ اہلِ مغرب کا لہٰذا ترجمۃ الباب۔ کے تمام اجزاء کے ثبوت کی کیا تقریر ہوگی واضح طریقہ سے بیان کریں۔

(۱۴۰۹ھ)

الجواب:

ترجمۃ الباب کے تمام اجزاء کا ثبوت اس طور پر ہوگا کہ حدیث مذکور کے اندر شرِّقوا اور غرِّبوا کا مخاطب اہلِ مدینہ اور شام ہیں، کیونکہ مدینہ اور شام سے قبلہ جانبِ جنوب میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واقع ہے اور مدینہ والوں کے لئے جنوب میں قبلہ ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس طور پر کہ یہاں احد المتقابلین کے طور پر شرقوا اور غربوا پر اکتفاء کیا گیا ہے لہٰذا جو ان کے مقابل میں ہوں گے وہ اہلِ مدینہ اور شام والوں کا قبلہ ہے۔

ترجمۃ الباب کے تیسرے جزء والمشرق سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہے اس لئے کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ شام کا قبلہ تو جنوب میں ہے مگر اہلِ مشرق کا قبلہ جانبِ مغرب میں ہوگا نہ کہ جانبِ جنوب میں جو اہلِ مدینہ و اہلِ شام کا قبلہ ہے جب ان کا قبلہ جانبِ مغرب میں ہے تو حدیث سے کوئی جوڑ نہیں ہے اس لئے یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن محققین نے فرمایا یہاں مشرق کا قاف مجرور ہے اور مراد عام اہلِ مشرق نہیں ہے بلکہ خاص لوگ مراد ہیں جو مدینہ سے ٹھیک مشرق یا مغرب میں رہتے ہیں ان کا حکم یہ ہے: لیس فی المشرق ولا فی المغرب قبلۃ لہٰذا جو مدینہ اور شام والوں کا قبلہ ہے وہی اہلِ مشرق خاص یعنی اہلِ بخاریٰ و مرو وغیرہ کا قبلہ ہے اب ترجمۃ الباب کے تینوں اجزاء کا ثبوت ہو گیا۔ (تحفۃ القاری ۲/۲۲۹)

سوال: ۸۲، صفحہ: ۵۸

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ. وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ.

(۴۰۲ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمہ کا مقصد متعین کریں اگر مقصد یہ ہے کہ غیر قبلہ کی طرف سہواً نماز پڑھ لی جائے تو کیا اعادہ کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو بتائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کیسے منطبق ہوگی؟

(ج) پھر یہ بھی تحریر فرمائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے وحی کی موافقت جن تین اُمور میں ہے ان میں تیسرا کیا ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: استقبال قبلہ کی روایات۔ جو لوگ بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کے لئے اعادہ ضروری نہیں سمجھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ظہر کی رکعتوں پر سلام پھیر دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے (جب صحابہ نے غلطی بتلائی) تو آپ ﷺ کعبہ کی طرف پھرے اور باقی نماز پڑھائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پروردگار کی تین باتوں میں موافقت کی: (۱) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے (۲) اور آیتِ حجاب میں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش آپ ﷺ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیتے اس لئے کہ ان سے نیک اور بد سب ہم کلام ہوتے ہیں۔

(ب):

اس باب کے دو جزء ہیں: پہلا جزء باب ماجاء فی القبلة اس کا کوئی خصوصی مقصد نہیں ہے بلکہ یہ عمومی باب ہے اس باب پر استقبالِ قبلہ کے ابواب پورے ہو جائیں گے اس لئے استقبالِ کعبہ کے سلسلے میں جتنی روایات حضرت کی شرط کے موافق ہیں سب کو اس میں جمع کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ناسیا غیر قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک اعادہ واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک عین کعبہ کا استقبال ضروری ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو نماز تحری کر کے پڑھی گئی پھر خطا ظاہر ہوئی تو وقت کے اندر اعادہ واجب ہے اور وقت کے بعد اعادہ مستحب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو نماز تحری کے پڑھی گئی خطاء ظاہر ہونے پر اس کا اعادہ نہ واجب ہے اور نہ مستحب ہے نہ وقت کے اندر اور نہ وقت کے بعد، کیونکہ ان کے نزدیک جہت کعبہ کا استقبال کافی ہے، لیکن جہل، نسیان اور سہو وغیرہ حنفیہ کے نزدیک عذر نہیں ان صورتوں میں بھی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ترجمۃ الباب کے پہلے جزء پر منطبق ہوتی ہے اس لئے کہ روایت میں ہے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى تو جنہوں نے مقام ابراہیم کی تفسیر کعبہ سے کی ہے اس اعتبار سے تو مناسبت ظاہر ہے کہ ترجمہ میں القبلہ کا ذکر ہے اور خانہ کعبہ ہی مسلمانوں کا قبلہ ہے اور جنہوں نے اس کی تفسیر تمام حرم مکہ سے کی ہے تو اس صورت میں مناسبت بایں طور کہ من تبعیض کے لئے ہے مطلب یہ ہوگا کہ تمام حرم مکہ سے بعض کو قبلہ بناؤ اور بعض خانہ کعبہ ہے اس تفسیر کی صورت میں ترجمۃ الباب یوں ہوگا باب ماجاء فی القبلۃ وما یتعلق بہا۔

(ج):

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے وحی کی موافقت کی تیسری بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام ازواج نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ لے کر آپ ﷺ کے پاس جمع ہوئیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ ازواج مطہرات سے ناراض ہو گئے اور ان سے قطع کلامی کر لی، اس واقعہ کی خبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ازواج مطہرات سے کہا تم کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو، آنحضور ﷺ اگر تم کو طلاق دیدیں تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے تم سے اچھی بیویاں مہیا کردیں گے تو سورۃ تحریم کی یہ آیت نازل ہوئی: عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ الخ
(تحفۃ القاری ۲/۲۴۱)

سوال: ۸۳، صفحہ: ۵۹

بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ. وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقصد ترجمہ متعین کریں، روایت باب سے معین کردہ ترجمہ پر استدلال قائم کریں۔

(ج) کیا گھوڑوں کی دوڑ علی الاطلاق جائز ہے۔

(د) گھوڑوں کی تضمیر کا کیا طریقہ ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے کیا کسی قوم یا فرد کی ملکیت برقرار رہتے ہوئے مسجد شرعی کا تحقق ممکن ہے۔

(ہ) حفیاء سے ثنیۃ الوداع کا اور ثنیہ سے مسجد بنی زریق کا فاصلہ کتنا ہے برابر تھا یا کم وبیش تھا یہ فرق کس حکمت پر مبنی تھا۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: کیا فلاں قبیلہ کی مسجد کہنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تضمیر شدہ گھوڑوں کی ریس کرائی حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک اور غیر تضمیر شدہ گھوڑوں کی ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

اس ترجمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد مساجد کو کسی آدمی کی طرف یا کسی قبیلہ یا محلہ کی طرف نسبت کر کے مسجد بلال، مسجد بنو ہاشم، مسجد قبا وغیرہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ پس حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ کہتے تھے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے: إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا مسجدیں اللہ کی ملکیت ہیں پس اللہ کے ساتھ تم کسی کو مت پکارو یعنی مسجد کی کسی کی طرف نسبت مت کرو۔

مگر امام بخاری جواز ثابت کر رہے ہیں، کیونکہ اضافت معمولی تعلق کی وجہ سے بھی ہوتی ہے کبھی بانی کی طرف کبھی متولی کی طرف، کبھی مسجد کے پاس جو قوم آباد ہوتی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں میں صرف اللہ کی بندگی کی جائے ان میں اعمال شرکیہ نہ کئے جائیں پس زیر بحث مسئلہ سے آیت کا کچھ تعلق نہیں اس لئے نسبت کے جواز پر اُمت کا اجماع ہے۔

روایت میں مسجد کی نسبت بنی رزیق کی طرف کی گئی ہے پس ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت ظاہر ہے، کیونکہ ترجمۃ الباب کا مقصد مساجد کی نسبت کسی قوم یا قبیلہ یا آدمی کی طرف کرنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۲۵۲)

(ج):

گھوڑوں کی دوڑ علی الاطلاق جائز نہیں ہے بلکہ دوڑ اگر بغیر عوض ہو تو اس کے جواز پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اور اگر بالعوض ہو تو اس کی چار صورتیں ہیں: (۱) عوض امام یا امیر وغیرہ کی طرف سے ہو مسابقہ میں شریک ہونے والے کی طرف سے نہ ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ انعام صرف سبقت لے جانے والے کے لئے ہو یا دونوں کے لئے ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہے کہ ان کے پاس ایک مرتبہ یمن سے کچھ زیورات آئے تھے تو آپ ﷺ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سبقت لے جانے والے کو تین تین زیورات آئے تھے تو آپ ﷺ نے سبقت لے جانے والے کو تین زیورد یے اور دوسرے کو دو اور تیسرے اور چوتھے کو ایک ایک دینار دیا پھر فرمایا اللہ برکت عطا فرمائے۔

ایک قول امام مالک کا عدمِ جواز کا ہے، لیکن مشہور قول اوّل ہے۔

(۲) یہ مال ایک جانب سے ہو یہ بھی مطلقاً جائز ہے لیکن امام مالک کی ایک روایت کے مطابق جائز نہیں۔

(۳) عوض جانبین سے ہو یہ بالاتفاق حرام ہے کیونکہ ایسا کرنا جوا ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ دو آدمی کے پاس مال ہو اور تیسرے کے پاس مال نہ ہو یہ دونوں آدمی تیسرے سے کہتے ہیں کہ اگر تم ہم پر سبقت لے جاؤ گے تو یہ مال تمہارے لئے ہے اور اگر ہم جیت گئے تو ہم لوگوں کے لئے کوئی چیز نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر جیتنے کا یقین ہے تو عندالاحناف ناجائز ہے ورنہ جائز ہے۔ جمہور جواز کی صورتوں پر استدلال اس روایت سے کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من ادخل فرسا بین فرسین یعنی ھولا یؤمن ان یسبق فلیس بقمار.

(د):

تضمیر کے لغوی معنی ہیں دُبلا کرنا اور تضمیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے گھوڑے کو خوب کھلاتے پلاتے ہیں جب وہ موٹا تازہ ہو جاتا ہے تو اس کو اندھیرے اور گرم کمرے میں رکھتے ہیں اور اس کی خوراک کم کرتے ہیں یہاں تک کہ معمولی خوراک پر لے آتے ہیں جس سے اس کا بدن چھریرا ہو جاتا ہے اور خوب طاقت آجاتی ہے اور اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔

کسی قوم یا فرد کی ملکیت برقرار رہتے ہوئے مسجد شرعی کا تحقق ممکن نہیں بلکہ مسجد شرعی کے تحقق کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں: (۱) وقف کرنا (۲) اذنِ عام اگر یہ دو شرطیں مفقود

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوں تو اس پر مسجد شرعی کا اطلاق نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے صاحب مسجد کو ثواب ملے گا، البتہ نماز ہوجائے گی اور جماعت کا ثواب بھی مل جائے گا۔

(تحفۃ القاری ۲ / ۲۵۳)

(ہ):

حفیاء اور ثنیۃ الوداع کے درمیان چھ میل تقریباً دس کلومیٹر کا فاصلہ ہے ثنیۃ الوداع اور مسجد بنی زریق کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے ان دونوں کے درمیان کم وبیش اس لئے تھا تاکہ تضمیر شدہ اور غیر شدہ گھوڑوں کو پہچانا جاسکے۔

نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تضمیر شدہ گھوڑے زیادہ قوی ہوتے ہیں غیر تضمیر شدہ گھوڑوں سے اس لئے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے۔ (تحفۃ القاری ۲ / ۲۵۳ وایضا فی الحاشیۃ)

سوال: ۸۴، صفحہ: ۷۳

عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ، وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُو لِي الْحَاجَةُ. فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

(۱۴۱۰ھ)

(الف) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بالا پر قریب قریب دو ترجمے دیئے ہیں (۱) باب استقبال الرجل الرجل وهو يصلي دوسرا باب من لا يقطع الصلوة شيئ آپ ان دونوں ترجموں کی مراد معین کرے روایت سے مراد متعین کو ثابت کریں۔

(ب) پھر بتلایئے پہلے ترجمہ میں استقبال الرجل المرأة کا ذکر ہے۔ الا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح دوسرے ترجمہ میں لایقطع الصلوٰۃ شیئ بالکل عام ہے جبکہ روایت ذیل زیادہ سے زیادہ یہ بتلارہی ہے کہ عورت کا سامنے ہونا قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔

(ا) کلب حمار اور مراۃ سے قطعِ صلوٰۃ کے قائلین کی دلیل کیا ہے؟ اگر ان کے پاس نقلی دلیل ہے تو پھر صدیقہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں سے شدید ناگواری کیوں ظاہر فرمارہی ہے۔

الجواب:

(الف):

پہلے ترجمہ کی مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھنا جو مصلی کی طرف منہ کئے ہوئے ہو فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں وہم ہوتا ہے کہ مصلی اس کو سجدہ کررہا ہے اور اس کی طرف توجہ چلی جاتی ہے اور خشوع وخضوع باقی نہیں رہتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کو قائم کرکے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس کا ذہن اس شخص کی طرف نہ جائے کیونکہ روایت باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے کراہت ہے حضور ﷺ کی طرف سے کوئی کراہت معلوم نہیں ہوئی، کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

دوسرے ترجمہ کی مراد یہ ہے کہ عورت نماز کو قطع کرنے والی نہیں ہے یعنی عورت کا مصلی کے سامنے ہونا یا عورت کا سترہ بنانا یا مرور مفسد صلوٰۃ نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپ ﷺ کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی تھی۔

(ب):

روایت میں استقبال الرجل المراۃ کا ذکر ہے جبکہ باب میں استقبال الرجل الرجل کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمہ ہے وجہ یہ ہے کہ عورت اور مرد کا حکم سترہ یا مرور کے سلسلہ میں ایک ہے جب روایت سے ایک کا حکم ثابت ہو گیا تو دوسرے کا حکم خود بخود ثابت ہو جائے گا۔

دوسرے باب میں لایقطع الصلوٰۃ شيئ بالکل عام ہے جب کہ روایت میں صرف عورت کا ذکر ہے وجہ یہ ہے کہ روایت میں صرف ایک ایسی علت کی طرف اشارہ کیا جو عام ہے کیونکہ عورت کے بارے میں کہا گیا: النساء حبائل الشیطان اور یہ شیطانی اثرات کلب اسود اور حمار کے اندر بھی پایا جاتا ہے لہٰذا علت عام ہونے کی وجہ سے باب سے مناسبت ظاہر ہے۔

(ج):

قطع صلوٰۃ کے قائلین یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظواہر کی دلیل: قال رسول اللہ ﷺ اذا صلی الرجل ولیس بین یدیه کآخرة الرحل او کواسطة الرحل قطع صلاته الکلب الاسود والمرأة والحمار۔

حضرت صدیقہ کا ان لوگوں سے شدید ناگواری ظاہر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) عورت کو حمار اور کلب اسود کے ساتھ برائی میں تشبیہ دینا نہ کہ مطلق عدمِ قطع صلوٰۃ کے حکم میں۔

(۲) ہوسکتا ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک صرف حمار اور کلب اسود سے نماز فاسد ہوتی ہو اس لئے مرأۃ کو ان دونوں کے ساتھ بیان کرنے سے ناگواری ظاہر فرمائی۔

سوال: ۸۵، صفحہ: ۷۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مُطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى۔

(۱۴۲۳ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) ظہرین اور عشائین کو جمع کرنے کے سلسلہ میں اختلافِ ائمہ مدلل لکھیں اور بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟
(ج) حنفیہ مذکورہ حدیث کی کیا تاویل کرتے ہیں اور حدیث کے آخر میں جو تاویل مذکور ہے کیا وہ ان کے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں سات اور آٹھ رکعتیں یعنی ظہر وعصر اور مغرب وعشاء ایک ساتھ پڑھیں (یہ لف ونشر مشوش ہے ظہرین میں آٹھ رکعتیں ہیں اور عشائین میں سات)۔
ایوب سختیانی کہتے ہیں میں نے جابر بن زید سے کہا شاید بارانی رات میں یہ عمل کیا ہوگا جابر بن زید نے کہا شاید۔

(ب):

ظہرین اور عشائین کو جمع کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ اس میں دو مذہب ہیں:
(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین حقیقتاً جائز ہے جمع تقدیم بھی جمع تاخیر بھی اعذار کی وجہ سے۔
پھر اعذار کی تفصیل میں ان کے درمیان اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش، سفر اور مرض تینوں عذر میں سے ہیں۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر اور بارش عذر ہیں مرض عذر نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سفر عذر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان کے دلائل:

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ جمع بین الصلوٰۃ فی سفرہ سافرھا فی غزوۃ تبوک فجمع بین الصلوٰتین فی السفر۔ (رواہ مسلم)

(۲) عن عامر بن واصلۃ ان معاذ بن جبل اخبرھم انھم خرجوا مع رسول اللہ ﷺ فی غزوۃ تبوک فکان رسول اللہ ﷺ یجمع بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء فاخر الصلوٰۃ یوما ثم خرج فصلی الظہر والعصر جمیعا ثم دخل ثم خرج فصلی المغرب والعشاء جمیعاً۔ (رواہ ابوداؤد)

(۲) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین حقیقی صرف عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے اس کے علاوہ کہیں بھی جائز نہیں البتہ جمع صوری کی اجازت ہے بایں طور کہ ظہر کی نماز بالکل آخر وقت میں اور عصر کی نماز بالکل شروع وقت میں ادا کی جائے اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ہوں گی صرف صورتاً جمع ہوگی۔

دلائل:

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔

(۲) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ما رأیت النبی ﷺ صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا۔ (المتفق)

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی ﷺ اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلوٰۃ المغرب حتی یجمع بینھما وبین العشاء قال سالم وکان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر یقیم المغرب فیصلیھا ثلاثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء الخ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں احناف کے ساتھ ہیں اس لئے حضرت نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باب باندھا ہے: ''ظہر کو عصر تک مؤخر کرنے کا بیان'' یعنی مجبوری میں ظہر کو عصر تک مؤخر کر کے ایک ساتھ دونوں نمازیں ان کے وقتوں میں پڑھ سکتے ہیں اور اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (درسِ ترمذی)

(ج):

حنفیہ حدیث مذکور کی دو تاویل کرتے ہیں:

(۱) یہ حدیث جمع صوری پر محمول ہے یعنی ظہر کی نماز بالکل آخری وقت میں اور عصر کی نماز بالکل شروع وقت میں اسی طرح مغرب کی نماز کو بالکل آخری وقت میں اور عشاء کی نماز بالکل شروع وقت میں ادا کی جائے اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ہوں گی صرف صورتاً جمع ہوں گی نہ کہ حقیقتاً۔

(۲) یہ حدیث بیانِ جواز پر محمول ہے یعنی شریعت کا منشا تو یہ ہے کہ ہر نماز الگ الگ وقت میں پڑھی جائے تاکہ دنیا کی مشغولیت اللہ سے غافل نہ کرے اور جمع صوری اگرچہ شریعت کے منشا کے خلاف ہے مگر اس کی گنجائش ہے یہ مسئلہ واضح کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا عمل کیا اور اس کی دلیل ترمذی اور ابوداؤد کی روایت کے آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ان لا تحرج امته تاکہ آپ ﷺ کی امت تنگی میں نہ پڑے۔

سوال: ۸۶، صفحہ: ۷۸

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بَابُ إِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ. کے تحت حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ. وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ لَهُ مَالًا اور بَابُ مَنْ تَرَكَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْعَصْرِ کے تحت حدیث بریدۃ رضی اللہ عنہ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کو نقل کیا ہے۔

(۱۴۱۹ھ)

(الف) آپ دونوں ترجمۃ الباب کے فرق کو واضح کریں۔

(ب) حبط عمل کا مطلب بیان کریں اسی طرح وتر اھله ومالہ کے مفہوم کو واضح کریں۔

(ج) قال ابو عبداللہ سے امام بخاری کیا بتانا چاہتے ہیں اس کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف):

دونوں ترجمۃ الباب کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلے باب یعنی باب اثم من فاتته العصر میں غیر اختیاری طور پر نماز چھوڑے جانے کا حکم بیان کیا گیا ہے، مثلاً کسی شخص کو وقت کا خیال نہ رہا اور عصر قضاء ہوگئی یہ فوت ہونا ہے اور دوسرے باب یعنی باب من ترك العصر میں اختیاری طور پر نماز قضاء کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے مثلاً جان بوجھ کر بالقصد عصر کی نماز قضاء کردی ہے تو یہ ترک ہوا ہے۔

(ب):

حبطِ عمل ایک شدید عذاب ہے اور عذاب کفر وشرک کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا یہاں حبطِ عمل سے مراد (۱) اس کا عمل اکارت اور حبط کے قریب پہنچ گیا۔

(۲) اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشگی کے وقت گھٹا دیا جاتا ہے۔

(۳) اس کا عمل فائدہ مند نہیں رہتا ہے یعنی عمل کا نفع باطل ہوجاتا ہے۔

(۴) یہ حدیث زجر وتوبیخ پر محمول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵) یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب ترکِ صلوٰۃ علیٰ سبیل الانکار ہو یا علیٰ سبیل الاستہزاء ہو۔

وتر أهله وماله کا مفہوم: اسلامی حکومت میں جب کوئی آدمی قتل ہوجاتا ہے تو مقتول کے ورثاء کو قصاص و دیت میں سے کوئی ایک ضرور ملتا ہے، خون رائگاں نہیں جاتا پس اگر کوئی شخص مارا جائے اور مقتول کے ورثاء کو قصاص نہ ملے اور دیت بھی نہ ملے تو خون رائگاں گیا یہ جتنا بھاری نقصان ہے نمازِ عصر فوت ہونے کا گویا اتنا ہی بڑا نقصان ہے۔

ترکیب: (۱) وتر فعل مجہول ہے اور یہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور اهله وماله علیٰ سبیل البدلیت مفعول ثانی ہیں اور مفعول اوّل جو نائب فاعل ہے محذوف ہے اور وہ مقتول کا وارث ہے اور فاعل بھی محذوف ہے اور وہ قاتل ہے اس صورت میں وتر بمعنی اصیب (آفت ڈالا گیا) ہوگا یعنی مقتول کے وارث پر آفت ڈالی گئی اس کے مال یعنی دیت کی اور اس کے اہل یعنی مقتول کی نہ دیت ملی اور نہ قصاص۔

(۲) دوسری صورت اهله وماله وتر کا نائب فاعل ہے اور وتر بھی أخذ ہے پس گویا اس کا آدمی یعنی مقتول اور اس کا مال یعنی دیت لے لیا گیا۔

(ترکیب اس لئے کی گئی تاکہ مفہوم زیادہ واضح ہوجائے)۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۲۱۳)

(ج):

قال ابو عبد الله سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد حدیث میں جو وتر لفظ آیا ہے اس کی ترکیب اور طریقِ استعمال بتانا ہے، چنانچہ فرمایا کہ یہ فعل کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ میں "کم" پہلا مفعول اور اعمالکم دوسرا مفعول ہے۔

اور کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسے جب کوئی کسی کا قتل کردے یا اس کا مال لے لے تو کہا جاتا ہے وترت الرجل میں نے فلاں کو ماردیا یا فلاں کا مال لے لیا اس محاورہ میں ایک ہی مفعول ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۲۱۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۸۷، صفحہ: ۹۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

(۱۴۰۴، ۱۴۱۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) پھر بتایئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کو باب وقت المغرب میں ذکر کیا ہے، حالانکہ اس حدیث میں وقت مغرب کا بالکل ذکر نہیں ہے آپ ترجمۃ الباب سے مطابقت کی وجہ ذکر کریں۔

(ج) حضور علیہ ﷺ نے اسی طرح کا عمل کیوں کیا جب کہ قرآن پاک میں اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا اور حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى موجود ہے نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مارأیت النبی ﷺ صلی صلاۃ بغیر میقاتھا الخ دفع تعارض کا جو بہتر توجیہ ہو سکے تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی علیہ ﷺ نے سات رکعتیں ایک ساتھ یعنی مغرب وعشاء اور آٹھ رکعتیں ایک ساتھ یعنی ظہر وعصر پڑھائیں۔

(ب):

مطابقت الحدیث للترجمہ: حدیث میں اگرچہ صراحتاً وقت مغرب کا ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی دلالت التزامی کے طور پر بھی ترجمۃ الباب ثابت کرتے ہیں اور وہ اس طور پر کہ مذکورہ حدیث میں سبعاً جمیعاً کا لفظ آیا ہے اور سبعاً سے مغرب اور عشاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی نماز کی سات رکعات مراد ہیں اور نماز حال ہے اور حال کے لئے محل لازم ہے بغیر محل کے حال کا تصور بے سود ہے لہٰذا التزاماً حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ثابت ہوگئی۔

(ج):

دفعِ تعارض: جولوگ جمع بین الصلاتین جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کو حالتِ عذر پر محمول کرتے ہیں اور جولوگ جمع بین الصلاتین حقیقی ایام حج کے علاوہ کو ناجائز کہتے ہیں وہ جمع بین الصلاتین کی روایات کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں اور یہ جمع صوری رسول ﷺ نے دو وجہ سے کیا ہے:

(۱) بیانِ جمع کے لئے یعنی شریعت کا منشاء تو یہ ہے کہ ہر نماز الگ الگ وقت میں پڑھی جائے تاکہ دنیا کی مشغولیت اللہ سے غافل نہ کرے اور جمع صوری اگرچہ شریعت کے منشاء کے خلاف ہے مگر اس کی بھی گنجائش ہے یہ مسئلہ واضح کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا عمل کیا۔

(۲) اس بات کی تعلیم دینے کے مقصد سے کہ ظہرین اور عشائین کے درمیان وقت مشترک اور وقت مہمل نہیں ایک نماز کا وقت ختم ہوتے ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۲۰۶)

سوال: ۸۸، صفحہ: ۸۲

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

(۱۴۰۶ھ)

(الف) بتلایئے کہ جب روایت میں صراحت کے ساتھ فجر اور عصر کی دونوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نمازوں میں ایک رکعت کے مدرک کو پوری نماز کا مدرک قرار دیا گیا ہے تو احناف نے فجر کے معاملہ میں اس حکم کو کیوں قبول نہیں کیا؟

(ب) کیا احناف نص کے مقابلہ میں قیاس کو جائز کہتے ہیں یا اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی دوسری نص ہے؟

(ج) کیا ادراک کے بھی متعدد معانی ہو سکتے ہیں؟

الجواب:

(الف):

اس جزء کے جواب سے پہلے دو تین باتیں سمجھنی ضروری ہیں، تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

(۱) ائمہ ثلاثہ مذکورہ حدیث کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اگر فجر کی نماز کے دوران سورج نکل آئے یا عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی وہ نماز پڑھتا رہے اس کی نماز صحیح ہے یعنی ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کو فجر اور عصر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث فجر اور عصر کے ساتھ خاص نہیں پانچوں نمازوں کے لئے یہی حکم ہے کیونکہ یہ حدیث فجر اور عصر کی تخصیص کے بغیر بھی آئی ہے: من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك الصلوة. (بخاری)

(۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

(۱) جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پائی اس نے نماز یعنی جماعت پائی۔

(۲) جو شخص کسی نماز کے وقت کے بالکل آخر میں نماز کا اہل بنا مثلاً نابالغ تھا بالغ ہوا، کافر تھا مسلمان ہو گیا، عورت کو حیض یا نفاس آرہا تھا وہ پاک ہو گئی اور اتنا وقت مل گیا جس میں طہارت حاصل کر کے ایک رکعت پڑھ سکے تو اس پر وہ نماز فرض ہو گئی۔

(۳) حدیث کا فجر اور عصر کے ساتھ خاص نہ ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ فجر میں ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رکعت کی تخصیص ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر معقول نظر آتی ہے، کیونکہ فجر کی دو ہی رکعتیں ہیں مگر عصر کی چار رکعتیں ہیں اس میں ایک رکعت کی تخصیص ائمہ ثلاثہ کی تفسیر پر غیر معقول ہے غروب سے پہلے خواہ ایک رکعت پائے یا دو یا تین رکعت پائے سب کا حکم ایک ہے۔

اور احناف نے جو مطلب بیان کیا وہ نہایت معقول ہے کیونکہ ہر نماز درحقیقت ایک رکعت ہے باقی رکعتیں اس کے ساتھ ملحق ہیں للہٰذا جب کسی نے ایک رکعت کے بقدر وقت پالیا تو نماز اس پر فرض ہوگئی اور ایک رکعت پانے والا جماعت پانے والا بھی ہوگا۔

حدیث میں فجر اور عصر کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہی دو وقت ایسے ہیں جن میں محسوس طور پر وقت نکلتا ہوا نظر آتا ہے ورنہ یہ حدیث عام ہے پانچوں نمازوں کا یہی حکم ہے۔

الغرض! احناف کے نزدیک حدیث کے یہی دو مطلب ہو سکتے ہیں اور فجر الیوم اور عصر الیوم کے مسئلہ سے اس حدیث کا کچھ تعلق نہیں وہ مسئلہ اجتہادی ہے پھر اجتہادی ہونے کے باوجود فجر اور عصر میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر فجر کی نماز میں سورج نکل آئے تو فرض باطل ہوگیا کیونکہ نماز شروع کرنے سے پہلے جو متصل وقت ہے وہ وجوب اداء کا سبب ہے اور وہ وقت کامل ہے پس نماز کامل فرض ہوئی اس لئے کامل ہی پوری کرنی ضروری ہے پھر جب نماز کے دوران سورج نکل آیا تو جیسی واجب ہوئی تھی ویسی پوری نہیں کی بلکہ ناقص پوری کی اس لئے فرض باطل ہوگا اس کا اعادہ ضروری ہے اور عصر کی نماز میں سورج غروب ہوجائے تو عصر صحیح ہے کیونکہ یہاں وجوب اداء کا جو سبب ہے وہ ناقص ہے یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے جو متصل جزء ہے وہ ناقص ہے پس نماز ناقص فرض ہوئی اور ناقص پوری کی اس لئے نماز ہوگئی۔ (تحفۃ القاری ۲/۴۳۸)

(ب):

اس سلسلہ میں انکے پاس دوسری نص موجود ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال شهد عندي رجال مرضيون وارضاهم عندي عمر ان النبي ﷺ نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس وبعد العصر حتى تغرب. (رواہ البخاری)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

ادراک کے معانی: (۱) نماز کے وقت کو پانے والا (۲) جماعت کو پانے والا (۳) رکعت پانے والا (۴) نماز پانے والا (۵) نماز کے وقت ناقص کو پانے والا (۶) نماز کے کامل وقت کو پانے والا۔

سوال: ۸۹، صفحہ: ۸۵

كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادَى لَهَا. فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذٰلِكَ.....فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ.....قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الاقامة.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اذان کی تاریخ لکھیں اور بتائیں کہ فجر کی اذان میں اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کب بڑھا اور کیوں بڑھا؟

(ج) کلماتِ اقامت میں اختلافِ ائمہ مدلل لکھیں نیز حدیث امر بلال الخ کا کیا مطلب ہے تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جب مسلمان مدینہ منورہ میں آئے تو وہ مسجد نبوی میں نماز کے لئے جمع ہوا کرتے تھے، پس وہ نماز کے وقت کا اندازہ کیا کرتے تھے۔ پس صحابہ نے ایک دن اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سلسلہ میں مشورہ کیا۔۔۔۔۔بس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں بھیجتے تم کسی کو جو نماز کے لئے پکارا کرے، بس رسول ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہوؤ اور نماز کے لئے پکارو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان دوہری کہیں اور اقامت اکہری۔ علاوہ قد قامت الصلوٰۃ کے۔

(ب):

اذان کی تاریخ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو آیتیں لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کی ابتداء مدینہ طیبہ میں ہوئی اور نماز کی اطلاع دینے کی غرض سے ہوئی۔ مسجد نبوی مدینہ طیبہ کے باہر قبرستان کے قریب تھی اور اس کے آس پاس کوئی محلہ نہیں تھا تمام مسلمان نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آتے تھے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں اور کوئی مسجد نہیں تھی لوگ نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے آتے تھے بس کوئی جلدی آجاتا تو اسے انتظار کرنا پڑتا اور کوئی دیر سے آتا تو جماعت نکل جاتی، چنانچہ سن ایک ہجری میں حضرات صحابہ حضور علیہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور یہ مسئلہ زیر غور آیا ہے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے سب لوگ بروقت مسجد پہنچ جائیں اور کوئی جماعت سے محروم نہ رہے کسی نے مشورہ دیا کہ نمازوں کے اوقات میں نرسنگا بجایا جائے اور کسی نے ناقوس بجانے کی اور کسی نے آگ جلانے کی بلند جگہ میں، مگر یہ رائیں یہود، نصاریٰ اور مجوسیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے پسند نہیں کی گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز رکھی کہ وقت ہونے پر کوئی آدمی بھیج دیا جائے جو گھوم کر الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کرے آپ علیہ ﷺ نے یہ تجویز پسند فرمائی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس پر مامور کیا پھر اس پر عمل ہوا یا نہیں؟ روایات دونوں طرح کی ہیں مگر اس معاملہ میں نبی علیہ ﷺ کی غیر معمولی فکرمندی نے بہت سے صحابہ کو فکرمند کر دیا تھا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان سے متعلق خواب دیکھا مگر کسی وجہ سے آنحضور علیہ ﷺ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا عمر کے علاوہ بھی متعدد صحابہ نے خواب دیکھا، مگر انہوں نے بھی تذکرہ نہیں کیا، بیس دن کے بعد انصاری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابی عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ان کے سامنے ناقوس لے کر گزر رہا ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اللہ کے بندے ناقوس بیچتا ہے؟ اس نے کہا تم کیا کرو گے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کو بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کریں گے اس نے کہا میں تم کو اس سے بہتر طریقہ نہ بتاؤں؟ عبداللہ نے کہا بتاؤ، چنانچہ وہ قریب میں ایک ٹیلہ پر چڑھا اور وہاں سے اذان دی پھر تھوڑے وقفہ کے بعد اس نے کہا جب نماز شروع کرنی ہو تو اس طرح اقامت کہو اس کے بعد آنکھ کھل گئی عبداللہ اسی وقت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ تہجد کا وقت تھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ خواب دیکھا ہے آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ خواب ان شاء اللہ سچا اور من جانب اللہ ہے جس زمانہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا تھا وہ بیمار تھے، نیز ان کی آواز بھی پست تھی اس لئے نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ جب فجر کا وقت ہو تو بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور کلماتِ اذان بتلاؤ تا کہ وہ بلند آواز سے پکاریں، کیونکہ ان کی آواز بلند اور خوبصورت ہے، جب نمازِ فجر کا وقت ہوا تو آنحضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینی شروع کی رات کے سناٹے میں اور پہاڑوں کے جھرمٹ میں جب صوتِ بلالی گونجی تو عجیب سماں بندھ گیا اور حضرت عمر پر وجد طاری ہو گیا وہ چادر گھسیٹتے ہوئے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا عبداللہ نے دیکھا آپ ﷺ نے اللہ کی حمد کی اور پوچھا تم نے اس وقت جب عبداللہ نے خواب بیان کیا تھا اپنے خواب کا تذکرہ کیوں نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ عبداللہ نے یہ فضیلت حاصل کر لی اس لئے مجھے اس وقت تذکرہ کرتے ہوئے شرم آئی اور نمازِ فجر کے بعد اور بھی صحابہ نے ایسے ہی خواب بیان کئے نبی ﷺ نے فرمایا: انی لاری رؤیا کم تو اطئت علی ھذہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب اس پر متفق ہیں اس دن سے اذان کا نظام قائم ہو گیا جو آج تک اسلام اور مسلمانوں کا شعار ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الصلاۃ خیر من النوم یہ کلمات شروع میں اذانِ فجر میں نہیں تھے ان کی مشروعیت اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لئے گئے آپ ﷺ سو رہے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ کہا: الصلاۃ خیر من النوم یا رسول اللہ آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا ما احسن ھٰذا یا بلال اجعلہ فی اذانك. بلال یہ کیسے اچھے کلمات ہیں ان کو اپنی اذان میں شامل کر لیں، چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ کلمات اذان میں بطورِ تثویب کہنے لگے۔ (تحفۃ القاری ۲/۲۶۵)

(ج) کلماتِ اقامت میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

اس میں تین مذہب ہیں:

(۱) امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اقامت گیارہ کلمات پر مشتمل ہے۔ جن میں شہادتین اور حیعلتین صرف ایک بار ہے اور قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ ہے۔

دلیل: عن انس قال امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ الا الاقامۃ.

(۲) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقامت میں دس کلمات ہیں کیونکہ وہ قد قامت الصلوٰۃ کو بھی ایک بار کہنے کے قائل ہیں۔

دلیل: عن انس قال امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ الا الاقامۃ.

اس حدیث میں جو الا الاقامۃ ہے وہ راوی کا مدرج ہے حدیث کا جزء نہیں۔

(۳) حنفیہ کے نزدیک اقامت کے کل سترہ کلمات ہیں۔

دلیل: عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ قال کان اذان رسول اللہ ﷺ شفعا شفعا فی الاذان والاقامۃ.

(۲) عن ابی محذورۃ رضی اللہ عنہ قال علمنی رسول اللہ ﷺ الاقامۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سبع عشرۃ کلمۃ. (درسِ ترمذی۔تحفۃ القاری ۲/۴۶۹)

امرِ بلال کا مطلب: جب عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب آپ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے عبداللہ کو حکم دیا کہ جب فجر کا وقت ہو تو بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور کلماتِ اذان بتلاؤ تا کہ وہ بلند آواز سے پکاریں، کیونکہ ان کی آواز بلند اور خوبصورت ہے اس کو راوی حدیث انس رضی اللہ عنہ نے امر بلال کے الفاظ سے تعبیر کیا، کیونکہ یہاں سراسر امر حضرت بلال کو نہیں بلکہ عبداللہ کو تھا اس لئے صیغہ مجہول سے تعبیر کیا ہے۔

سوال: ۹۰، صفحہ: ۸۷

بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ.

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ.

(۱۴۳۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مغرب سے پہلے سنتیں ہیں یا نہیں احادیث مذکورہ سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) اذان و اقامت میں کتنا وقفہ ہونا چاہئے اور خاص مغرب کا کیا حکم ہے؟

(د) نیز پہلی حدیث میں لمن شاء کیوں بڑھایا ہے بوضاحت لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اذان واقامت کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے، حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ جو نماز پڑھنا چاہے یعنی تیسری مرتبہ میں یہ اضافہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں جب مؤذن اذان کہتا تھا مغرب کی نماز کی تو صحابہ ستونوں کی طرف لپکتے تھے اور مغرب سے پہلے جلدی جلدی دو نفلیں پڑھتے تھے اور اذان پوری ہونے پر نبی ﷺ حجرے سے نکلتے، غندر کہتے ہیں مغرب کی اذان واقامت کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں ہوتا تھا اور عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے بھی شعبہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا اذان واقامت کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہوتا تھا۔

(ب):

امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مغرب سے پہلے دو نفلیں نہیں ہیں، اور امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ جواز کے قائل ہیں اور ایک قول امام شافعی کا استحباب کا بھی ہے۔

احادیثِ مذکورہ سے اگرچہ زیادہ سے زیادہ اِباحت ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضور ﷺ سے ممانعت ثابت نہیں ہے۔ البتہ چونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے خلفاء راشدین نے اور اکابرِ صحابہ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں نیز مغرب سے پہلے نفل نماز میں مشغول ہونے کی صورت میں منشاء شریعت جو تعجیل صلاۃ یعنی مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنا ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اس لئے مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھنا چاہئے البتہ اگر کسی کو مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا وقت مل جائے تو نفل پڑھ سکتا ہے مثلاً رمضان میں اذان کے دس منٹ بعد نماز کھڑی ہوتی ہے پس اگر کوئی کھجور سے افطار کرکے نفلیں پڑھے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پڑھے لیکن اگر سنت سمجھا جائے اور سال بھر دس منٹ کے بعد مغرب کی نماز کھڑی کیجائے تو یہ خلافِ سنت ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۴۸۷)

:(ج)

مغرب کی نماز اذان کے بعد جلدی پڑھ لینی چاہئے کیونکہ مغرب میں تعجیل مطلوب ہے اور اگر فصل رکھا جائے تو تھوڑا ہونا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی اذان کے بعد اتنی جلدی نماز شروع کردیتے تھے کہ صحابہ بہ اطمینان دوگانہ بھی نہیں پڑھ پاتے۔

اور مغرب کے علاوہ نمازوں میں جتنا چاہیں فصل رکھیں مگر دو باتیں خیال رکھنی چاہئیں: (۱) اذان واقامت کے درمیان اتنا فصل ضرور ہونا چاہئے کہ کھانے والا کھا کر اور پینے والا پی کر اور جو قضاء حاجت کے لئے گیا ہے وہ فارغ ہو کر وضو کر کے مسجد میں آجائے نبی ﷺ کا ارشاد ہے اجعل بین اذانك واقامتك قدر مايفرغ الآكل من اكله والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته.

اذان واقامت کے درمیان اتنا زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے کہ اذان بے معنی ہو جائے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۴۸۷)

:(د)

لمن شاء کی وجہ: راوی حدیث عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ نے خود لمن شاء کی قید کی وجہ کتاب التہجد میں بیان فرمائی کہ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ میں لمن شاء اس لئے بڑھایا کہ لوگ اس کو سنت نہ بنالیں کراهية ان يتخذها الناس سنة اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس نماز کو سنت بنالیں۔

سوال: ۹۱، صفحہ: ۸۹

بَابُ وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

(۱۴۳۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مطلب لکھیں۔

(ب) جماعت کے وجوب کے قائل کون ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟ جمہور کی کیا رائے؟ اُن کے دلائل کیا ہیں اور امام بخاری کس طرف گئے ہیں؟

(ج) پختہ عزم کے باوجود بھی نبی ﷺ نے اپنے ارادے کو عملی جامہ کیوں نہیں پہنایا سوچ کر جواب لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جماعت سے نماز پڑھنے کا وجوب۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو اس کی ماں بربناء شفقت عشاء کی نماز کے لئے مسجد جانے سے روکے تو ماں کی اطاعت ضروری نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے بالیقین ارادہ کیا تھا کہ میں سوختہ کے بارے میں حکم دوں کہ وہ جمع کیا جائے پھر نماز کا حکم دوں پس اس کے لئے اذان کہی جائے پھر میں ایک شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ایسے لوگوں کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرف جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوئے) پس میں ان پر ان کے گھروں کو جلادوں اور اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے ایک جان لے کہ وہ گوشت سے بھری ہوئی ایک ہڈی یا دو اچھے کھر پائے گا تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئے۔

مطلب: آنحضور ﷺ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو ان کے گھروں سمیت جلانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ پھر آپ ﷺ کو عورتوں اور بچوں کا خیال آیا جب گھروں میں بند کر کے متخلفین کو جلائیں گے تو عورتیں اور بچے بھی جل جائیں گے جبکہ ان کا کوئی قصور نہیں اس لئے آپ ﷺ نے ارادہ ملتوی کر دیا، مسند احمد کی روایت میں اس کی صراحت ہے اور اگر عورتوں اور بچوں کو گھر سے نکلنے کا موقع دیا جائے تو متخلفین بھی نکل جائیں گے، بیوی کا برقع پہن کر نکل جائیں گے۔

(ب):

(۱) امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین بھی ہے اور صحتِ صلوٰۃ کے لئے شرط بھی ہے اور غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

دلائل: (۱) هٰذا الحديث الذى فى الباب.

(۲) سئل ابن عباس عن رجل يصوم النهار ويقوم الليل لايشهد جمعة ولا جماعة فقال هو فى النار.

وجہِ استدلال: اس قدر سخت سزا اور وعید فرائض کے تارک ہی کو دی جاسکتی ہے سنت و مستحب کے تارک کو نہیں دی جاسکتی معلوم ہوا جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے۔

(۳) قال الحسن ان منعته امه عن العشاء فى الجماعة شفقة لم يطعها.

وجہِ استدلال: والدین کی اطاعت ضروری ہے مگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی ضروری ہے کیونکہ لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق لهٰذا ماں کی بات مانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ضروری نہیں اس بارے میں، پس ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے۔

(۲) امام شافعی کے دو قول ہیں: (۱) جماعت فرض کفایہ (۲) سنتِ مؤکدہ۔

اور مالکیہ کے یہاں بھی مختار قول سنتِ مؤکدہ کا ہے۔

اور حنفیہ کے یہاں بھی مفتیٰ بہ قول سنتِ مؤکدہ کا ہے اگرچہ علامہ ابن ہمام کے نزدیک جماعت واجب ہے۔

جمہور کے دلائل مذکورہ احادیث ہیں البتہ انہوں نے ان احادیث کو تاکید پر محمول کیا ہے یعنی ان احادیث سے جماعت کی تاکید تو نکلتی ہے لیکن فرضیت یا وجوب نہیں ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اگر جماعت کھڑی ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کو جلانے کے لئے جائیں گے پس آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خدام جماعت سے متخلف ہوں گے اور یہ بات کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خدام دوسری جماعت کرلیں گے متخلفین کے حق میں بھی متحقق ہے الغرض اس حدیث سے جماعت کی تاکید تو نکلتی ہے مگر اس کا فرض یا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے جمہور جماعت کے سنتِ مؤکدہ کے قائل ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرضِ عین ہے مگر نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۰۶)

:(ج)

آنحضور ﷺ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو ان کے گھروں سمیت جلانے کا ارادہ فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ کو عورتوں اور بچوں کا خیال آیا جب گھروں کو بند کرکے متخلفین کو جلائیں گے تو عورتیں اور بچے بھی جل جائیں گے جبکہ ان کا کوئی قصور نہیں اس لئے آپ ﷺ نے ارادہ ملتوی کردیا مسند احمد میں اس کی صراحت ہے اور اگر عورتوں اور بچوں کو گھر سے نکلنے کا موقع دیا جائے گا تو متخلفین بھی نکل جائیں گے بیوی کا برقع پہن کر نکل جائیں گے۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۰۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۹۲، صفحہ: ۹۸

بَابُ إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا. عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مَعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ.

(۱۴۱۷ھ)

(الف) مقصدِ ترجمہ متعین کریں، روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقصد کو ثابت کریں۔

(ب) مسئلہ میں مذہبِ ائمہ بیان کرنے کے بعد حنفیہ کی جانب سے اس کا جواب لکھیں۔

الجواب:

(الف):

مقصدِ ترجمہ: اگر کسی شخص نے نماز پہلے پڑھ لی اب اگر دوسری جگہ وہاں کے لوگوں کی امامت شروع کرے تو اس کا یہ عمل درست ہے یا نہیں یعنی اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے یا نہیں۔

روایت سے امام بخاری کا مقصد اقتداء المفترض خلف المتنفل کے جواز کو ثابت کرنا ہے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب مبہم رکھا ہے شارحین فرماتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں ان کی عادت یہی رہی ہے لہٰذا اذا کا جواب محذوف ہوگا باب اذا صلّی ثم ام قوما فیصح اور حدیث میں بھی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھ کر اپنے محلہ کی مسجد میں عشاء پڑھاتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ نفل کی نیت سے عشاء پڑھاتے ہوں گے اس لئے کہ وہ فرض پڑھ چکے ہیں اور مقتدی فرض پڑھ رہے ہیں وہ فرض کی نیت سے اقتداء کریں گے معلوم ہوا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء درست ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

امام شافعی اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔

دلائل: (۱) عن جابر رضی الله عنه قال کان معاذ يصلی مع النبی ﷺ ثم يأتی قومه فيصلی بهم.

وجہِ استدلال: ظاہر ہے کہ حضرت معاذ نفل کی نیت سے عشاء پڑھاتے ہوں گے اس لئے کہ وہ فرض پڑھ چکے ہیں اور مقتدی فرض پڑھ رہے ہیں وہ فرض کی نیت سے اقتداء کریں گے معلوم ہوا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء درست ہے۔

(۲) حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ان کی قوم نے ان کو امام بنایا تھا درانحالیکہ وہ نابالغ تھے اور بچہ احکام کا مکلف نہیں ہوتا پس وہ جو بھی نماز پڑھے گا وہ نفل ہوگی اور مقتدی فرض پڑھ رہے ہیں معلوم ہوا متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء درست ہے۔

(۲) اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہیں ہے۔

دلائل: (۱) قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه.

وجہِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی پر امام کا اتباع من کل وجہٍ ضروری ہے جس پر لفظ فلا تختلفوا دلالت کر رہی ہے اب اگر امام متنفل اور مقتدی مفترض ہو تو اگرچہ نفسِ صلوٰۃ میں اتباع ہوا لیکن صفتِ صلاۃ میں مخالفت لازم آئے گی جو فلا تختلفوا علیه کے تقاضے کے بالکل خلاف ہے۔

(۲) قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن.

وجہِ استدلال: یعنی امام مقتدی کی نماز کا ضامن ہے اور قاعدہ ہے ضامن متضمن سے اقویٰ ہوتا ہے پس اگر اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہو تو ادنیٰ کا اقویٰ کو ضمن میں لینا لازم آئے گا جو کہ قاعدہ کے خلاف ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۴۷۵۔ درسِ ترمذی)

حدیثِ جابر کا جواب: (۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے مغرب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں جا کر عشاء پڑھاتے تھے یہ حدیث ترمذی میں ہے اور اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے اور دور اول میں مغرب کو عشاء اولیٰ کہتے تھے پھر راویوں نے لفظ اولیٰ چھوڑ دیا صرف عشاء کہہ دیا تو مسئلہ کھڑا ہو گیا۔

(۲) شروع اسلام میں فرض نماز دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پیچھے بھی فرض پڑھتے تھے اور قوم کو بھی فرض پڑھاتے تھے پھر بعد میں فرض کی تکرار کا جواز منسوخ ہو گیا تو یہ حدیث بھی منسوخ ہو گئی۔

(۳) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل نبی ﷺ کے علم میں نہیں آیا پھر جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو اس پر برقرار نہیں رکھا بلکہ حکم دیا کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو اور امامت چھوڑ دو یا امامت کرو اور نماز ہلکی پڑھاؤ یہ بات مجمع الزوائد میں ہے اگر آپ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے عمل پر برقرار رکھتے تو استدلال درست ہوتا مگر جب آپ ﷺ نے برقرار نہیں رکھا تو استدلال درست نہیں۔

دوسری دلیل کا جواب: دوسری دلیل کا بھی یہی جواب ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام نہیں بنایا بلکہ ان کے قبیلہ کو یہ حکم دیا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کرے، قوم نے دیکھا کہ سب سے زیادہ قرآن اس بچہ کو یاد ہے کیونکہ وہ آنے جانے والے قافلوں سے سن کر قرآن یاد کیا کرتا تھا اس لئے قبیلہ والوں نے اس کو امام بنایا اس بچہ کا امام ہونا حضور ﷺ کے علم میں نہیں آیا جب آپ ﷺ کے علم میں یہ بات نہیں آئی بلکہ یہ صحابہ کا عمل تھا جس کو تقریر نبوی حاصل نہیں ہوئی اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/۴۷۵)

سوال: ۹۳، صفحہ: ۱۰۰

بَابُ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ. وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ. فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(۲) نماز باجماعت کی صف میں کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ کیا ہے، کچھ لوگ پیروں کی اُنگلیاں دوسرے کی اُنگلیوں سے ملاتے ہیں اور اس باب کے آثار سے استدلال کرتے ہیں کیا ان کا یہ استدلال درست ہے بوضاحت لکھیں۔

(ج) باب کا مقصد بیان کریں، اس باب میں ایک حدیث اور دو آثار ہیں، اُن کی وضاحت کریں حدیث شریف اور حضرت انس کے اثر میں کیا مناسبت ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: صف بندی میں مونڈھے کو مونڈھے سے اور پیر کو پیر سے چپکانا حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ایک اپنے ٹخنے اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو، کیونکہ میں تمہیں پیٹھ پیچھے دیکھتا ہوں اور انس فرماتے ہیں ہم میں سے ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور اپنا پیر اس کے پیر سے ملاتا تھا۔

(ب) صف میں کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ:

آنحضور ﷺ نے حضرات صحابہ کو صف بندی کا یہ طریقہ بتلایا تھا کہ کندھے سے کندھا اچھی طرح لگایا جائے اور قدم سے قدم ملا کر دیکھا جائے یعنی لوگ اس طرح کھڑے ہوں کہ اگر ایک جانب سے ٹخنوں میں سوئی داخل کی جائے تو سب ٹخنوں میں ہو کر گزر جائے یعنی تمام لوگوں کے ٹخنے ایک سیدھ میں آجائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کچھ لوگ یعنی غیر مقلدین پیروں کی انگلیاں دوسرے کی انگلیوں سے ملاتے ہیں اور اس باب کے آثار سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال غلط ہے، کیونکہ حدیث میں قدم سے قدم ملانے کا ذکر ہے اور قدم ایڑی سے انگلیوں تک ہے نہ کہ صرف انگلیاں ہے۔

نیز وہ لوگ کہتے ہیں اس حدیث میں نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں فی الصف کی قید لگا کر اشارہ کیا ہے کہ یہ صف بندی کا طریقہ ہے قیام میں کھڑے ہونے کا طریقہ نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: المراد بذالك المبالغة فی تعدیل الصف و سد خلله یعنی حدیث کی مراد صف صحیح کرنے میں مبالغہ کرنا ہے اور صف کے خلل کو بند کرنا ہے۔ (تحفۃ القاری ۲/ ۵۸۵)

(ج):

اس باب کا مقصد نماز با جماعت میں صف بندی کا طریقہ بتانا ہے چنانچہ نماز با جماعت میں صف بندی کا طریقہ یہ ہے کہ مونڈھے کو مونڈھے سے اور پیر کو پیر سے ملایا جائے۔

حدیث کی وضاحت: نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو، کیونکہ میں تمہیں پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اس حدیث میں صف کو سیدھی کرنے کی اہمیت بیان کی گئی، نیز دوسرے ایک حدیث میں بھی ہے لتسوّن صفوفکم اولیخالفن الله بین قلوبکم یعنی یا تو تم صف سیدھی کروگے یا تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ عداوت پیدا کردے گا۔

(۲) اثر انس رضی اللہ عنہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث مرفوع کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور اپنا پیر اس کے پیر سے ملاتا تھا۔

صحابہ کا قدم قدم سے ملانا حدیث نہیں ہے، کیونکہ حدیث رسول علیہ السلام کے قول و فعل اور تقریر کو کہتے ہیں بلکہ یہ از قبیل آثار صحابہ ہے۔

حدیث اور اثر انس کے درمیان مناسبت: ظاہر ہے کہ مذکورہ حدیث مرفوع کے بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحابہ کا یہ عمل اس ارشادِ نبوی کی تعمیل ہی میں ہوسکتا ہے پس دونوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

(۳) اثر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ایک اپنے ٹخنے اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا یعنی صحابہ صف میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ تمام ٹخنے ایک سیدھ میں آجاتے تھے، یہ صحابہ کا صف بندی کا طریقہ تھا۔ (تحفۃ القاری ۲/۵۸۵)

سوال: ۹۴، صفحہ: ۱۲۳

بَابُ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلَى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ، فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ. وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي الخ.

(۱۴۲۹، ۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کریں۔

(ج) جمعہ کے لئے کتنے دور سے اور کن لوگوں کے لئے آنا واجب ہے امام بخاری آیت قرآنی، قول عطاء اور فعل انس اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہما سے کیا ثابت کر رہے ہیں۔

(د) اس باب میں ائمہ کے مذاہب خاص طور سے احناف کا ظاہر مذہب کیا ہے اس کو بیان کریں۔

(ہ) جمعہ فی القریٰ میں کیا اختلاف ہے مذاہب ائمہ مدلل لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: کتنی دُور سے جمعہ کے لئے آنا ضروری ہے؟ اور جمعہ کس پر واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل دو۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں جب تو قریہ جامعہ میں ہو پس جمعہ کی اذان ہوئی تو تجھ پر جمعہ کے لئے آنا فرض ہے خواہ تو نے اذان سنی ہے یا نہیں سنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر زاویہ نامی جگہ میں رہتے تھے پھر کبھی جمعہ پڑھنے کے لئے بصرہ میں آتے تھے اور کبھی جمعہ پڑھنے کے لئے نہیں آتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگ اپنے گھروں اور عوالی سے باہر باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس ترجمہ سے اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ جامع مسجد کی اذان جس بستی تک سنائی دیتی ہے وہاں تک کے لوگوں پر جمعہ کے لئے آنا فرض ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حکم نہیں لگایا، بلکہ لفظ استفہام این کے ذریعہ سے ذکر کیا، لیکن باب کے تحت جو آیت اور حدیث لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے۔

(ج):

جمعہ کے لئے کتنی دُور سے اور کن لوگوں کے لئے آنا واجب ہے اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیتِ قرآنی سے یہ بات ثابت کی ہے: الجمعة على من سمع النداء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استدلال اس طرح ہے کہ جس نے جمعہ کی اذان سنی اگر اس پر جمعہ کے لئے آنا ضروری نہ ہو تو اذان دینے سے کیا فائدہ معلوم ہوا کہ اذان کی آواز جہاں تک پہنچے وہاں تک کے لوگوں پر جمعہ کے لئے آنا ضروری ہے۔

(۲) حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قریہ جامعہ (بڑے شہر) کے باشندوں پر جمعہ کے لئے آنا فرض ہے خواہ اذان سنیں یا نہ سنیں یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر زاویہ نامی جگہ میں رہتے تھے ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ایک میل پونے دو کلومیٹر کا ہوتا ہے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھر بصرہ سے تقریباً آٹھ کلومیٹر دور تھا آٹھ کلومیٹر تک اذان کی آواز نہیں پہنچ سکتی اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کبھی بصرہ میں جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے اور کبھی نہیں آتے تھے معلوم ہوا کہ جہاں تک اذان کی آواز نہ پہنچے ان لوگوں پر جمعہ فرض نہیں۔

(۴) صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں قبا اور عوالی کے سب باشندے ہر جمعہ مدینہ نہیں آتے تھے بلکہ باری باری آتے تھے، ایک گھر میں دو آدمی ہوں تو ایک، ایک ہفتہ آتا اور دوسرا، دوسرے ہفتے، کیونکہ مسجد نبوی کی اذان قبا اور عوالی کے گاؤں تک نہیں پہنچتی تھی معلوم ہوا جمعہ ان لوگوں پر واجب ہے جو اذان سنیں۔ (تحفۃ القاری ۳/ ۲۲۳)

:(د)

جمعہ کے لئے کتنی دُور سے آنا واجب ہے اور کن لوگوں پر واجب ہے اس مسئلہ میں اختلاف یہ ہے کہ:

(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جامع مسجد کی اذان جس بستی تک سنائی دیتی ہے وہاں تک کے لوگوں پر جمعہ کے لئے آنا فرض ہے اس قول کی تعبیر ہے: الجمعة علی من سمع النداء۔

دلیل: (۱) إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) کان انس رضی اللہ عنہ فی قصرہ احیاناً یجمع واحیانا لایجمع وھو بالزاویۃ علی فرسخین۔

(۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی الخ۔

وجہ استدلال اوپر گزرا ہے۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو بستی سے اتنی دور ہے کہ شہر میں جمعہ پڑھ کر پیدل سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ جائے اس بستی کے لوگوں پر جمعہ کے لئے شہر آنا ضروری ہے اس کی تعبیر ہے الجمعۃ علی من اواہ اللیل الی اہلہ۔

دلیل: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الجمعۃ علی من اواہ اللیل الی أھلہ۔

(۳) اور احناف کے نزدیک ظاہر مذہب، جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں یا فناء شہر میں رہتا ہے فناء سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی شرکت واجب نہیں۔

دلیل: (۱) عن علی رضی اللہ عنہ قال لاجمعۃ ولاتشریق الا فی مصر جامع۔

(۲) کسی نے حضرت عطاء سے قریہ جامعہ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور المجتمعۃ الاخذۃ بعضھا ببعضہ مثل جدّۃ یعنی ایسی بستی جس میں چار باتیں پائی جاتی ہوں وہ قریہ جامعہ ہے (۱) وہاں بہت لوگ بستے ہوں (۲) وہاں امیر ہو (۳) قاضی ہو (۴) اور اکٹھا مکانات ہوں۔

اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ محل اقامت جمعہ میں رہنے والوں پر جمعہ فرض ہے۔

:(ہ)

جمعہ فی القریٰ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک جمعہ کے لئے مصر شرط نہیں بلکہ گاؤں میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل: (۱) قوله تعالیٰ: اِذَانُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ۔

وجہ استدلال: فاسعوا عام ہے اس میں مصر اور غیر مصر کی کوئی تفصیل نہیں۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اوّل جمعۃ جمعت فی الاسلام بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ ﷺ بالمدینۃ لجمعۃ جمعت بجواثی قریۃ من قری البحرین قال عثمان شیخ ابی داؤد قری من قری عبد القیس۔

وجہ استدلال: اس میں جواثی کو قریہ قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ قریہ میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔

(۲) اور حنفیہ کے نزدیک صحت جمعہ کے لئے مصر یا قریہ کبیرہ شرط ہے اور دیہات وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں۔

دلائل: صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر وقوفِ عرفات جمعہ کے دن ہوا تھا پھر اس پر بھی تمام روایات متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس روز عرفات میں جمعہ ادا نہیں فرمایا بلکہ ظہر کی نماز پڑھی اس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتی کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔

(۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی الخ

وجہ استدلال: اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ عوالی باریاں مقرر کر کے جمعہ میں شریک ہونے کے لئے مدینہ طیبہ آیا کرتے تھے، اگر چھوٹی بستیوں میں جمعہ جائز ہوتا تو ان کو باریاں مقرر کر کے جمعہ کے لئے آنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ عوالی میں جمعہ قائم کر سکتے تھے۔

(۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال لا جمعۃ ولا تشریق إلا فی مصر جامع۔

(تحفۃ القاری ۳/۲۲۲۔ تحفۃ الالمعی ۲/۲۶۶۔ درس ترمذی ۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۹۵، صفحہ: ۱۲۹

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا ہے: بَابُ صَلٰوۃِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ رَاكِبًا وَاِيْمَاءً اور اس کے تحت یہ روایت ذکر ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَايُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَاَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ. فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

(۱۴۰۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) طالب، مطلوب کے معنی متعین کرنے کے بعد مقصد ترجمہ تحریر کریں۔

(ج) بتلائیں کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں کہیں بھی راکباً وایماءً نماز کا ذکر نہیں تو اس سے ترجمہ کیسے ثابت ہوگا۔

(د) اس کے بعد یہ تحریر کریں کہ جن حضرات نے نماز قضا کر دی ان کو آنحضرت ﷺ نے تنبیہ کیوں نہیں فرمائی؟

(ہ) کیا آج بھی اجازت دی جائے گی کہ ظہر کے بعد بنو قریظہ کی جائے سکونت کی طرف جانے والے عصر کی نماز قضا کر کے مغرب کے وقت میں پڑھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا جب آپ ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غزوۂ احزاب سے لوٹے ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ میں پس بعض نے راستہ میں عصر کا وقت پایا تو بعض نے کہا ہم عصر نہیں پڑھیں گے یہاں تک کہ ہم بنوقریظہ پہنچیں اور بعض نے کہا ہم نماز پڑھیں گے آپ ﷺ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم نماز قضا کریں گے پس یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی۔

(ب):

طالب کا معنیٰ وہ مرد مجاہد ہے جو کسی دشمن کے تعاقب میں چل رہا ہو اور دشمن پر حملہ کرنے والا ہو۔

مطلوب: وہ شخص ہے جس کے تعاقب میں دشمن آرہا ہو جس پر حملہ کیا جائے۔

مقصد ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس باب سے طالب اور مطلوب دونوں کے لئے سواری پر فرض نماز پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے یعنی اگر کوئی دشمن کی وجہ سے سواری سے اُترنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں بھی نماز ساقط نہیں ہوگی اور نہ ہی وقت مؤخر کرنے کی گنجائش ہے بلکہ جس جانب پر قدرت ہو اسی جانب متوجہ ہو کر نماز پڑھے۔

(۲) حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس باب کا مقصد وَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا کی جانب اشارہ کرنا ہے کہ قولِ خداوندی میں رِجَالًا سے مراد قیاماً ہے نہ کہ ماشیاً نیز ان حضرات کے قول کی تردید بھی مقصود ہے جو رجالاً کو ماشیاً پر اطلاق کرتے ہیں۔

(تحفۃ القاری ۳/ ۲۷۳)

(ج):

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت: بایں طور کہ حدیث کے اندر مذکور ہے کہ جب صحابہ بنوقریظہ پر حملے کے ارادہ سے نکلے تو بعض صحابہ نے راستہ میں وقت پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نماز پڑھ لی اور بعض نے وقت کو فوت کر دیا جو کہ فرض ہے اور حضور علیہ السلام نے ان پر نکیر نہیں کی اسی طرح طالب کے لئے جائز ہوگا کہ وہ وقت میں نماز پڑھے اشارہ کر کے رکوع وسجدہ کو ترک کرتے ہوئے جو کہ فرض ہے یعنی دونوں میں فرضیت کے ترک میں برابری ہے اور جب طالب کے لئے جائز ہوگا تو مطلوب کے لئے بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ اس کی حالت طالب سے بدتر ہے پس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے۔

(و):

جن لوگوں نے نماز قضا کر دی ان لوگوں کو آپ علیہ السلام نے اس لئے تنبیہ نہیں فرمائی کہ ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کے ظاہری حکم وامر کا امتثال کیا ہے، کیونکہ آپ علیہ السلام کے ظاہری حکم سے یہی بات مفہوم ہورہی ہے۔

(ہ):

آج اجازت نہیں دی جائے گی کہ ظہر کے بعد بنو قریظہ کی جائے سکونت کی طرف جانے والے عصر کی نماز قضا کر کے مغرب کے وقت میں پڑھیں، کیونکہ وہ اجازت تشریع وقت کی ترخیص تھی لہٰذا اب اجازت نہیں دی جائے گی۔ (تحفۃ القاری ۳/۲۷۴)

سوال:۹۶، صفحہ:۱۳۰

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيهِ اللَّحْمُ. وَذَكَرَ مِنْ جِيرَانِهِ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ قَالَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا.

(۱۴۱۱ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا مسئلہ ثابت کیا ہے، نیز اس میں فلیعد کا حکم ہے ذبح شدہ کا اعادہ کس طرح کیا جائے؟

(ج) ذکر من جیرانہ کا کیا مطلب ہے حضور ﷺ نے کس چیز کی تصدیق کی ہے۔

(د) جذعہ کس کو کہتے ہیں اگر اس کی قربانی کی جائے تو حنفیہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گی یا نہیں ہوگی، اگر نہیں ہوگی تو کیوں مع دلائل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو چاہئے کہ وہ قربانی دوبارہ کرے پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ایسا دن ہے جس میں (شروع میں) گوشت رغبت سے کھایا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا بھی تذکرہ کیا پس گویا نبی ﷺ نے ان کو سچا سمجھا انہوں نے عرض کیا میرے پاس ایک سال سے کم عمر کی بکری ہے جو مجھے گوشت کی دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے پس نبی ﷺ نے ان کو اس کی قربانی کی اجازت دی (حضرت انس کہتے ہیں) پس میں نہیں جانتا کہ وہ اجازت اوروں کو پہنچی یا نہیں؟

(ب):

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے ابو بردہ کو کھانے پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی پھر دوبارہ قربانی کرو۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری جمہور علماء کے ساتھ ہیں یعنی نماز عید سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے کچھ نہ کھائے استدلال اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے عید کے بعد قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور قربانی کا گوشت اللہ تعالیٰ کی دعوت ہے پس عید کے دن سب سے پہلے اللہ کی دعوت کھانی چاہئے اور اللہ کی دعوت قربانی کے بعد ہوگی اور قربانی نماز کے بعد ہوگی پس ثابت ہوا کہ عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد کھانا چاہئے۔

آپ ﷺ کے حکم فلیعد کا مطلب: فلیذبح مکانہا شاۃ اخریٰ یعنی اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی جگہ نماز کے بعد دوسری قربانی کرے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں صراحت ہے من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیذبح شاۃ مکانہا.

(ج):

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پڑوسیوں کے غریب اور محتاج ہونے کا اور ان میں قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہونے کا تذکرہ فرمایا۔ اور حضور ﷺ نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے قول من جیرانہ کی تصدیق فرمائی یعنی ابو بردہ نے اپنے پڑوسیوں کے جو غربت اور احتیاج اور ان کو گوشت پہنچانے کی نیت سے جلدی قربانی کرنے کی بات کی ہے اس کی تصدیق فرمایا۔

(د):

جذبہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کی عمر چھ ماہ ہو۔

حنفیہ کے نزدیک جذعہ من المعز یعنی بکری کی چھ مہینہ کی بچہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جذعہ من الضان یعنی دُنبہ کی چھ مہینہ کی بچہ سے قربانی جائز ہے۔

دلیل: (۱) لا تذبحوا الا مسنۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسنہ کے علاوہ کی قربانی درست نہیں ہے البتہ جزعۃ من الضان کی قربانی اس حدیث عن ابی کباش قال جلبت غنما جذعا الی المدینۃ فکسدت علیّ فلقیت اباھریرۃ رضی اللہ عنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نسالته فقال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول نعم اونعمت الاضحية الجذع من الضان قال فانتهبه الناس کی وجہ سے مشتق ہے۔

سوال: ۹۷، صفحہ: ۱۴۶

عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا فَمَابَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلاَّ سَجَدَ. فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ. فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِي هٰذَا. فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا

(۱۴۲۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مسلمان و کافر سب کے سجدہ کرنے کی وجہ میں کچھ لوگ تلك الغرانيق العلى والا، قصہ نقل کرتے ہیں اس قصہ کے اصل اور بے اصل ہونے کے متعلق تحریر کریں۔

(ج) سجدہ کرنے کی صحیح وجہ بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے سورۃ نجم کی تلاوت کی ہے پس آپ علیہ السلام نے اس میں سجدہ کیا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ جتنے لوگ تھے، سب نے سجدہ کیا ایک شخص ان میں سے یعنی امیہ بن خلف نے ایک مٹھی کنکری یا مٹی لے کر اپنی پیشانی تک اُٹھائی اور کہا میرے لئے یہ کافی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

سجدہ کرنے کی وجہ کچھ لوگوں نے تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى والا قصہ بتایا۔ قصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سورۂ نجم تلاوت کرتے کرتے جب اَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى تک پہونچے تو شیطان نے بیچ میں تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى ملادیا مشرکین نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوئے کہ محمد ﷺ اب تک ہمارے خداؤں کی برائی کیا کرتے تھے اب تعریف کرنے لگے اس خوشی میں وہ کفار بھی سجدہ میں چلے گئے۔ لیکن یہ قصہ بالکل بے اصل و بے بنیاد اور گھڑا ہوا ہے، علماء محققین نے اس پر بہت سختی کے ساتھ رد فرمایا ہے۔

(تحفۃ القاری ۳/۳۹۹)

(ج):

سجدہ کرنے کی صحیح وجہ یہ ہے کہ سورۃ النجم نہایت فصیح و بلیغ سورت ہے پھر زبانِ نبوت نے وہ سورت تلاوت کی تھی اس لئے سماں بندھ گیا اور سب لوگوں کو غاشیہ الہیبہ نے گھیر لیا اور جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو بے اختیار کفار بھی سجدے میں گر پڑے، بعد میں جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے خفت مٹانے کے لئے الغرانيق العلى والا واقعہ گڑھا اور کہنا شروع کردیا کہ ہم نے سجدہ اس لئے کیا تھا کہ محمد ﷺ نے ہماری مورتیوں کی تعریف کی تھی۔ (تحفۃ القاری ۳/۳۹۹)

سوال: ۹۸، صفحہ: ۱۴۶

بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهٗ وُضُوْءٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ. بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ یَسْجُدْ فِیْہَا۔

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت (وضو) ضروری ہے یا نہیں اختلاف ائمہ لکھ کر بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کیا ہے اور ان کے دلائل کا جواب کیا ہے؟

(ج) سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت اختلاف ائمہ مدلل و مفصل لکھیں اور بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس کے ساتھ ہیں اور ان حضرات کے دلائل کیا ہیں اور ان کے جوابات کیا ہیں؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا۔ مشرکین ناپاک ہیں اور ان کا وضو نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کبھی بغیر وضو کے سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔ جس نے آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کو سورۃ النجم سنائی تو آپ علیہ السلام نے سجدہ نہیں کیا۔

(ب):

سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت شرط ہے یا نہیں اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) غیر مقلدین ابن حزم ظاہری اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لئے وضو ضروری نہیں بغیر وضوء کے بھی سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں۔

دلائل: (۱) دلیلِ عقلی سجدہ تلاوت پر صلاۃ کا اطلاق نہیں ہوتا نہ شرعاً نہ عرفاً پس جب سجدۂ تلاوت نہ عرفاً اور نہ شرعاً صلوٰۃ ہے پس اس کے لئے طہارت بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲) کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یسجد علی غیر وضوء۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہِ استدلال: ابن عمر رضی اللہ عنہما کبھی بغیر وضو سجدۂ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ کا فعل حجت ہے پس معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت پاکی کے بغیر بھی درست ہے۔

(۳) مسلمانوں نے مشرکین کے اختلاط کے ساتھ سجدہ کیا جبکہ مشرکین نجس ہیں ان کا وضو لاشئ ہے اور جب آدھے مجمع کے لئے وضو ضروری نہیں تو باقی کے لئے بھی ضروری نہیں۔

جوابات: (۱) سجدۂ تلاوت پر اگر چہ صلوٰۃ کا اطلاق نہیں ہوتا مگر سجدہ نماز کا رُکن ہے پس وہ نمازِ جنازہ کے حکم میں ہے اس لئے کہ نمازِ جنازہ میں بھی نماز کا ایک رُکن قیام ہے پس جس طرح نمازِ جنازہ کے لئے وضو ضروری ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وضو ضروری ہے۔

(۲) بخاری شریف کے اکثر رواۃ نے علیٰ غیر وضوء نقل کیا ہے مگر اصیلی کی روایت میں لفظ غیر نہیں ہے، پس استدلال ختم ہو گیا۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے کیونکہ بیہقی نے سندِ صحیح سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: لایسجد الرجل الاوھو طاھر راوی اپنے عمل کے خلاف فتویٰ کیسے دے گا۔

زیادہ سے زیادہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے تھی، لیکن باقی صحابہ نے ان کی موافقت نہیں کی۔

(۳) آدھے مجمع کے باوضو نہ ہونے سے باقی لوگوں پر بھی وضو ضروری نہیں یہ دلیلِ عقلی ظاہر البطلان ہے کہ جماعت میں ایک شخص کا وضو ٹوٹ جائے یا پہلے سے وہ بے وضو ہو تو دوسروں پر بھی وضو ضروری نہیں ہو گا؟ یہ کیا بات ہوئی۔

(۲) اور ائمہ اربعہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لئے وضو ضروری ہے نمازِ جنازہ کی طرح۔

دلیل: لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور۔

وجہِ استدلال: نمازِ جنازہ پر صلاۃ کا اطلاق شرعاً اور عرفاً دونوں طرح ہوتا ہے پس وہ حدیث کے تحت داخل ہے حالانکہ اس میں صرف نماز کا ایک رُکن قیام پایا جاتا ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سجدہ بھی نماز کا ایک رُکن ہے پس صلاۃ جنازہ کی طرح اس کے لئے بھی باوضو ہونا ضروری ہوگا۔ (تحفۃ القاری ۳/ ۴۰۴)

(ج):

سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہیں۔

دلائل: (۱) عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال قرأت على النبي ﷺ فلم يسجد فيها.

وجہِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں سنت ہے، چاہے کریں چاہے نہ کریں، اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور کرتے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، خطبہ میں سورۂ النحل کی آیتِ سجدہ پڑھی پھر منبر سے اُتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر منبر پر جا کر باقی خطبہ دیا، اگلے ہفتہ پھر وہی آیت، خطبہ میں پڑھی لوگ سجدہ کی تیاری کرنے لگے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم پر یہ سجدے لازم نہیں کئے گئے ہم چاہیں کریں اور چاہیں نہ کریں اور خطبہ آگے جاری رکھا۔

وجہِ استدلال: اس پر کسی نے نکیر نہیں کی پس یہ اجماع سکوتی ہوگیا کہ سجودِ تلاوت واجب نہیں۔

جوابات: (۱) احناف یہ کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت علی الفور واجب نہیں بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے ممکن ہے جس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سورۃ النجم سنائی اس وقت آپ ﷺ کا وضو نہ ہو یا سجدہ کا موقع نہ ہو اس لئے آپ ﷺ نے اس وقت سجدہ نہیں کیا بعد میں کیا ہوگا، اس وقت سجدہ نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے بعد میں بھی سجدہ نہیں کیا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے دیگر صحابہ کا یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہب نہیں اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی رائے ہے جس کو صحابہ میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا اور جب نبی علیہ صلی اللہ سے مواظبت کے ساتھ سجودِ تلاوت کرنا ثابت ہے تو عمل نبوی کی موجودگی میں کسی بھی صحابی کا قول لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، رہی اجماع سکوتی کی بات یہ اجماع نہیں ہے، بلکہ شخصیت کے احترام میں خاموشی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر اس واقعہ کے بعد صحابہ نے اپنی سابق رائے چھوڑ دی ہو تو یہ اجماع ہے اور اگر نہ چھوڑی ہو تو یہ خاموشی شخصیت کے احترام میں ہے اور یہ بات طے ہے کہ دوسرے صحابہ اپنی رائے پر قائم رہے تھے انہوں نے اپنی رائے نہیں بدلی پس یہ اجماع نہیں ہوا۔

(۲) اور احناف کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

دلائل: (۱) رسول اللہ علیہ صلی اللہ نے مواظبت تامہ کے ساتھ سجودِ تلاوت کئے ہیں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ علیہ صلی اللہ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی ہو اور سجدہ نہ کیا ہو پس یہ مواظبت وجوب کی دلیل ہے۔

(۲) سجودِ تلاوت کو نماز میں شامل کرنا اس کے وجوب کا قرینہ ہے کیونکہ ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ مستقل سنت کو نماز کے اندر لیا گیا لیکن بعض مستقل واجبات کو نماز کے اندر لیا گیا۔

(۳) خود آیات سجدہ کا مضمون وجوب سجدہ پر دلالت کرتا ہے اور سجدوں کی آیات میں پانچ طرح کے مضامین ہیں جن کی تفصیل تحفۃ القاری (۳/۳۹۶) میں ہے وہاں دیکھ لیجئے۔ اس کا حاصل یہ ہے ہ سجود تلاوت میں امتثال امر اور نیک بندوں کی روش اپنانے کا مضمون ہے یہ مضمون خود وجوب سجدہ کی دلیل ہے۔ (تحفۃ القاری ۳/۳۹۶)

سوال: ۹۹، صفحہ: ۱۷۱

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: قُوا أَنْفُسَكُمْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَأَهْلِيكُمْ نَارًا. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ. فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى. وَهُوَ كَقَوْلِهِ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

(۱۴۰۴، ۱۴۳۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) پسماندگان کے رونے سے میت کو عذاب ہونے کے مسئلہ میں صحابہ کرام میں کیا اختلاف تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور روایتِ عمر رضی اللہ عنہ پر کیا نقد کیا تھا؟ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور دلائل تفصیل سے لکھیں۔

(ج) پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محاکمہ کی توضیح کیجیے۔

(د) ومایرخص من البکاء فی غیر نوح کے دلائل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: پسماندگان کے کچھ رونے سے میت کو سزا دی جاتی ہے۔ اور وہ کچھ رونا نوحہ ماتم کرنا ہے جبکہ اس کی فیملی میں اس کا رواج ہو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے: تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم سب سے رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور اگر نوحہ کرنا اس کے خاندان کا کا طریقہ نہ ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور کوئی دوسرے کا بوجھ یعنی گناہ نہ اُٹھائے گا اور وہ اس ارشاد کی طرح ہے اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا اپنا بوجھ اُٹھانے کے لئے بلاوے تو بھی اس میں سے کچھ بوجھ نہ اُٹھایا جائے گا۔ اور جو غیر نوحہ میں میت پر رونے کی اجازت ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کی پہلی اولاد کو اس گناہ کا ایک حصہ پہنچتا ہے، کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ جاری کیا۔

(ب):

اس جزء کا جواب پوری تفصیل کے ساتھ بخاری ثانی کے سوال نمبر تین ۳ میں آرہا ہے۔

(ج):

محاکمہ کی وضاحت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے: باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکائہ علیہ چونکہ یہ بات قرآنی آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے خلاف ہے، اس لئے بطور محاکمہ ایک دوسرا باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت قائم کر کے جمع بین الروایۃ کی کوشش کی ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ عرب میں میت پر نوحہ خوانی اور گریہ وزاری کا عام دستور تھا، کہ بعض تو وصیت بھی کر جاتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد مجھ پر نوحہ کرنا اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محاکمہ کے طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو بکاء ناجائز طریقے پر ہو اور میت اس کو پسند بھی کرتا ہو یا اس کے خاندان میں نوحہ کرنے کا رواج تھا اور اس نے گھر والوں کی اسلامی تربیت نہیں کی اور نہ ان کو زندگی میں کبھی اس کام سے روکا پھر جب وہ مرا تو اس پر نوحہ کیا گیا تو اس میں میت کا قصور ہے وہ اس نوحہ کا سبب ہے اس لئے میت کو بھی سزا دی جائے گی اور یہ دوسرے کے گناہوں کی گٹھری نہیں بلکہ اپنی ہی گٹھری ہے، کیونکہ وہ نوحہ کا سبب بنتا ہے اور جس شخص نے اپنے گھر والوں کی اسلامی تربیت کی ہے اور وہ ان کو نوحہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے سے منع کیا کرتا تھا پھر بھی پسماندگان نے نوحہ کیا تو وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے ان کے گناہ کی سزا میت کو نہیں دی جائے گی، پس جن روایات میں رونے پر میت کو سزا دی جانے کی بات آئی ہے اس کا محمل پہلی قسم کا بکاء جو غیر شرعی ہے اور جن روایات میں اہلِ خانہ کے رونے کی وجہ سے میت پر عذاب کی نفی آئی ہے اس کا محمل دوسری قسم کا بکاء جو کہ غیر اختیاری میت نے اس پر روکا ہے۔ (تحفۃ القاری ۴/۳۹)

(و):

ومایرخص فی بکاء من غیر نوح کے دلائل:

(۱) جب صاحبزادہ حضرت ابراہم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آنحضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ رونے سے منع کرتے ہیں اور آپ ﷺ خود رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے مطلقاً رونے سے منع نہیں کیا، بلکہ میں نے دو احمقانہ آوازوں سے منع کیا ہے جو گناہ میں مبتلا کرنے والی ہیں ایک شیطان کی طرح آہ و بکاء کرنے سے دوسری بانسری یعنی گانے کی آواز سے۔

(۲) فی واقعة ابن زینب رضی اللہ عنہا فرفع الی رسول اللہ ﷺ الصبی ونفسه تتقعقع قال حسبته انه قال کانها ففاضت عیناه فقال سعد یا رسول اللہ ماهذا فقال هذه رحمة جعلها اللہ فی قلوب عباده وانما یرحم اللہ من عباده الرحماء۔

(۳) عن انس رضی اللہ عنه قال شهدنا بنتا لرسول اللہ ﷺ قال ورسول اللہ ﷺ جالس علی القبر فرأیت عینیه تدمعان۔

(۴) وقال عمر رضی اللہ عنه دعهن یبکین علی ابی سلیمان مالم یکن نقع اولقلقة۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۰۰، صفحہ: ۱۷۴

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ. وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ. وَقَالَ الْمُغِيرَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَنَحْ عَلَيْهِ يُعَذَّبْ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) میت پر رونے کا کیا حکم ہے اور نوحہ ماتم کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر کیا اعتراض کیا تھا، اور اُن کی دلیل کیا تھی اور کیا وہ اعتراض صحیح تھا، اگر صحیح نہیں تھا تو اس کا مفصل ومدلل جواب لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: میت پر ماتم کرنا حرام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوسلیمان (حضرت خالد کی کنیت) پر رونے دو جب تک سر پر مٹی ڈالنا اور چلّانا نہ ہو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس پر نوحہ کیا گیا نوحہ کئے جانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

(ب):

جاننا چاہیے کہ اگر میت پر رونا بغیر نوحہ اور ماتم کے ہو اور صرف اس میں آنسو بہانا ہو تو شریعت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں اس کی اجازت ہے نبی کریم علیہ السلام سے بھی متعدد مواقع پر بغیر نوحہ کے آنسو بہانا ثابت ہے۔

نوحہ کے معنی ہیں: چلا چلا کر رونا اور میت کے مبالغہ آمیز فضائل بیان کرنا اور ماتم کے معنی ہیں: سینہ پیٹنا۔ نوحہ ماتم کے لوگوں میں مختلف طریقے رائج ہیں۔ جاہلی انداز پر پکاریں پکارنا، گریبان پھاڑنا، رخسار پیٹنا، دیوار سے سر پھوڑنا، چوڑیاں توڑنا اور سر منڈانا یہ سب ماتم میں داخل ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ نوحہ اور ماتم دونوں ممنوع اور حرام ہیں۔ (تحفۃ القاری ۴ر۷۴)

(ج):

اس جزء کا جواب پوری تفصیل کے ساتھ بخاری ثانی کے سوال نمبر ۳ میں آرہا ہے۔

سوال: ۱۰۱، صفحہ: ۱۷۵

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ.

(۱۴۰۴، ۱۴۱۲، ۱۴۱۵ھ)

(الف) حدیثِ پاک کی تشریح کرتے ہوئے بتائیے کہ قیام للجنازہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے ہر ایک کے مسلک کو مدلل و مفصل تحریر کریں۔

(ب) اور بتائیے کہ حدیثِ مذکور محکم ہے یا منسوخ حنفیہ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟

الجواب:

(الف):

شرح الحدیث: پہلے آنحضرت علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ آپ علیہ السلام جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے پھر جب جنازہ رکھ دیا جاتا، یا آگے بھی بڑھ جاتا تو آپ علیہ السلام بیٹھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاتے اور آپ ﷺ نے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا تھا بعد میں آپ ﷺ کا عمل بدل گیا جنازہ دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے نہیں ہوتے تھے اور صحابہ کو بھی منع کر دیا تھا۔

اختلافِ ائمہ:

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کے نزدیک جنازہ دیکھ کر چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو کھڑا نہ ہو دونوں جائز ہے۔

دلیل: (۱) عن علی رضی اللہ عنہ کان النبی ﷺ یأمرنا بالقیام فی الجنازۃ ثم جلس بعد ذالک وامرنا بالجلوس.

(۲) عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال اذا رأیتم الجنازۃ فقوموا حتّٰی تخلفکم.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے فرمایا: اگر چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو کھڑا نہ ہو دونوں کا اختیار ہے۔

اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک قیام للجنازۃ منسوخ ہے۔

دلیل: (۱) عن علی رضی اللہ عنہ انہ ذکر القیام فی الجنائز حتی توضع فقال علیؓ قام رسول اللہ ﷺ ثم قعد.

(۲) عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یقوم فی الجنازۃ حتی توضع فی اللحد فمر بہ حبر من الیہود فقال ھکذا نفعل فجلس النبی ﷺ وقال اجلسوا خالفوھم. (رواہ ابوداؤد)

(ب):

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حدیث مذکورہ منسوخ ہے ناسخ علی رضی اللہ عنہ کی روایت: عن علی رضی اللہ عنہ انہ ذکر القیام فی الجنائز حتّٰی توضع فقال علی رضی اللہ عنہ قام رسول اللہ ﷺ ثم قعد.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel ; New Madarsa

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مذکورہ منسوخ نہیں ہے بلکہ دونوں قسم کی روایات پر عمل کرتے ہوئے کھڑا ہونا اور نہ ہونا دونوں جائز ہیں۔ (تحفۃ القاری ۴/۶۶)

سوال: ۱۰۲، صفحہ: ۱۷۷

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ اس باب کے تحت دو حدیث ذکر کی گئی ہیں، پہلی حدیث: اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا. دوسری حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْمًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

(۱۴۱۸ھ)

(الف) ترجمہ کریں۔

(ب) باب کا مقصد متعین کریں پھر دونوں حدیثوں کو ترجمۃ الباب پر منطبق کریں۔

(ج) مسجد میں صلاۃ جنازہ کے متعلق ائمہ کے مذاہب بیان کر کے امام ابوحنیفہ کے قول کو مدلل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے عیدگاہ میں صف بندی کرائی اور اس پر چار تکبیر کہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (خیبر کے) یہودی نبی پاک ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آئے، جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ علیہ ﷺ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا پس وہ دونوں مسجد نبوی کے پاس جنازہ پڑھنے کی جگہ کے قریب سنگسار کئے گئے۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ جنازہ کی نماز مصلّی یعنی عیدگاہ اور مسجد دونوں میں جائز ہے۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت: ترجمۃ الباب کے پہلا جزء پہلی روایت صف بہم بالمصلّی کہ نبی علیہ ﷺ نے صحابہ کرام کو عیدگاہ میں صلاۃ جنازہ کے لئے صف بندی کا حکم دیا حدیث شریف کی اس ٹکڑا سے ترجمۃ الباب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلّی ثابت ہو گیا۔

اور باب کا دوسرا جزء ہے مسجد میں نماز پڑھنا مگر باب کی کسی حدیث میں مسجد میں جنازہ پڑھنے کا ذکر نہیں پس تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مصلّی سے عیدگاہ مراد لی جائے اور عیدگاہ من وجہٍ مسجد ہے، پس مسجد جماعت میں جنازہ پڑھنے کا جواز نکلا۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی باب میں اضافہ کرتے ہیں پھر روایت لاکر اس اضافہ کو ثابت کرتے ہیں اور اس کے ضمن میں پہلا جزء ثابت کرتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس کرتے ہیں پہلے جزء کو صراحتاً ثابت کرتے ہیں اور دوسرے جزء کو ضمناً یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے نبی علیہ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی ہے کہاں پڑھی ہے اس سے قطع نظر اور نمازِ جنازہ بھی نماز ہے اور مسجدیں نماز پڑھنے ہی کے لئے بنائی گئی ہیں پس مسجد میں جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ (تحفۃ القاری ۴/ ۸۳)

(ج):

مسجد میں صلاۃِ جنازہ کے متعلق فقہاء کے دو مذہب ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جس مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے، اُس میں نمازِ جنازہ پڑھنا مطلقاً جائز ہے۔

دلیل: (۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت صلی رسول اللهﷺ علی سهیل بن بیضاء فی المسجد. (ترمذی)

(۲) اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک عذر کے بغیر مسجد الجماعۃ میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور اعذار کی صورت میں مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

شیخ ابن ہمام نے مکروہ تنزیہی قرار دیا اور قاسم بن قطلوبغا نے مکروہ تحریکی قرار دیا ہے۔

دلائل: (۱) عن ابن عمر رضی الله عنهما ان الیهود جاءوا الی النبیﷺ برجل منهم وامرأة زنیا فامربهما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد.

وجہِ استدلال: آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نمازِ جنازہ کے لئے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مخصوص تھی اگر نمازِ جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو آپ ﷺ مسجد نبوی کو چھوڑ کر باہر تشریف نہ لے جاتے، کیونکہ مسجد نبوی کی فضیلت ظاہر ہے۔

(۲) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول اللهﷺ من صلّی علی جنازة فی المسجد فلا شیئ له.

(۳) عن عباد بن عبد الله بن زبیر ان عائشة رضی الله عنه أمرت ان یمر بجنازة سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه فی المسجد فتصلی علیه فانکر الناس ذالك علیها.

وجہِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جنازہ مسجد میں جائز ہوتا تو صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار نہیں کرتے ان کا انکار کرنا اِس بات کی دلیل ہے کہ عام صحابہ کے پاس لامحالہ کوئی نہ کوئی حدیث مرفوع ہوگی ورنہ انکار کی حاجت نہ تھی۔

(تحفۃ القاری ۴/ ۸۴۔ درسِ ترمذی)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۰۳، صفحہ: ۱۷۸

بَابُ الصَّلَاةُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ. قَالَ الشَّعْبِيُّ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلُّوا خَلْفَهُ.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) تدفین میت کے بعد صلوٰۃ علی القبر کے باب میں صلوٰۃ جنازہ سے پہلے تدفین اور صلوٰۃ جنازہ کے بعد تدفین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ہر ایک کا حکم بیان کریں اور اگر کسی صورت میں ائمہ کا اختلاف ہو تو ہر ایک کا مسلک مع دلائل تحریر کریں اور اس حدیث کی تاویل تحریر کریں۔

(ب) من مر مع النبی ﷺ کی تعیین کریں کہ وہ کون صاحب تھے؟

الجواب:

(الف):

قبر پر نمازِ جنازہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس میں تین مذاہب ہیں:

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلاۃ علی القبر علی الاطلاق ناجائز ہے خواہ اس میت پر پہلے نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی گئی ہو۔

دلیل: (۱) عن انس بن مالك رضی الله عنه ان النبی ﷺ نهى ان يصلى على الجنائز بين القبور۔

وجہِ استدلال: اس حدیث میں مطلقاً صلاۃِ جنازہ سے منع کیا گیا قبور کے درمیان، تو عین قبر پر بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوگا اور اس حدیث میں صلاۃِ جنازہ پہلے پڑھنے اور نہ پڑھنے کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔

(۲) امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ کے نزدیک جو شخص میت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نمازِ جنازہ نہ پڑھ سکا ہو اس کے لئے صلاۃ علی القبر مطلقاً جائز ہے خواہ میت جنازہ پڑھ کر دفن کی گئی ہو یا جنازہ پڑھے بغیر دفن کی گئی ہو۔

دلیل: (۱) قال الشعبی اخبرنی من مرمع النبی ﷺ علی قبر منبوذ فامهم وصلوا خلفه.

پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مہینہ تک قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔

(۳) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلاۃ علی القبر صرف ولی میت کے لئے جائز ہے جبکہ وہ دفن سے پہلے نماز میں شامل نہ ہوسکا ہو یا پھر اس صورت میں جائز ہے جب کہ کسی شخص کو نماز کے بغیر دفن کر دیا گیا اس کے سوا اور کسی صورت میں جائز نہیں اور وہ جواز صرف اتنی مدت تک ہے جب تک کہ میت کے اعضاء منتشر نہ ہوئے ہوں۔

دلیل: (۱) عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نهى ان یصلی علی الجنائز بین القبور.

(۲) تعاملِ اُمت ہے کہ سلف وخلف میں سے کسی نے بھی آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ بعینہٖ محفوظ رہتے ہیں، اور زمین انہیں ادنیٰ نقصان بھی نہیں پہنچاتی۔

اِس حدیث کی تاویل: (۱) یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ نبی ﷺ تمام مؤمنین کے ولی ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.

(۲) خصوصیت کی دوسری دلیل: قوله علیه الصلوٰة والسلام: إن هٰذا القبور مملوءة ظلمة علی اهلها وان الله ینورها لهم بصلاتی علیهم. (مسلم)

(ب):

من مرمع النبی ﷺ هو عبدالله بن عباس رضی الله عنهما.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۲۰۱۴ء، صفحہ: ۱۷۹

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ امام بخاری نے اس باب کے تحت حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جس میں وَاَمَرَهُمْ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ اور حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو جس میں خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ کا کلمہ موجود ہے۔

(۱۴۳۲ھ)

(الف) ترجمہ لکھیں۔

(ب) آپ پہلے ان دونوں حدیثوں کے مضمون بیان کریں، ائمہ اربعہ کا مذہب اوران کے دلائل بیان کریں۔

(ج) امام بخاری کی رائے اوران کے ترجمہ سے جو مفہوم نکلتا ہے اس کو تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا اور وہ نہلائے نہیں گئے اور آپ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (وفات سے چند دن پہلے) ایک دن نکلے اور آپ ﷺ نے اُحد کے شہداء کی میت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی طرح نماز پڑھی، پھر منبر کی طرف پھرے۔

(ب):

مضمون حدیث: پہلی روایت یعنی روایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور دوسری روایت یعنی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نماز پڑھائی۔ صلوٰۃ علی الشہداء کے بارے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل بخاری جلد ثانی سوال نمبر تیرہ ۱۳ میں آرہا ہے۔

سوال: ۱۰۵، صفحہ: ۱۸۰

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ كَمَاتُنْتِجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) حدیث پر باب ہے باب إذا اسلم الصبی فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبى الاسلام حدیث کی باب سے مناسبت بیان کریں۔

(ج) اس حدیث کی روشنی میں ذراری مشرکین کا کیا حکم ہونا چاہیے تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر جنا جاتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی (یا ہندو وغیرہ) بنا دیتے ہیں جس طرح چوپایا سالم اعضاء جنا جاتا ہے کیا تم نے کوئی چوپایہ کان کٹا دیکھا ہے۔

مطلب: ہر بچہ اسلام کی استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے کیونکہ انسان اس دنیا میں نیا پیدا نہیں ہوتا اس دنیا میں صرف اس کا جسم بنتا ہے، کیونکہ یہ عالمِ اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے پھر تمام روحیں عالمِ ارواح میں ہیں وہاں سے شکم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ نے سب ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے اور ہر ایک نے اقرار کیا ہے۔

الغرض! معرفتِ خداوندی اور ربوبیت ربانی کا علم ہر انسان کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے اور اس دنیا میں آنے کے بعد انسان گو اس عہد کی تفصیلات بھول گیا ہے مگر اصل استعداد باقی ہے پس اگر کوئی عوارض پیش نہ آئے تو بچہ اس فطرت پر بڑا ہوتا ہے مگر کبھی عوارض پیش آتے ہیں بچہ جن ہاتھوں میں اور جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے وہ ماحول اس کو بگاڑ دیتا ہے اس وقت وہ فطری علم جہالت سے بدل جاتا ہے جیسے ہر جانور سالم پیدا ہوتا ہے پھر لوگ پہچان کے لئے بکریوں کے کان کاٹتے ہیں مگر کوئی بکری کان کٹی پیدا نہیں ہوتی اسی طرح ہر انسانی بچہ فطرتِ اسلامی پر جنا جاتا ہے پھر بعد میں اس کو گمراہ کر دیا جاتا ہے۔

(ب):

حدیث کی باب سے مناسبت: جب ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے یعنی حکماً مسلمان ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو اس حکمی اسلام کا اعتبار کر کے نمازِ جنازہ پڑھیں گے اسی مناسبت سے یہ حدیث یہاں لائے ہیں۔

(ج) اس حدیث کی روشنی میں ذراری مشرکین کا حکم:

بچہ کی نمازِ جنازہ اس لئے پڑھی جائے گی کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یعنی حکماً مسلمان ہوتا ہے پھر ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو تو بچہ کا اسلام یقینی ہو گیا وہ بڑا ہو کر ضرور مسلمان ہوگا، اس لیے اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اگر ماں باپ دونوں غیر مسلم ہیں یعنی ذراری مشرکین تو چونکہ یہ معلوم نہیں کہ بچہ بڑا ہو کر کیا ہوگا اس لئے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۴/۱۱۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۰٦، صفحہ: ۱۸۸

لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ. فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلاَّ بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ وَاللهِ لأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

(۱۴۳۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث پیش کی تھی اس کی اصل غرض ومقصد کیا ہے زکوۃ میں عناق نہیں لیا جاتا ہے تو اس کا ذکر کیوں آیا یہ مرتدین کون تھے ان سے قتال ہوا ہے یا نہیں؟

(ج) خلفاء راشدین کی سنتیں کیوں حجت ہیں اور مذکورہ واقعہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کونسی سنت سامنے آتی ہے تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انکار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا جس نے انکار کیا عربوں میں سے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جبکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کر لی مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بخدا میں ضرور لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتا ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے بخدا اگر وہ مجھے بھیڑ کا چار ماہ کا بچہ بھی نہیں دیں گے جسے وہ نبی علیہ السلام کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے اس کے نہ دینے پر لڑوں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا نہیں تھی وہ بات مگر یہ کہ دیکھی میں نے کہ اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ جنگ کے لئے کھول دیا ہے پس میں نے جان لیا کہ وہی بات برحق ہے۔

(ب):

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث پیش کی تھی یعنی امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قالها فقد عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی الله. کی اصل غرض و مقصد پورا دین قبول کرنا ہے نہ کہ صرف لا الہ الا اللہ کہنا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے یؤمنوا بی وبما جئت به اس سے معلوم ہوا پورا دین قبول کرنا مراد ہے محض کلمہ پڑھ لینا مراد نہیں۔

زکوٰۃ میں عناق نہیں لیا جاتا پھر بھی اس کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (۱) بطور مبالغہ عناق کا ذکر کیا یعنی بالکل رسول اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں جیسا ہوتا تھا اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ہے بلکہ بالکل ویسا ہی رہے گا۔ (۲) یا بطور فرض فرمایا ہے یعنی فرض کرو اگر وہ مجھے بھیڑ کا چار ماہ کا بچہ بھی نہیں دیں گے جسے نبی علیہ السلام کو دیا کرتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے تب بھی میں ان سے لڑوں گا اس کے نہ دینے پر یعنی رسول ﷺ کے زمانہ سے ذرا برابر بھی تبدل وتغیر ہونے نہیں دیں گے۔

یہ مرتدین مانعینِ زکوٰۃ یعنی دو فریق کے لوگ تھے: (۱) ایک جماعت ایسی تھی کہ ان کا اسلام کے دیگر احکامات پر ایمان وعمل تھا مگر فرضیتِ زکوٰۃ کا منکر ہوگئے اور تاویل کرتے ہوئے کہنے لگے کہ زکوٰۃ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے اس آیت کی بنا پر خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ. غیر نبی سے یہ طہارت وسکون حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۲) ایک جماعت زکوٰۃ کی فرضیت کی منکر نہیں تھی، مگر خلیفہ وامام ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے عاملین کو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار نہیں تھے وہ لوگ بھی مثل دیگر جماعتوں کے امام وخلیفہ سے مقابلہ وقتال کے لئے تیار تھے۔

مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کی نوبت نہیں آئی جیش اُسامہ رضی اللہ عنہ جو مظفر اور منصور لوٹا اور مُسیلمہ مارا گیا تو ان لوگوں پر دھاک بیٹھ گئی اور ڈر گئے اور وہ مدینہ کو زکوٰۃ بھیجنے کے لئے تیار ہوگئے۔

(ج):

خلفاء راشدین کی سنتیں حجت ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے: عن یحییٰ قال سمعت العرباض بن سارية يقول قام فينا رسول اللهﷺ ذات يوم فوعظنا موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقيل يا رسول الله وعظت موعظة مودع فاعهد الينا بعهد فقال عليكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان عبدا حبشيا وسترون من بعدى اختلافا شديداً فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ واياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة.

مذکورہ واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ سنت سامنے آتی ہے کہ جو شخص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زکوٰۃ اور صلوٰۃ کی فرضیت میں فرق کرے گا اس سے جہاد کیا جائے گا یعنی جو چیزیں شعائرِ اسلام میں سے ہیں اگر مسلمان کی کوئی جماعت بالاتفاق ان شعائر کو ترک کر دے تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی اور ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ شعائر اسلام کو قائم کریں۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱/۶۱)

سوال: ۱۰۷، صفحہ: ۱۸۸

بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ.

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ. قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ. فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ. فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَاكَ، وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْكُونِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ. فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا. فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ.

(۱۴۰۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مقصد ترجمہ اور حدیث کا باب سے ربط بیان کریں۔

(ج) بتائیے کہ اس سلسلہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسلک کیا تھا، جمہور صحابہ کیا فرماتے ہیں؟

(د) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے مسلک پر اصرار کیوں تھا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت زید بن وہب کہتے ہیں میں ربذہ (مدینہ سے قریب گاؤں) سے گزرا تو اچانک میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی میں نے ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ اس جگہ کیوں رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں شام میں تھا پس میرے اور معاویہ کے درمیان آیت پاک وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ الخ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی راستہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔ میں اختلاف ہوگیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں ہے اور میں نے کہا ہمارے اور ان کے بارے میں ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بذریعہ تحریر میری شکایت کی پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ مدینہ آجاؤ میں مدینہ آگیا پس میرے پاس لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی گویا انہوں نے مجھے آج سے پہلے نہیں دیکھا پس میں نے یہ حضرت عثمان سے ذکر کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمایا اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے کنارے میں چلے جائیں تاکہ مدینہ سے قریب رہیں اسی وجہ سے میں اس جگہ رہتا ہوں۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ جس کنز پر وعید آئی ہے وہ کنز یہ ہے کہ جس کی زکوۃ نہ ادا کی جائے اور جس کی زکوۃ ادا کی جائے یا نصابِ زکوۃ سے کم ہو وہ کنز نہیں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرفوع سے استدلال کیا ہے اس میں ہے لیس فیما دون خمسة اواق صدقة معلوم ہوا کہ پانچ اوقیہ سے کم میں مطالبہ شرعیہ نہیں ہے لہٰذا وہ کنز نہیں کہلائے گا اور اس کا رکھنا جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث اور ترجمۃ الباب کے اندر مناسبت یہ ہے کہ حدیث کے اندر حضرت ابوذر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان قرآن کریم کی آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ الخ کی تفسیر میں اختلاف ہو گیا ہے اور حدیث کا صحیح مفہوم اور تفسیر یہ ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی گئی ہو وہ کنز نہیں ہے اور آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے لئے وعید آئی ہے جنہوں نے اپنے مالوں کو کنز کیا ہے اور ترجمہ بھی یہی ہے۔ ما ادی زکوته فلیس بکنز لہٰذا اس تقریر سے حدیث اور ترجمہ کے درمیان مناسبت واضح ہوگئی۔

:(ج)

اس سلسلہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ دراہم دنانیر اور کوئی چیز بطور ذخیرہ رکھنا جائز نہیں ہے اور فرماتے تھے: درھم من النار اسی بنا پر اگر وہ سودا خریدتے تھے تو جو کچھ بچ جاتا وہ فقراء پر تقسیم کردیتے اور جمہور صحابہ فرماتے تھے کہ ذخیرہ اندوزی جائز ہے ورنہ شریعت نے زکوٰۃ کا حکم کیوں دیا ہے اور چونکہ ظاہراً آیتِ کریم کا مخالف معلوم ہو رہا ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ تنبیہ فرمار ہے ہیں کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں اور نہ ہی اس پر وعید ہے اس لئے حضور علیہ ﷺ فرماتے ہیں: لیس فیمادون خمسۃ اواق صدقۃ معلوم ہوا پانچ اواق پر صدقہ نہیں ہے پس وہ کنز بھی نہیں ہے اس لئے کہ کنز وہ ہوتا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو مگر زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

:(د)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے مسلک پر اصرار اس لئے تھا کہ آیت میں مطلقاً کہا گیا ہے جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اس آیت کے اندر کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام ہے پس اس عموم کے پیش نظر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے مسلک پر اصرار تھا۔

(تحفۃ القاری ۴/۱۷۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۱۰۸، صفحہ:۱۹۴

بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ اَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

(۱۴۰۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتلایئے کہ زمانہ کفر میں کیے گئے اعمالِ صالحہ معتبر ہیں یا نہیں؟ روایت بالا اور إنما الأعمال بالنیّات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ عبادات کے بارے میں کافر کی نیّت معتبر نہیں ہے، آپ اس تعارض کو رفع کریں۔

(ج) علیٰ ما سلف من خیر میں تمام اعمالِ صالحہ مراد ہیں یا خاص اعمال۔

(د) علیٰ کے معنی متعین کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: جس نے مسلمان ہونے سے پہلے خیرات کی پھر مسلمان ہوا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ بتلائیں ان کاموں کے بارے میں جن کو میں عبادت کے طور پر زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا یعنی صدقہ، غلام آزاد کرنا اور صلہ رحمی کرنا کیا ان کا کچھ اجر ملے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا آپ اسلام لائے ہیں ان نیک کاموں کی وجہ سے جو آپ نے پہلے کیے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ کفر میں کیے گئے اعمالِ صالحہ معتبر ہیں اور إنّما الأعمال بالنیات کا تقاضا یہ ہے کہ کافر کے بحالتِ کفر کیے گئے اعمال معتبر نہ ہوں دونوں کے درمیان دفع تعارض یہ ہے کہ جن روایات سے کافر کے اعمال کا مقبول ہونا سمجھ میں آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوجائے گی دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن روایات میں کافر کے متعلق اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کی نیکی کا ثواب لکھے جانے کا ذکر ہے اس سے زمانۂ کفر کے اعمال کا مقبول ہونا مراد نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد اللہ کی طرف سے اس پر انعام واحسان خاص ہوگا۔

سب سے بہتر توجیہ یہ ہے جو حضرت الاستاد نے بتایا کہ جن روایات میں اعمالِ صالحہ معتبر ہونے کے لئے ایمان کی شرط کا بیان ہے ان سے مراد آخرت میں نیک اعمال کے جزاء کے لئے ایمان کا شرط ہونا ہے نہ کہ دنیا میں اور جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے نیک اعمال معتبر ہیں اور اس کے لئے ایمان شرط نہیں۔

دنیا میں نیک اعمال کا بدلہ ملنے کے اعتبار سے ہے یعنی نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں ملنے کے لئے ایمان شرط نہیں اور آخرت میں ملنے کے لئے ایمان شرط ہے فلا تعارض۔ (کما فی الحاشیۃ)

(ج):

علی ما سلف من خیر سے عبادات کے علاوہ تمام اعمال خیر مراد ہیں۔

(د):

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عَلٰی بمعنیٰ مع کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تم ان ساری خیرات کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو جو بحالتِ کفر کر چکے ہو اللہ تعالیٰ ان پر ثواب دے گا۔ اور جمہور کے نزدیک عَلٰی بمعنیٰ باء کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تم ان ہی خیرات کی وجہ سے مسلمان ہوئے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۱۰۹، صفحہ:۱۹۵

بَابُ مَاكَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ. وَقَالَ طَاؤُسٌ وعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا. وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

(۱۴۰۶ھ)

(الف) تحریر فرمایئے کہ یہ جمع وتفریق ملکیت کے اعتبار سے ہے یا مکان کے اعتبار سے اس سلسلہ میں احناف اور شوافع کا مسلک لکھئے۔

(ب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا رجحان ظاہر کیا ہے۔

(ج) اس کو طاؤس اور عطاء کے قول کی روشنی میں واضح کیجئے۔

(د) خشیۃ الصدقۃ کا تعلق عامل سے ہے یا مالک سے یا دونوں سے مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جمع وتفریق مکان کے اعتبار سے یعنی زکوۃ ریوڑ کے اعتبار سے واجب ہوگی نہ کہ ملکیت کے اعتبار سے یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں خلطوں یعنی خلطۃ الشیوع اور خلطۃ الجوار سے دو یا چند مالکوں کے مواشی کمال رجل واحد یعنی ایک شخص کے مال کی طرح ہوجاتے ہیں اور دونوں خلطیں وجوب زکوۃ اور تقلیل وتکثیر زکوۃ پر اثر انداز ہوتا ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وجوب زکوۃ کے لئے شرط یہ ہے کہ ہر مالک کی ملکیت بقدر نصاب ہو۔

اور حنفیہ کے نزدیک خلطۃ کا بالکل اعتبار نہیں ہے وجوب زکوۃ کے سلسلہ میں نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلطۃ الشیوع کا اور نہ خلطۃ الجوار کا بلکہ زکوٰۃ مالکوں کے الگ الگ حصوں کے اعتبار سے واجب ہوگی۔

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رُجحان امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی طرف ہے یعنی تقلیل وتکثیر نے زکوٰۃ میں خلطۃ الشیوع اور خلطۃ الجوار دونوں میں اثر انداز ہوتا ہے البتہ وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ہر مالک کی ملکیت بقدرِ نصاب ہونا شرط ہے۔

(ج):

حضرت طاؤس اور عطاء رحمہا اللہ فرماتے ہیں جب دونوں شریک اپنے مویشی پہچانتے ہوں یعنی املاک متمائزہ ہوں تو ان کے مویشی کو جمع نہیں کیا جائے گا ان کا یہ قول مجمل ہے اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ خلطہ کی وجہ سے جو دو یا چند مالکوں کے مویشی کمالِ رجل واحد ہوتے ہیں وہ خلطۃ الشیوع میں ہوتے ہیں خلطۃ الجوار میں نہیں ہوتے تو یہ قول من وجہٍ ائمہ ثلاثہ کے موافق ہوگا اور اگر یہ مطلب ہے کہ باہم لین دین خلطۃ الشیوع میں ہوگا خلطۃ الجوار میں نہیں ہوگا کیونکہ جب املاک متمائزہ ہیں تو عامل ہر ایک کے مویشی میں سے زکوٰۃ لے گا پس اس صورت میں یہ قول حنفیہ کے موافق ہوگا۔

(د):

خشیۃ الصدقۃ کا تعلق حنفیہ کے نزدیک مالکانِ مویشی اور سائی دونوں سے ہیں اگر مالکانِ مویشی سے اس خطاب کا تعلق ہو تو تقدیرِ عبارت ہوگی: خشیۃ وجوب الصدقۃ او خشیۃ کثرۃ الصدقۃ یعنی مالکان سے کہا گیا کہ جو مویشی جدا ہیں ان کو زیادہ زکوٰۃ واجب ہونے کے اندیشہ سے جمع نہ کیا جائے، مثلاً دو شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں ان میں دو بکریاں واجب ہیں لیکن اگر وہ جمع کر کے ایک کی بکریاں بتائیں تو ایک بکری واجب ہوگی ایسی حیلہ بازی نہ کی جائے اسی طرح جو مویشی جمع ہیں ان کو وجوبِ زکوٰۃ کے اندیشہ سے جدا نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا جائے مثلاً ایک شخص کی چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے کی بیس اوّل پر ایک بکری واجب ہے اور دوسرے پر کچھ نہیں اب اگر پہلا شخص اپنی چند بکریاں دوسرے کے ریوڑ میں ملادے تو دونوں پر زکوۃ واجب نہ ہوگی حدیث میں ایسا فریب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور اگر ساعی سے تعلق ہو تو تقدیر عبارت ہوگی: خشية قلة الصدقة اور خشية ان لاتجب الصدقة یعنی ساعی سے کہا گیا کہ وہ زکوۃ وصول کرنے کی غرض سے جمع و تفریق نہ کرے مثلاً دو بھائیوں کے پاس انصافاً دوسو بکریاں ہیں اور متفرق ہیں پس ہر ایک پر ایک بکری واجب ہے ساعی ان کو جمع کرائے اور دوسو میں سے تین بکریاں لے ایسا نہ کریں بلکہ ملکیت کا اعتبار سے زکوۃ لے یا دو بھائیوں کی ملی ہوئی اسّی بکریاں ہیں ساعی دو بکریاں لینے کے لئے ان کو جدا کرائے اس سے منع کیا گیا۔

اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خشية الصدقة کا تعلق صرف ساعی کے ساتھ ہے۔

(تحفۃ القاری ۴/ ۲۲۳)

سوال: ۱۱۰، صفحہ: ۱۹۷

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ ذَالِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ! قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَارَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عورتوں کے زیورات میں زکوۃ کا حکم مع اختلاف ائمہ تحریر کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ ابھی تو کوئی جہنم میں گیا نہیں حضور علیہ السلام کو جہنم میں کیسے دکھائے گئے اور کب؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، اس لئے کہ مجھے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دکھلائی گئی ہے، عورتوں نے پوچھا کس وجہ سے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو میں نے عقل اور دین کی اَدھوری کوئی مخلوق ایسی نہیں دیکھی جو سمجھدار اور انجام بیں مرد کی عقل کو اُچک لے تم سے زیادہ اے عورتوں کی جماعت۔

(ب):

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت کے استعمالی زیور پر زکوۃ نہیں ہے۔

دلیل: (۱) عن جابر رضی اللہ عنہ أنہ قال: لیس فی الحلی زکوٰۃ.

(۲) قال أحمد رحمۃ اللہ علیہ خمسۃ من أصحاب رسول اللہ ﷺ یقولون: لیس فی الحلی زکوٰۃ ویقولون زکاتہ عاریۃ. (المغنی ۲۲۱/۴)

اور حنفیہ کے نزدیک زیور خواہ استعمالی ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوۃ واجب ہے اگر مقدار نصاب کو پہنچ جائے۔

دلائل: (۱) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ أن امرأتین أتتا رسول اللہ ﷺ وفی أیدیھما سواران من ذھب فقال لھما: أتؤدیان زکاتہ فقالتا: لا. فقال لھما رسول اللہ ﷺ: أتحبان أن یسورکما اللہ بسوارین من نار؟ قالتا: لا. قال: فأدیا زکاتہ.

(۲) عن أم سلمۃ رضی اللہ عنہ قالت: کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت یارسول اللہ اکنز ھو فقال مابلغ ان تؤدی زکاتہ فزکی فلیس بکنز.

(۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنہ قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ فرأی فی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یدی فتخات من ورق فقال ماهذا یا عائشة فقلت صنعتهن أتزین لك یا رسول الله قال اتؤدین زکاتهن قلت لا اوشاء الله قال هو حسبك من النار.

(ج):

حضور علیہ السلام کو شب معراج میں جنت وجہنم دکھائی گئی ہے۔ اور یہ عالم مثال کی جنت جہنم ہیں، مثال کے معنٰی ہیں فوٹو کاپی عالم مثال اس دنیا کی بھی فوٹو کاپی ہے اور عالم آخرت کی بھی اس میں ہماری گزشتہ دنیا اور آنے والی آخرت کی مثالیں موجود ہیں آنحضور علیہ السلام نے عالم مثال کی جنت وجہنم کی سیر کی ہے اور جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ دیکھی ہے۔

سوال: ۱۱۱، صفحہ: ۱۹۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ فَیَحْتَطِبَ عَلٰی ظَهْرِهٖ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ یَّأْتِیَ رَجُلًا. فَیَسْأَلَهٗ. أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ.

(۱۴۱۱، ۱۴۲۱ھ)

(الف) حدیث کا واضح ترجمہ کیجئے۔

(ب) نیز یہ بتائیں کہ آپ علیہ السلام کو قسم کھانے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ خطاب مؤمنین مصدقین سے ہے۔

(ج) کیا ہر قسم کا سوال ہر ایک کے لیے منع ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے اگر تفصیل ہے تو اس کو واضح طور پر تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے ایک شخص رسّی لے اور اپنی پیٹھ پر سوختہ لاد کر لائے یہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ کسی آدمی کے پاس جائے اور اس سے مانگے وہ اس کو دے یا نہ دے۔

(ب):

آپ ﷺ نے مخاطبین مسلمان ہونے کے باوجود قسم دو وجہ سے کھائی ہے:

(۱) ایک تاکید کے لئے کما یفهم من هٰذه العبارة والذی نفسی بیده القسم التاكيد فقط لا لمنكر المخاطب.

(۲) دوسری وجہ سوال پر عار دلانے کے لئے کما یفهم من کلام الشیخ صاحب فتح الملهم فيه الحض على التعفف من المسألة والتنزه عنها.

(ج):

اس میں تفصیل ہے: (۱) جو شخص نصاب نامی کا مالک ہو اس پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہے اور ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ لینا اور زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں نیز اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔

(۲) جو شخص نصاب کا مالک ہو لیکن نصاب نامی نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ قربانی اور صدقہ فطر اس پر واجب ہے اور اس کے لئے زکوٰۃ لینا اور زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔

(۳) اور جس شخص کے پاس کوئی نصاب نہیں نہ نامی نہ غیر نامی مگر اس کے پاس گزارہ کے بقدر ہے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اس کے لئے لینا بھی جائز ہے مگر اس کے لئے زکوٰۃ کا سوال کرنا حرام ہے۔

(۴) اور جس شخص کے پاس ایک دن اور ایک رات کی غذا کا بھی انتظام نہ ہو، البتہ وہ کمانے پر قادر ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵) اور جس شخص کے پاس ایک دن اور ایک رات کی غذا کا بھی انتظام نہ ہو اور وہ کمانے پر بھی قادر نہیں تو اس کے لئے سول کرنا بلا کراہت جائز ہے یہ حنفیہ کا مسلک ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک جس شخص کے پاس پچاس درہم سے کم ہوں اس کے لئے سوال جائز ہے۔

دلیل: قال رسول اللہ ﷺ من سأل الناس وله مايغنيه جاء يوم القيامة ومسئلته في وجهه خموش اور خدوش قيل يا رسول الله مايغنيه قال خمسون درهما اوقيمتها من الذهب.

وجہ استدلال: اس میں آپ ﷺ نے مایغنیہ کی تفسیر خمسون درهمًا سے کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم کے ساتھ سوال جائز ہے۔

حنفیہ کے دلائل:

(۱) ابوداؤد کی روایت میں ہے آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: ما الغنى الذى لاينبغي معه المسألة قال قدر مايغذيه ويعشيه وفي رواية نفيلي ان يكون له شبع يوم وليلة.

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما لاتحل الصدقة لغني ولا لذى مرة سوى.

ذی مرۃ کے معنی صاحبِ قوت۔ سوی کے معنی سلیم الاعضاء کے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ تندرست اور توانا شخص کے لئے کسی حال میں بھی سوال کرنا جائز نہیں ہے لیکن سوال صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جس کے پاس قوت یوم ولیلۃ بھی موجود نہ ہو۔

(تحفۃ القاری ۲۵۱/۴)

سوال: ۱۱۲، صفحہ: ۲۰۱

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيْ أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْكَانَ عِثْرِيًّا الْعُشْرُ وَمَاسُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيثُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ وَبَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسِّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبْتِ.

(۱۴۲۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے اس کی تفصیل کریں، نیز ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔

(ج) امام ابوعبداللہ صاحب اس ضمن میں کیا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں اس کی وضاحت کریں، نیز ابوعبداللہ صاحب کی تعیین کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں، پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس پیداوار میں جس کو بارش اور چشموں کے پانی نے سینچا ہے یا وہ زمین عثری ہے دسواں حصہ ہے اور اس پیداوار میں جو پانی بردار اونٹنی کے ذریعہ سینچی گئی ہے بیسواں حصہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام بخاری فرماتے ہیں یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے اس لئے کہ پہلی حدیث میں یعنی ابن عمر کی حدیث میں کہ جس کھیتی کی بارش کے پانی سے سنچائی ہوئی ہو عشر ہے نصاب کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس حدیث میں (یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں) نصاب کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اس کی تعیین کی ہے اور زیادتی قبول کی جاتی ہے اور مفصل حدیث فیصلہ کرتی ہے مجمل حدیث کا جبکہ اس کا راوی ثقہ ہو۔

(ب):

حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ پیداوار میں عشر یا نصف عشر کب واجب ہوگا اس میں اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک پیداوار میں عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) اس وقت واجب ہوتا ہے جب پیداوار کم سے کم پانچ وسق ہو اس سے کم پیداوار میں عشر واجب نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ پیداوار ذخیرہ کرنے کے قابل ہو جو چیزیں جلدی خراب ہو جاتی ہیں جیسے بیگن، لوکی، ٹماٹر وغیرہ ان میں عشر واجب نہیں۔ الغرض جمہور کے نزدیک پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) پیداوار سال بھر ذخیرہ کر کے رکھی جا سکتی ہو۔ (۲) پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہو۔

دلیل: (۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لیس فیما اقل من خمسة اوسق صدقة.

(۲) اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی ہر پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اور سال بھر باقی رہنے والی ہو یا جلدی خراب ہونے والی ہو۔

دلائل: (۱) قوله تعالیٰ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے جو ہم نے پیدا کی ہیں تمہارے لیے زمین میں۔

(۲) قولہ تعالیٰ: كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ.

کھاؤ ان کے پھلوں میں سے جس وقت وہ پھل دیں اور ادا کرو اللہ کا حق جس دن اس کو کاٹو۔

(۳) قولہ تعالیٰ: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً.

ان کے مال میں سے زکوۃ لیجئے۔

(۴) عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال فيما سقت السماء والعيون او كان عثريا العشر وماسقي بالنضح نصف العشر.

وجہ استدلال: ان آیات واحادیث میں زرعی پیداوار میں جس حق کا ذکر ہے وہ مطلق ہے اس میں قلیل وکثیر کی تفریق نہیں کی گئی ہے یہی عمومات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہیں۔ (تحفۃ القاری ۲۶۸/۴۔ تحفۃ الالمعی ۵۳۲/۲)

:(ج)

امام ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں دو اہم قاعدے بیان فرمائے:

(۱) ثقہ کی زیادتی معتبر ہے۔

(۲) مفسر (مفصل) اور مبہم (مجمل) اگر جمع ہو جائے تو مفسر اور مفصل کو لیں گے۔

جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے کعبہ شریف میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز پڑھی ہے پس بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث لیں گے کیونکہ وہ واضح ہے اور حضرت فضل کی روایت نہیں لیں گے، کیونکہ وہ غیر مفسر ہے اسی طرح یہاں بھی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث لیں گے، کیونکہ وہ مفسر اور واضح ہے اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے اور ابن عمر کی حدیث مبہم اور غیر واضح ہیں اس لئے اس کو نہیں لیں گے۔

امام ابوعبداللہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مراد ہے۔ (تحفۃ القاری ۲۶۹/۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۱۴، صفحہ: ۳۱۴

وَالتَّمَتُّعُ وَالْقِرَانُ وَالْإِفْرَادُ بِالْحَجِّ وَفَسْخُ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ۔
(۱۴۱۰ھ)

(الف) آپ حج کی تینوں قسموں کی الگ الگ تعریف کریں۔

(ب) آنحضور ﷺ کا حج افراد تھا یا تمتع یا قران۔ احناف کے نزدیک ان تینوں میں سے افضل کونسا ہے ان کی دلیل کیا ہے؟

(ج) فسخ حج کا کیا مطلب ہے یہ حکم کن لوگوں کو دیا گیا تھا اور یہ حکم اب بھی باقی ہے یا نہیں؟

الجواب:

(الف):

(۱) **حج افراد کی تعریف:** حج افراد یہ ہے کہ آدمی میقات سے صرف ایک چیز یعنی حج کا احرام باندھے۔

(۲) **حج تمتع کی تعریف:** حج تمتع یہ ہے کہ آفاقی حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور اپنا عمرہ پورا کر کے حلال ہونے کی حالت میں مکہ میں رہے پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ ہی سے حج کا احرام باندھے۔

(۳) **حج قِران کی تعریف:** حج قران یہ ہے کہ آفاقی میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔

(ب):

نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع میں قارن تھے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قران سب سے افضل ہے پھر تمتع پھر افراد۔

دلائل: (۱) عن عمر رضی اللہ عنهما سمعت النبي ﷺ بوادي العقيق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یقول اتانی اللیلة آتٍ من ربی فقال صلّ فی ھذا الواد المبارک رکعتین وقل عمرة فی حجة.

یعنی ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کیجئے اور حج کے ساتھ عمرہ بھی کیجئے۔ اس حدیث میں اللہ کی جانب سے نبی علیہ السلام کو حج قران کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۲) ان النبی ﷺ حج ثلاث حجج حجتین قبل ان یہاجروا حجة بعد ماھاجروا معہا عمرة.

وجہِ استدلال: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے حج قران ادا فرمایا نہ کہ تمتع کیونکہ حدیث میں لفظ ہے حجة معہا عمرة۔

(۳) عن انس رضی اللہ عنہ سمعت النبی ﷺ یقول لبیک بعمرة وحجة.

وجہِ استدلال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام کے نہایت قریب تھے اور اس قربت ہی کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا تلبیہ سنا جو قران کا تلبیہ تھا۔

(۴) عن جابر رضی اللہ عنہ انطلقوا بحجة وعمرة وانطلق بحجة.

وجہِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حج قران ادا کیا تھا۔

(ج):

فسخ حج کا مطلب: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام نے ذوالحلیفہ سے صرف حج کا احرام باندھا تھا، اس لئے کہ جاہلیت سے یہ تصور چلا آرہا تھا کہ جس سال حج کرنا ہو اس سال اشہر حج میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے، چنانچہ جب مکہ پہنچے تو یا نیا حکم آیا کہ لوگ حج کا احرام عمرہ سے بدل دیں اور افعالِ عمرہ کر کے احرام کھول دیں، چنانچہ نبی علیہ السلام نے حکم دیا جن لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی کہ وہ لوگ حج کا احرام عمرہ سے بدل دیں اور افعالِ عمرہ کر کے احرام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کھول دیں تاکہ اشہرِ حج میں عمرہ کی کراہیت سے متعلق جاہلیت کا تصور کی تردید ہوجائے۔
یہ حکم صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے اور اب باقی نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا حج فسخ کرنے کی یعنی حج کا احرام عمرہ سے بدلنے کی رُخصت ہمارے لئے خاص ہے، یا سب کے لئے یہ رخصت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے خاص ہے۔ (تحفۃ القاری ۴/۳۵۱)

سوال: ۱۱۴، صفحہ: ۲۲۱

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِيْ حَجًّا قَالَ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا۔

(۱۴۳۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) حج کا طریقہ مع اس کی تینوں قسموں کے بالتفصیل بیان کریں۔
(ج) قارن ایک طواف اور ایک سعی کرے گا یا دو طواف اور دو سعی، اختلافِ ائمہ مع دلائل لکھیں۔
(د) پھر حدیث باب کی احناف کیا توجیہ کرتے ہیں تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پس جن لوگوں نے عمرہ کا احرام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

باندھا، طواف کیا پھر حلال ہوگئے، پھر دوسرا طواف منیٰ سے لوٹنے کے بعد کیا ہے اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم گواہ رہو میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کرلی۔ راوی کہتے ہیں پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ پہنچے تو دونوں کے لئے ایک طواف کیا۔

(ب):

حج کا طریقہ: حج کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) مکہ کے باشندوں کے لئے خواہ وہ مکہ کے اصلی باشندے ہوں یا حج تمتع کی نیت سے باہر سے آئے ہوں اور عمرہ کا احرام کھول کر مکہ میں مقیم ہوگئے ہوں۔ (۲) آفاقی کے لئے، مکہ سے حج کرنے کا طریقہ: حاجی مکہ ہی سے احرام باندھے خواہ گھر سے باندھے یا مسجد حرام سے اور احرام میں ان اُمور سے اجتناب کرے (۱) جماع اور اس کے اسباب سے (۲) سر منڈانے سے اور بدن کے کسی بھی حصہ کے بال کٹوانے سے (۳) ناخن ترشوانے سے (۴) سِلا ہوا کپڑا پہننے سے (۵) سر ڈھانکنے سے (۶) خوشبو لگانے سے (۷) شکار کرنے سے (۸) اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نکاح کرنے سے یہ آٹھ باتیں ممنوعاتِ احرام ہیں۔ پھر آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ جائے وہاں ظہر سے نو ذی الحجہ کی صبح تک پانچ نمازیں پڑھیں، پھر نویں ذی الحجہ کی صبح کو وہاں سے عرفہ کے لئے روانہ ہو اور منیٰ کا یہ قیام سنت ہے ضروری نہیں، پس اگر کوئی مکہ سے نو ذی الحجہ کو سیدھا عرفہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور میدانِ عرفہ میں نو ذی الحجہ کی شام تک رُکا رہے۔ یہاں مسجد نمرہ میں ظہر وعصر ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھے اور نماز سے فارغ ہوکر عرفہ کے کاموں میں یعنی ذکر واذکار اور دعا میں مشغول ہوجائے پھر وہاں سے غروب آفتاب کے بعد لوٹے اور ابھی مغرب نہ پڑھے پھر مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء ایک ساتھ پڑھے اور مزدلفہ میں رات گزارے، فجر کی نماز کے بعد وقوفِ مزدلفہ کرے، پھر وہاں سے طلوع آفتاب سے کچھ پہلے منیٰ کے لئے روانہ ہوجائے اور منیٰ میں پہنچ کر جمرہ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی اگر ساتھ ہو تو اس کو ذبح کرے پھر احرام کھول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دے، خواہ سر منڈائے یا بال ترشوائے اب بیوی کے علاوہ سب چیزیں حلال ہوگئیں پھر طواف زیارت کرے اس کے بعد بیوی بھی حلال ہوجاتی ہے اور طوافِ زیارت کا وقت دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذی الحجہ کے غروب شمس ہونے تک ہے البتہ حائضہ جب بھی پاک ہو طوافِ زیارت کرے اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پھر منیٰ میں قیام کرے اور روزانہ تینوں جمرات کو کنکریاں مارے، بارہ کے رمی کے بعد حج مکمل ہوگیا پھر اگر مکی ہوتو اس پر طوافِ وداع نہیں اور آفاقی ہوتو روانگی کے وقت طوافِ وداع کرے یہ طواف واجب ہے۔

آفاق سے حج کرنے کا طریقہ: میقات سے حج کا احرام باندھے پھر اگر سیدھا عرفہ چلا جائے تو اس پر طوافِ قدوم نہیں اور اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے مکہ میں داخل ہوتو طوافِ قدوم کرے یہ طواف سنت ہے اور اس میں رَمل کرے اور اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر حالتِ احرام میں رہے، یہاں تک کہ وقوفِ عرفہ کرے اور ذی الحجہ کو رمی کرے اور سر منڈوا کر یا بال ترشوا کر احرام کھول دے اس کے بعد طوافِ زیارت کرے اور اس میں رَمل اور اس کے بعد سعی نہ کرے لیکن اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی ہوتو طوافِ زیارت میں رَمل اور طواف کے بعد سعی بھی کرے۔

(۳) **حج تمتع کا طریقہ:** آفاقی حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور اپنا عمرہ پورا کرے اور احرام کھول دے پھر حلال ہونے کی حالت میں مکہ میں رہے پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ ہی سے حج کا احرام باندھے اور حج ادا کرے۔ متمتع پر قربانی واجب ہے۔

(۴) **حج قِران کا طریقہ:** آفاقی میقات سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے، پھر مکہ پہنچ کر پہلے طواف قدوم کرے یہ سنت ہے پھر عمرہ کا طواف کرے اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے یہ افعالِ عمرہ ہے پھر احرام کی حالت میں رہے اور نفل طواف وغیرہ عبادتیں کرتا رہے پھر حج کرے اور وقوفِ عرفہ کے بعد طواف زیارت کرے اور اس کے بعد حج کی سعی کرے۔ (تحفۃ القاری ۴/۳۴۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۱۵، صفحہ: ۲۳۴

(۱۴۲۴ھ)

(الف) افعالِ حج میں رمی، ذبح، حلق، اور طواف کے درمیان ترتیب کی بابت ائمہ اربعہ اور صاحبین کا مذہب نقل کریں۔

(ب) پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ قیل له فی الذبح والحلق والرمی والتقدیم والتأخیر فقال لاحرج بظاہر امام ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف ہے آپ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب اور اس کی توجیہ بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متمتع اور قارن پر رمی ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے، تقدیم وتاخیر کی صورت میں دم واجب ہوگا اور طوافِ زیارت میں ترتیب واجب نہیں، البتہ مناسک ثلاثہ کے بعد طواف زیارت کرنا مسنون ہے۔

اور مفرد پر چونکہ قربانی واجب نہیں اس لئے اس پر صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے۔

دلائل: (۱) قوله تعالیٰ: وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.
اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈواؤ جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذالك دما.

جو مناسک میں تقدیم وتاخیر کردے اس کو چاہئے کہ دم دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈالیا تو دم واجب ہے۔

وجہ استدلال: یہ آیت اور دونوں روایتوں سے بھی حلق پر قربانی کی تقدیم صاف مفہوم ہوتی ہے اور طواف کی ترتیب پر دلالت کرنے والا کوئی حرف نہیں اور رمی کی تقدیم سب مناسک پر فعل نبوی اور ارشاد خذوا عنی مناسککم سے ثابت ہے۔

اور ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک مذکورہ چاروں مناسک میں ترتیب سنت ہے پس تقدیم و تاخیر سے کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔

دلیل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رجل للنبی ﷺ زرت قبل ان ارمی قال لاحرج قال حلقت قبل ان اذبح قال لاحرج قال ذبحت قبل ان ارمی قال لاحرج. (درس ترمذی۔ تحفۃ القاری ۴/۴۵۸)

(ب):

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ: (۱) یہ حدیث اور اسی طرح لاحرج والی روایات میں تشریع کے وقت کی ترخیص ہے یعنی جب کوئی نیا مسئلہ بتایا جاتا ہے تو فوری الجھن پیش آتی ہے اس میں سہولت دیتی ہے شریعت جیسا کہ قربانی کی مسئلہ میں حضرت براء کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ماموں کو ایک سال سے کم عمر کی بکری کی قربانی کی اجازت دی ہے اور فرمایا لا تجزی جذعة بعدك یہ سہولت صرف آپ کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ یہی تشریع کے وقت کی ترخیص ہے چونکہ یہ حج کا پہلا موقع تھا اور لوگوں کو اگرچہ مناسک کی ترتیب بتادی گئی تھی مگر عدمِ مزاولت کی وجہ سے خلاف ورزی ہوگئی تو آپ ﷺ نے درگزر فرمایا اور کفارہ کا حکم نہیں دیا۔

(۲) اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لاحرج سے گناہ کی نفی فرمائی ہے کہ اگر بھول سے کوئی فعل آگے پیچھے ہوجائے تو اس میں گناہ نہیں ہے دم واجب ہونے کی نفی نہیں فرمائی ہے اس لئے دم واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۱۱۶، صفحہ:۲۴۶

بَابُ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ. عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جُثَامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَهُوَ بِالأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

(۱۴۱۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث مذکورہ میں حیًّا کی قید نہیں ہے پھر اس حدیث سے ترجمۃ الباب کس طرح ثابت ہوگا۔

(ج) ترجمۃ الباب کے تحت پیش کی جانے والی حدیث کا مقصد صرف ترجمۃ الباب کو ثابت کرنا ہوتا ہے یا کچھ اور بھی مقاصد ہوتے ہیں، اگر دیگر مقاصد بھی ہوتے ہیں تو یہاں حدیث مذکور کو لانے کا مقصد بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اگر محرم کو زندہ گورخر ہدیہ میں پیش کیا جائے تو قبول نہ کرے۔ حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ مقام ابواء یا ودان میں تھے کہ انہوں نے ایک گورخر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا پھر جب آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا تو فرمایا ہم نے صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طور پر ہے کہ حدیث میں اگرچہ حیا کا لفظ صراحۃً نہیں ہے لیکن کنایۃً حدیث سے حیا کی قید کی طرف اشارہ ہے اس طور پر کہ نبی ﷺ نے ہدیہ قبول نہ کرنے کی علت بتائی ہے کہ آپ ﷺ محرم ہیں، اور محرم شکار نہیں مار سکتا وہ ہدیہ قبول کرے گا تو اس شکار کو آزاد کردینا ضروری ہوگا، اس لئے محرم شکار کا ہدیہ قبول نہ کرے تاکہ وہ شکار حلال کے کام آئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ شکار زندہ تھا، کیونکہ اگر مردہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ علت یعنی ہدیہ قبول نہ کرنے کی علت حالتِ احرام میں ہونا بیان نہیں کرتے، کیونکہ محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا جائز ہے پس لازماً یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ جانور زندہ تھا پس ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔

(تحفۃ القاری ۴/۵۲۵)

(ج):

امام بخاری مختلف اغراض سے ترجمہ قائم کرتے ہیں اور ترجمۃ الباب کے تحت حدیث لاتے ہیں کبھی ترجمۃ الباب کے تحت آنے والی حدیث مختلف طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہوتی ہے جو باہم متعارض ہوتی ہے تو امام بخاری ترجمہ میں کوئی لفظ لاکر تمام روایات میں تطبیق دیتے ہیں اور کبھی ترجمۃ الباب میں حدیث لے آتے ہیں اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ مافی الباب کی حدیث میں احتمال تھا کہ وہ کس بات سے متعلق ہے تو ترجمۃ الباب کی حدیث سے اس کی تعیین کردیتے ہیں اور کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا لفظ لے آتے ہیں جس سے مافی الباب کی حدیث کی تشریح مقصود ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی یہ ہوا کہ مافی الباب کی حدیث مبہم ہے کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے جو شکار آپ ﷺ کو دیا وہ زندہ تھا یا ذبح کیا ہوا تھا۔

نیز دوسری روایتوں میں ذبح کیا ہوا دینے کی بات آئی ہے یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ نے ترجمۃ الباب میں حیا کی قید بڑھا کر حدیث کی تشریح کردی اور اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ جس روایت میں ذبح کیا ہوا گوزخر پیش کرنے کی بات آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

سوال: ۱۱۷، صفحہ: ۲۵۶

بَابُ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَايَنْقُصَانِ شَهْرَا عَيْدٍ رَمَضَانُ وَذُوالْحَجَّةِ. قَالَ اَبُوعَبْدِ اللهِ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُوالْحَجَّةِ وَاِنْ نَقَصَ ذُوالْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. وَقَالَ اَبُوالْحَسَنِ كَانَ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ يَقُوْلُ لَايَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيْلَةِ.

(۱۴۱۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترجمۃ الباب کا مقصد متعین کریں۔

(ج) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ دونوں توجیہات کی تشریح اور ان دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت کیجئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو مہینے گھٹتے نہیں وہ عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجہ ہیں۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر رمضان ناقص یعنی انتیس کا ہو تو ذوالحجہ پورا ہوگا یعنی پورے تیس کا ہوگا اور اگر ذوالحجہ ناقص ہو تو رمضان پورا ہوگا اور ابوالحسن نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ دونوں فضیلت میں ناقص نہیں ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

ترجمة الباب کا مقصد: یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے ذریعہ ایک وہم کا ازالہ فرمایا کہ رمضان کا مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے، کبھی تیس کا اسی طرح ذوالحجہ بھی کبھی انتیس کا ہوتا ہے کبھی تیس کا اس سے کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ رمضان کا روزہ ایک مہینہ فرض ہے جب اُنتیس کا مہینہ ہوگا تو روزہ پورا نہیں ہوگا اور ثواب بھی پورا نہیں ملے گا، امام بخاری اس باب سے اس وہم کو دُور فرما رہے ہیں کہ یہ مہینہ اگر چہ عدد کے اعتبار سے کم وبیش والا ہوتا ہے لیکن ثواب اور کمال میں ذرّہ برابر کمی نہیں آتی ہے یہ رمضان کے بارے میں تو ٹھیک ہے البتہ ذوالحجہ کا ذکر شاید تبعاً کیا ہے جیسے حدیث میں ہے: أقتلوا الاسودین فی الصلاۃ الحیة والعقرب. سانپ تو کالا ہوتا ہے لیکن بچھو کالا نہیں ہوتا پس اصل مقصد سانپ کا ذکر ہے اور بچھو کا ذکر تبعاً آ گیا، اسی طرح یہاں بھی رمضان کا ذکر مقصداً اور ذوالحجہ کا ذکر تبعاً ہے۔

(ج):

پہلی توجیہ کی تشریح: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ دونوں مہینے ایک ساتھ نہیں گھٹتے یعنی دونوں اُنتیس اُنتیس کے نہیں ہوتے، اگر ایک اُنتیس کا ہوگا تو دوسرا تیس کا ہوگا ہاں دونوں تیس کے ہو سکتے ہیں۔

دوسرے مطلب کی تشریح: امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں مہینے اُنتیس اُنتیس کے بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ دونوں تیس تیس کے ہو سکتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثواب نہیں گھٹتا اگر مہینے اُنتیس کے بھی ہوں تب بھی ثواب پورے دن کا ملے گا۔

دونوں میں فرق: پہلے مطلب کی بنا پر دونوں مہینے تیس تیس کے تو ہو سکتے ہیں لیکن دونوں اُنتیس اُنتیس کے نہیں ہو سکتے ہیں اور دوسرے مطلب کی بنا پر دونوں مہینے اُنتیس اُنتیس کے بھی ہو سکتے ہیں جیسے دونوں تیس تیس کے ہو سکتے ہیں۔ (تحفۃ القاری ۴/ ۵۸۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۱۸، صفحہ: ۴۵۷

عَنْ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ. وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا، وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ. فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ. فَقَالَ كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، وَهُنَّ أَعْلَمُ. وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

(۱۴۱۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مسئلہ مذکورہ فی الحدیث میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔

(ج) اور الأوّل اسند سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیا کہنا چاہتے ہیں نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کیا مذہب تھا؟

(د) اس حدیث کو سننے کے بعد ان کا کیا عمل رہا اس کو بھی بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کہتے ہیں ان کے ابا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبدالرحمٰن نے مروان سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی علیہ السلام کو صبح صادق پاتی تھی درآنحالیکہ آپ علیہ السلام بیوی سے صحبت کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے تھے، پھر آپ علیہ السلام غسل فرماتے تھے اور روزہ رکھتے تھے (یہ حدیث سن کر) مروان نے عبدالرحمٰن سے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں یہ حدیث سنا کر آپ ضرور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ میں ڈالیں (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور مروان میں دوستانہ تعلقات تھے اور یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے خلاف تھی اس لئے مروان نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ضرور یہ حدیث سناؤ تا کہ وہ گھبرا جائیں) اور ان دنوں میں مروان مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ ابوبکر کہتے ہیں عبدالرحمٰن نے اس کو ناپسند کیا (عبدالرحمٰن جانتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے مگر وہ بڑے آدمی تھے صحابیٔ رسول تھے، اس لئے عبدالرحمٰن کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرنے کی ہمت نہ ہوئی) پھر ہمارے لئے ذوالحلیفہ میں جمع ہونا مقدر کیا گیا یعنی اتفاقاً ذوالحلیفہ میں ہماری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پس عبدالرحمٰن نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میں آپ سے ایک حدیث ذکر کرتا ہوں اور اگر مروان نے وہ حدیث ذکر کرنے کے لئے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث ذکر نہ کرتا پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سنائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح بیان کیا ہے (یعنی میں حضرت فضل کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں) اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں اور ہمام نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے یعنی اگر صبح صادق کے وقت جنبی ہے تو آپ علیہ السلام فرماتے تھے کہ اب روزہ نہ رکھے اور پہلی روایت سند کے اعتبار سے اقویٰ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

مسئلہ مذکورہ میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے سات اقوال ذکر کئے ہیں:

(۱) جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک مطلقاً روزہ ہوجائے گا اور جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے، خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، طلوع فجر کے بعد فوراً غسل کرلے یا تاخیر کرکے پھر یہ تاخیر خواہ عمداً ہو یا نسیاناً نیند کی وجہ سے۔

(۲) جنبی کا روزہ مطلقاً صحیح نہیں ہوگا یہ فضل بن عباس اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔

(۳) اگر غسل عمداً موخر کیا تو صحیح نہیں ہوگا اور اگر نسیاناً موخر ہوگیا تو صحیح ہوجائے گا۔ یہ طاؤس اور عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا مسلک ہے۔

(۴) اگر فرض روزہ ہو تو صحیح نہیں ہوگا اور اگر نفل روزہ ہو تو صحیح ہوجائے گا۔ یہ حضرت ابراہیم النخعی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

(۵) روزہ بھی پورا کرے گا اور قضاء بھی کرے گا۔ یہ حضرت سالم بن عبداللہ اور عطاء بن ابی رباح رحمہا اللہ کا مسلک ہے۔

(۶) روزہ صحیح ہوجائے گا لیکن فرض روزہ کو قضاء کرنا مستحب ہے۔ یہ حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

(۷) اگر طلوعِ شمس سے قبل غسل کرلیا تو روزہ درست ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائے گا۔ یہ حضرت ابن حزم کا مسلک ہے۔ (درسِ ترمذی)

(ج):

والأوّل اسند سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذہب جمہور کی تائید کررہے ہیں اس طور پر کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی روایت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سند کے اعتبار سے اقویٰ ہے اس لئے اس پر اُمت کا عمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پہلا مذہب یہ تھا کہ اگر صائمہ بحالتِ جنابت صبح کرلے تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا۔ (تحفۃ القاری ۴/۵۹۵)

(د):

جب حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت سنائی تو انہوں نے اپنے سابقہ قول اور فتویٰ سے اس حدیث کی طرف رجوع کرلیا اور فرمایا: هما أعلم برسول الله منا.

سوال: ۱۱۹، صفحہ: ۲۶۱

(الف) لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ وَحَدِيْثُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

میں باہم تعارض ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس تعارض کو کس طرح دفع فرمائی ہے۔

(ب) مَتٰى يُقْضٰى قَضَاءُ رَمَضَانَ کے تحت قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرِّقَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ کو ذکر کیا ہے دونوں حضرات کے قول کا مطلب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل تحریر کریں۔

(ج) قَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا، وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ.

ابراہیم نخعی کا قول وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول يطعم کا مطلب ذکر کرکے بتائیں کہ امام بخاری نے کس کو ترجیح دی ہے؟

(۱۴۲۵ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعارض کو اس طرح دفع فرمایا ہے کہ حدیث اوّل مذکور فی السوال تکلیف اور مشقت پر محمول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب ایک سفر میں قافلہ نے پڑاؤ کیا آپ ﷺ نے ایک جگہ بھیڑ دیکھی آپ ﷺ نے صورت حال دریافت کی تو عرض کیا گیا ایک صاحب کا روزہ ہے ان کو روزہ لگا ہے اس لئے سایہ کر کے لوگ ان کو آرام پہنچارہے ہیں اس دن آپ ﷺ نے فرمایا: لیس من البرّ الصیام فی السفر. اس واقعہ سے معلوم ہوا یہ ارشاد مشقت کی وجہ سے ہے۔ اور حدیث ثانی مذکور فی السوال عدمِ تکلیف اور عدمِ مشقت پر محمول ہے لہٰذا دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

(ب):

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قضاء کے روزے متفرق رکھنے میں کچھ حرج نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل: قولہ تعالیٰ: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. پس دوسرے دِنوں سے شمار کرنا ہے یعنی جتنے روزے گئے ہیں دوسرے دنوں میں اتنے ہی روزے رکھنے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلسل کی قید کے بغیر روزے رکھنے کا حکم دیا ہے پس چاہے تو مسلسل رکھے چاہے تو متفرق۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب: سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے عشرِ ذی الحجہ کے روزوں کے بارے میں فرمایا مناسب نہیں یہاں تک کہ شروع کرے دو رمضان سے یعنی کسی کے رمضان کے روزے رہ گئے ہوں اور ذی الحجہ کا مہینہ آجائے تو پہلے رمضان کے قضا روزے رکھے کیونکہ وہ فرض ہیں اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اور عشرِ ذی الحجہ کے روزے نفل ہیں پس فرض روزے چھوڑ کر نفل روزے رکھنا مناسب نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

ابراهیم نخعی رحمة الله علیه کے قول کا مطلب: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کے ذمہ رمضان کے روزے باقی تھے، اس نے قضا کرنے میں کوتاہی کی، یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں رمضانوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ یعنی کھانا کھلانا واجب نہیں یعنی تاخیر کرنے کی وجہ سے فدیہ واجب نہیں۔

حضرت ابوهریره اور ابن عباس رضی الله عنهم کے قول کا مطلب:

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ کھانا کھلائے یعنی اگر رمضان کے روزے باقی تھے اور اگلا رمضان شروع ہو گیا تو قضا کے علاوہ فدیہ یعنی کھانا کھلانا بھی واجب ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اس طور پر کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فرمایا ہے یعنی صرف قضا کا حکم دیا ہے فدیہ کا حکم نہیں پس زندگی میں جب بھی روزے قضاء کرے فدیہ واجب نہیں۔ (تحفۃ القاری ۵/ ۶۰)

سوال: ۱۲۰، صفحہ: ۲۶۱

بَابٌ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ إِلٰى قَوْلِهٖ عَلٰى مَا هَدٰاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. قَالَ ابْنُ أَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيْقُهٗ، وَرُخِّصَ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ فَأُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

(۱۴۳۰ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) دونوں روایتوں میں بظاہر تخالف ہے دونوں میں ناسخ مختلف ہے آپ کے نزدیک اصل ناسخ کونسا ہے؟ اور کیوں اور دوسری روایت کی توجیہ کیا ہے؟

(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نسخ سے گریز کرتے ہوئے آیت کی کیا توجیہ کی ہے؟ لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: جس کو روزہ رکھنا بہت بھاری معلوم ہو وہ فدیہ دے۔ حضرت ابن عمر اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الخ نے منسوخ کر دیا اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی متعدد صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو یہ حکم لوگوں کو بھاری معلوم ہوا، چنانچہ ان کو اختیار دیا گیا کہ جس کو روزہ رکھنا بہت بھاری معلوم ہو وہ روزہ نہ رکھے بلکہ ہر روزہ کے بدلے میں ایک غریب کو کھانا کھلائے پس اس آیت کو وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ نے منسوخ کر دیا اور انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(ب):

یہاں پہلی روایت ہی صحیح ہے کہ آیتِ کریمہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ جو فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ پر مشتمل ہے ہی ناسخ ہے نہ کہ آیت وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ.

اور اس کی مختلف وجوہ ہیں:

اگرچہ سلف سے لے کر علماء کا اس آیت میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا محکم لیکن جو حضرات اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں وہ اسی آیت یعنی فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ کو ناسخ قرار دیتے ہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر "فتح القدیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر" میں ذکر کیا۔ اسی طرح دوسری کتابوں میں بھی یہ آیت ناسخ قرار دی گئی۔

(۲) پہلی روایت کی آیت ناسخیت میں صریح ہے نہ کہ دوسری روایت والی آیت۔

(۳) اس آیت کے ناسخ ہونے میں متعدد صحابہ سے واضح طور پر روایت آئی ہے۔ جیسا کہ یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سلمہ بن الاکوع سے روایت آئی ہے اور اس کی سند میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے بخلاف روایت ثانیہ کہ اس کی سند میں بہت اختلافات ہیں اگر چہ یہی طریق سب سے راجح ہے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور اس میں صحابہ کے نام بھی مجہول ہیں اگر چہ جملہ صحابہ کرام عادل ہیں لیکن ترجیحات میں صریح کا اعتبار ہوگا۔

(۴) اور یہی اصل بات ہے: چونکہ یہ آیت ناسخ ہونے میں واضح نہیں اس لئے اس کی وضاحت کرنے کے لئے ذکر کیا لیکن وہ بھی تکلف سے خالی نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاویل کو ضعیف قرار دیا اور آیت کی صحیح توجیہ کر کے اس تاویل کو رد کر دیا جس سے اس رائے کی تضعیف یا بطلان ثابت ہوتی ہے پس ان وجوہات کی طرف دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی روایت کی آیت ہی ناسخ ہے نہ کہ دوسری روایت کی آیت۔

دوسری روایت کی توجیہ: جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ دوسری روایت کی آیت کو ناسخ ماننا خلافِ اصل ہے پس ناسخیت کے بارے میں اس روایت کی کوئی توجیہ کی ضرورت نہیں، لیکن چونکہ یہ رائے بھی سلف سے ثابت ہے اس لئے اس کی کوئی صحیح توجیہ ہوگی۔

شاید وہ اس طرح کی کوئی تاویل ہوگی کہ پہلی آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ...... فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ تک نازل ہوئی اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے حق میں روزہ رکھنا اور فدیہ دے کر روزہ نہ رکھنا دونوں برابر ہے مگر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور کرنا چاہیے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ ہی مطلوب ہے جیسا کہ ابتدائے آیت سے واضح ہے پس یہ حصہ نازل ہوا اور یہ ثابت کیا گیا کہ وہ مساوات منسوخ ہے اور اب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زیادہ مطلوب روزہ ہے اور چونکہ یہ طلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے اس پر امر کا اطلاق کیا گیا۔

(ج):

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا حکم شیخ فانی اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہے اُن کے حق میں باقی ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لیست بمنسوخة هو للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لايستطيعان ان يصوما فليطعمان مكان كل يوم مسكينا. (بخاری)

سوال: ۱۲۱، صفحہ: ۲۶۱

بَابٌ مَتٰى يَقْضِي قَضَاءَ رَمَضَانَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرِّقَ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِيْ صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ. قَالَ إِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ إِذَا إِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا. وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا. وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللهُ الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ.

(۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) قضاء رمضان کے باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن المسیب کے قول میں فرق کو واضح کریں۔

(ج) پورا سال گزر جائے اور دوسرا رمضان آنے کے بعد قضاء کرنے کے سلسلہ میں ابراہیم نخعی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) ولم یذکر الاطعام الخ یہ کس کا قول ہے؟ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

ہر جزء کو مفصل تحریر کریں۔

(ہ) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مذاہب بھی تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رمضان کے روزوں کی قضاء کب کی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قضاء کے روزے متفرق رکھنے میں کچھ حرج نہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے پس دوسرے دِنوں سے شمار کرنا ہے۔ اور حضرت سعید بن المسیب نے عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کے بارے میں فرمایا مناسب نہیں یہاں تک کہ شروع کرے وہ رمضان سے۔ اور ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کسی کے ذمہ رمضان کے روزے باقی تھے، قضاء کرنے میں کوتاہی کی ہے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو وہ دونوں رمضانوں کے روزے رکھے اور اس پر کھانا یعنی فدیہ واجب نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کھانا کھلائے۔ (اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں فرمایا صرف فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی پس دوسرے دِنوں سے شمار کرنا ہے فرمایا ہے۔

(ب):

دونوں حضرات کے قول کا مطلب سوال نمبر ۱۱۹ میں گزر چکا ہے۔

اور دونوں کے قول کے درمیان فرق یہ ہے: کہ دونوں حضرات قضاء رمضان میں تاخیر اور تفریق کے جواز کے قائل ہیں البتہ حضرت ابن عباس مطلق تاخیر کے قائل ہیں اور دوسرے رمضان تک تاخیر کی صورت میں قضاء کے ساتھ فدیہ کے بھی قائل ہیں اور سعید بن المسیب تاخیر موقت کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک دس ذی الحجہ کے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے قضاء کرنا چاہئے اور اس سے تاخیر کی صورت میں فدیہ واجب نہیں ہوگی صرف قضاء کرنی کافی ہے۔

(ج):

اس جزء کا جواب سوال نمبر ۱۱۹ میں گزر چکا ہے۔

(د):

یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے ذریعہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ روزہ کی قضاء کرنے والے پر فدیہ واجب نہیں ہے۔

(ہ):

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی شخص نے عذر کے بغیر آئندہ رمضان تک روزوں کی قضاء نہیں کی تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر قضاء کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر صرف روزوں کی قضاء واجب ہے فدیہ واجب نہیں ہے۔

سوال: ۱۲۲، صفحہ: ۲۶۱

بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ. وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنِ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

(۱۴۲۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) حضرت ابوالزناد کے قول کا مطلب لکھیں اور اس کی کوئی ایک اور مثال بھی لکھیں۔

(ج) حالتِ حیض کی نمازیں معاف ہیں اور روزوں کی قضاء ہے اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حائضہ نہ روزے رکھے نہ نماز پڑھے ابوالزناد فرماتے ہیں سنتیں یعنی احکام شرعیہ اور دینِ حق کی راہیں یعنی مسائل دینیہ بارہا رائے کے خلاف آتے ہیں یعنی عقل ان کی حکمتوں کا ادراک نہیں کر سکتی پس نہیں پاتے مسلمان کوئی چارہ ان کی پیروی سے یعنی ان کی پیروی ضروری ہوتی ہے ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ روزوں کی قضاء کریں اور نمازوں کی قضاء نہ کریں۔

(ب):

ابوالزناد کے قول کا مطلب: ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کبھی شریعت کے احکام رائے کے خلاف آتے ہیں ان کی حکمت عام طور پر لوگ نہیں سمجھ سکتے ایسی جگہوں میں شریعت کے احکام کے سامنے سرنگوں ہونا اور ان کی پیروی کرنا لازم ہے۔

اور اس کی مثال مسح علی الخفین ہے عقل کا تقاضا موزوں پر مسح کی عدم جواز کی لیکن خلافِ قیاس نص کی وجہ سے اس کا جواز ثابت ہوا اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لو کان الدین بالرائی لکان باطن الخف احق بالمسح من اعلاہ۔

(تحفۃ القاری ۶۱/۵)

(ج):

فرق کی وجہ: یہ ہے کہ نمازوں میں تکرار ہے سات دن حیض آیا چالیس نمازیں مع وتر قضا ہوئیں اب پاک ہونے کے بعد وقتی چھ نمازیں بھی پڑھنی ہیں اور چالیس نمازیں قضاء بھی پڑھنی ہیں اس لئے قضاء پڑھنے میں دشواری ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے الحرج مدفوع چنانچہ نمازوں کی قضاء معاف کردی اور روزوں کی قضاء کرنے میں کچھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دُشواری نہیں، زیادہ سے زیادہ تین تا دس روزے قضا ہوتے ہیں ان کو سال بھر میں رکھنے میں کیا دُشواری ہے اس لئے روزوں کی قضاء معاف نہیں۔

(۲) نماز کے لئے طہارت شرط ہے جو حائضہ اور نفساء کو حاصل نہیں اور ان کا عذر سماوی ہے اور سماوی عذر میں شریعت کا اُصول یہ ہے کہ قلیل عذر کا اعتبار نہیں اور طویل عذر معتبر ہے اور حیض ونفاس طویل اعذار ہیں اس لئے نمازیں معاف ہیں اور روزوں کے لئے طہارت شرط نہیں دن بھر جنابت میں رہے تو بھی روزہ صحیح ہے البتہ روزے میں انبساط ضروری ہے جو حیض میں روزہ رکھنے میں حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مسافر کی طرح حائضہ کو روزہ نہ رکھنے کی رُخصت دی اور دونوں بعد میں قضاء کریں گے مگر مسافر سے حائضہ کا معاملہ سخت ہے اس لئے مسافر روزہ رکھ سکتا ہے اور حائضہ نہیں رکھ سکتی وہ قضاء ہی کرے گی۔ (تحفۃ القاری ۵/۶۱)

سوال: ۱۴۳، صفحہ: ۲۵۷

بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ وَقَالَ حَسَّانُ ابْنُ اَبِيْ سِنَانٍ مَارَأَيْتُ شَيْئًا اَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَايُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَايُرِيْبُكَ.

(الف) آپ پہلے وہ حدیث لکھیں جس میں لفظ مشبہات، مشتبہات آیا ہے پھر اس کی شرح کریں۔

(ب) پھر بتائیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتبہات کی تفسیر کیا ہے پھر اس کی دو مثالیں لکھیں۔

(ج) اور حضرت حسان کے قول کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف):

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَسَلَّمَ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.

تشریح الحدیث: اس حدیث میں مؤمن کا ایک خاص مزاج بتایا گیا ہے مؤمن کا مزاج یہ ہونا چاہئے کہ وہ محتاط زندگی گزارے اور جن چیزوں کا حلال ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ان سے بچے، اس کا دین پاک صاف رہے گا، ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے اسے بے تکلف اختیار کرو اور حرام بھی واضح ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ اور دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا حلال ہونا عام لوگوں کے لئے واضح نہیں پس جس نے ان کو چھوڑ دیا وہ حرام سے ضرور بچ جائے گا اور جس نے مشتبہ اُمور میں ہاتھ ڈالا وہ قریب ہے کہ حرام میں جا پڑے جب مزاج میں دین کے تعلق سے بے باکی پیدا ہوگئی تو اب حرام کا ارتکاب پیدا کرنے میں کیا باک؟ پھر اس کو نبی علیہ السلام نے ایک مثال سے سمجھایا کہ جو شخص سرکاری چراگاہ کے اِردگرد جانور چراتا ہے وہ قریب ہے چراگاہ میں جا پڑے، چرواہا ذرا غافل ہوا کہ جانور ریزوا ریے میں جا گھسیں گے اور پولیس اس کی خبر لے لے گی اور جو چرواہا محتاط ہے سرکاری چراگاہ سے دُور جانور چراتا ہے وہ اگر غافل بھی ہوگیا اور جانور آگے بڑھ گئے تو چراگاہ تک نہیں پہنچیں گے اور پولیس کے عتاب سے محفوظ رہے گا۔ اور جس طرح حکومتیں سرکاری جانور کے لئے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں جن میں پبلک کو جانور چرانے کی اجازت نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کام حرام کئے ہیں وہ اللہ کا محفوظ ایریا ہیں مؤمنین کو ان کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں بلکہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ مشتبہ اُمور سے بھی دُور رہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب تحقیق کے بعد اقدام کرے جب تک کسی چیز کا حلال ہونا واضح نہ ہو جائے اس سے کنارہ کش رہے یہی مزاج اور ذہن بنانا اس حدیث کا مقصد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتبہ اُمور وہ ہیں جن میں حلال کا پہلو بھی ہو اور حرام کا بھی۔

اس کی دو مثال:

(۱) حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا۔ جب شادی کی شہرت ہوئی تو ایک کالی عورت ان کے پاس آئی اس نے کہا عقبہ تو نے کس سے نکاح کر لیا میں نے تجھے اور جس سے تُو نے نکاح کیا ہے دونوں کو دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور حضور علیہ السلام سے پوری بات عرض کی اور آخر میں کہا کہ یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے پس نبی علیہ السلام نے رُخ پھیر لیا، انہوں نے دوسری جانب سے آ کر یہی بات عرض کی تو آپ علیہ السلام نے رُخ پھیر لیا جب تیسری بار یہ بات عرض کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کو نکاح میں کیسے رکھو گے جبکہ وہ یہ بات کہتی ہے یعنی رضاعت کا شبہ پیدا ہو گیا اس لئے اس کو الگ کرو، چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو الگ کر دیا۔

(۲) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ میں اپنا کتّا بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑتا ہوں پھر میں اس کتے کے ساتھ دوسرے کتے پاتا ہوں پس کیا میں اس شکار کو کھا سکتا ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ شکار حرام ہے اس کو کھانا جائز نہیں، کیونکہ تم نے اپنے کتّے پر بسم اللہ پڑھی ہے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی یعنی یہ احتمال ہے کہ شکار کو دوسرے کتے نے مارا ہو اور وہ بسم اللہ پڑھے بغیر چھوڑا گیا ہے یا وہ غیر معلّم ہو یا کافر کا کتّا ہو پس اس شکار میں موت کے دو سبب جمع ہو گئے ایک حلال دوسرا حرام اس لئے نبی علیہ السلام نے اس شکار کو حرام قرار دیا۔ (تحفۃ القاری ۵/۱۳۲)

(ج):

حضرت حسان کے قول کی وضاحت: حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں میں نے پرہیز گاری سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی یعنی تقویٰ اختیار کرنا بہت آسان ہے اور اس کا فارمولہ ہے دع ما یریبك الی مالا یریبك جو دل میں کھٹک پیدا کرے اسے چھوڑ دو اور بے کھٹک بات کو اختیار کرو یعنی مؤمن کا دل کسوٹی ہے جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے تو دل سے پوچھے دل مطمئن ہے تو اس کام کو کرے اور شک ہو تو چھوڑ دے یہ پرہیز گار بننے کا آسان فارمولہ ہے۔

سوال: ۱۲۴، صفحہ: ۲۹۷

بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ بِالْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً.

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ، يُوفِيهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ. وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا، إِنْ شَاءَ اللهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ، وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ، فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) حیوان کی حیوان کے عوض کمی بیشی کے ساتھ اور اُدھار بیع جائز ہے یا نہیں، اختلافِ ائمہ مدلل و مفصل لکھیں اور بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کن کے ساتھ ہیں۔

(ج) اور آخری حدیث کا باب سے تعلق واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: غلاموں کو غلام کے بدلے اور جانور کو جانور کے بدلے اُدھار بیچنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک راحلہ (سواری کا اونٹ) خریدا اس کے بدلے میں چار (عام) اونٹ دیئے (راحلہ پر تو حضرت نے فوراً قبضہ کر لیا اور اس کی قیمت میں جو چار اونٹ دیئے تھے) وہ اپنے ذمہ لے لیے اور فرمایا وہ چار اونٹ میں ربذہ گاؤں میں دوں گا (وہاں میرے اونٹ چر رہے ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کبھی ایک اونٹ دو اونٹوں کی قیمت کے برابر ہوتا ہے (پس حیوانات میں کمی بیشی جائز ہے) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا اور ثمن کے جو دو اونٹ تھے ان میں سے ایک اونٹ فوراً دیدیا اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ وہ ان شاء اللہ آئندہ کل اطمینان سے دوں گا۔ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حیوانات میں ربوٰا نہیں پس ایک بکری دو بکری کے بدلے میں ایک اونٹ دو اونٹ کے بدلے میں اُدھار بھی بیچ سکتے ہیں۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور درہم درہم کے بدلے اُدھار بیچ سکتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں نبی علیہ ﷺ نے ان کو سات یا نو بردے دے کر لے لیا۔

(ب):

حیوان کی بیع حیوان کے عوض کمی و بیشی کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے کہ ایک بکری دے کر دو بکرے لے لے۔

اور حیوانات کی بیع میں اگر دونوں عوض نقد ہوں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر دونوں عوض اُدھار ہوں تو بالاتفاق ناجائز ہے اور اگر ایک عوض نقد اور دوسرا اُدھار ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام شافعی، امام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک بیع درست ہے۔

دلائل: (۱) اشترى ابن عمر رضی الله عنه راحلة بأربعة ابعرة مضمونة عليه يوفيها صاحبها بالربذة.

وجہِ استدلال: اس حدیث میں راحلہ پر تو حضرت نے فوراً قبضہ کرلیا اور اس کی قیمت میں جو چار اونٹ دیئے تھے وہ اپنے ذمہ لے لیے اور فرمایا وہ ربذہ میں دوں گا پس ایک عوض نقد ہے اور دوسرا اُدھار معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

(۲) وقال ابن عباس رضی الله عنهما قد يكون البعير خيرا من البعيرين.

(۳) واشترى رافع بن خديج بعيرا ببعيرين فاعطاه احدهما وقال اتيك بالآخر غدا رهوا أن شاء الله.

(۴) وقال ابن المسيب لا ربا فی الحيوان البعير بالبعيرين والشاة بالشاتين الی اجل.

(۵) وقال ابن سيرين لا بأس بعير ببعيرين ودرهم بدرهم نسيئة.

وجہِ استدلال: یہ سب آثار حیوان کی بیع اُدھار کمی بیشی کے ساتھ جائز ہونے پر دلالت کررہی ہے۔

(۲) اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ کے نزدیک حیوانات کی بیع اُدھار کمی وبیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

دلائل: (۱) عن سمرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة.

وجہِ استدلال: یہ حدیث صراحتاً دلالت کررہی ہے کہ حیوان کی بیع حیوان کے عوض اُدھار بیچنا جائز نہیں ہے۔

(۲) عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الحيوان اثنين بواحدة لا يصلح نسأ ولا بأس به يدا بيد.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے ساتھ ہیں، اس لئے انہوں نے ان کی تائید میں دلائل ذکر کئے ہیں۔ (تحفۃ القاری ۵/۲۷۸۔درس ترمذی)

(ج):

آخری حدیث کا باب سے مناسبت: ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں نبی علیہ ﷺ نے ان کو سات یا نو بردے دے کر حضرت صفیہ کو لے لیا پس معلوم ہوا کہ حیوان کی بیع حیوان کے عوض کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے پس حدیث کا تعلق باب سے ظاہر ہے، کیونکہ باب میں جو دو مسئلہ بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حیوان کی بیع حیوان کے عوض کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے۔

سوال:۱۲۵، صفحہ:۳۰۰

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) شفعہ کا حقدار کون ہے؟ جار کے لئے شفعہ ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مدلل لکھیں۔

(ج) اور مذکورہ حدیث سے کون استدلال کرتا ہے اور دوسرے حضرات اس کا کیا مطلب لیتے ہیں؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شفعہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فیصلہ کیا ہر اس جائداد میں جو بانٹی نہیں گئی پس جب سرحدیں قائم ہوجائیں اور راہیں الگ الگ کرلی جائیں یعنی سرکاری راستہ تک پہنچنے کی راہیں ہر ایک نے جدا کرلی تو شفعہ نہیں ہے۔

(ب):

شفعہ کا حقدار کون ہے؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ شفیع صرف ایک ہے جو بکی ہوئی جائداد میں شریک ہو اور وہ جائداد قابلِ تقسیم ہو اوران کے نزدیک جانور کو شفعہ نہیں ملے گا۔

دلیل: (۱) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة.

(۲) اور حنفیہ کے نزدیک شفیع تین ہیں: (۱) جو نفسِ مبیع میں شریک ہو خواہ مبیع قابلِ تقسیم ہو یا قابلِ تقسیم نہ ہو (۲) جو حقوقِ مبیع یعنی راستہ وغیرہ میں شریک ہو (۳) محض پڑوسی جو کسی بات میں شریک نہیں نہ مبیع میں اور نہ حقوق میں۔

حنفیہ کے نزدیک یہ تینوں ترتیب وار شفیع ہیں سب سے پہلے شفعہ کا حق شریک فی نفس المبیع کا ہے، چاہے مبیع قابلِ تقسیم ہو یا نہ ہو اور اگر یہ شفیع نہیں ہے یا وہ شفعہ نہیں لینا چاہتا تو دوسرے نمبر پر شریک فی الحقوق ہے اور اگر وہ بھی نہیں یا وہ نہ لینا چاہے تو پھر جارِ محض کو حقِ شفعہ ملے گا۔

دلائل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ الشریك شفیع والشفعة فی کل شیئ.

مبیع میں شریک شفیع ہے اور شفعہ ہر چیز (جائداد) میں ہے خواہ وہ قابلِ تقسیم ہو یا نہ ہو۔

(۲) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الجار احق بشفعته ینتظر به وان کان غائبا اذا کان طریقهما واحدا.

پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا بشرطیکہ دونوں کے آنے جانے کا راستہ ایک ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) عن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ جار الدار احق بالدار.

گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

وفی روایۃ جار الدار احق بسقبہ.

پڑوسی اپنے قریب کی جائداد کا زیادہ حقدار ہے۔

وجہ استدلال: یہ تینوں حدیثیں علی الترتیب شریک فی نفس المبیع جار فی الحقوق اور جار محض کے لئے شفعہ کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں، پس معلوم ہوا کہ تینوں کے لئے علی الترتیب حقِ شفعہ ثابت ہوگا۔

(ج):

مذکورہ حدیث سے ائمہ ثلاثہ استدلال کرتے ہیں۔

اور حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ: اس حدیث میں مسئلہ کا بیان نہیں بلکہ ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے۔ ایک شخص مر گیا پچاس بیگھے زمین چھوڑی، اس کے وارث تین لڑکے ہیں انہوں نے زمین تقسیم کر لی اور اپنے کھیتوں کی مینڈھیں بنالیں اور سرکاری راستہ تک جانے کا راستہ ہر ایک نے الگ کر لیا پھر ایک بھائی کے پڑوس میں زمین بکی تو تینوں بھائی شفعہ لینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں ہمارے باپ کی زمین کے پاس جائداد بکی ہے پس ہم سب اس کے شفیع ہیں نبی علیہ السلام نے ایسے ایک قضیہ میں فیصلہ کیا کہ تینوں کے لئے شفعہ نہیں اگر زمین مشترک ہوتی بانٹی نہ گئی ہوتی تو تینوں بھائی شفعہ کے حقدار تھے مگر جب بھائیوں نے زمین بانٹ لی اور ہر ایک نے اپنی زمین کی سرحد قائم کر لی اور راستے الگ کر لئے تو اب تینوں بھائیوں کے لئے حقِ شفعہ نہیں صرف اس بھائی کے لئے حقِ شفعہ ہے جس کی زمین بکی ہوئی زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

الغرض! یہ ایک جھگڑا کا تصفیہ ہے یہ مسئلہ کا بیان نہیں مسئلہ کا بیان تو وہ ہے جو حنفیہ کے مستدلات میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۲۶، صفحہ: ۳۶۶

بَابُ إِذَا إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلاً كَفَاهُ. وَقَالَ أَبُو جَمِيلَةَ وَجَدْتُ مَنْبُوذًا. فَلَمَّا رَآنِي عُمَرُ قَالَ عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا. كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِي قَالَ عَرِيفِي إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ قَالَ كَذَلِكَ. اذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

(۱۴۱۴، ۱۴۲۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس سے کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(ب) ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کیسے ہے، نیز ابوجمیلہ کا واقعہ بیان کیجئے۔

(ج) یہ مثال کس وقت بولی جاتی ہے؟ منبوذ کس پھل کا نام ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ایک آدمی کا تزکیہ کافی ہے۔ ابوجمیلہ کہتے ہیں مجھے ایک پڑا ہوا بچہ ملا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ہو سکتا ہے چھوٹی غار مصیبت ہو گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے متہم گردانا، پھر میرے نقیب نے گواہی دی یہ نیک آدمی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہے جاؤ پرورش کرو اور ہمارے ذمہ اس کا خرچہ ہے۔

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تعدیل و تزکیہ کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ تعدیل و تزکیہ میں ایک آدمی کی گواہی کافی ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک ایک آدمی کا تزکیہ کافی ہے امام بخاری کا مسلک بھی یہی ہے البتہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک شہادت کی طرح تزکیہ کے لئے بھی دو گواہ ضروری ہیں ایک آدمی کا تزکیہ کافی نہیں۔

(ب):

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آدمی کی گواہی تزکیہ کے لئے قبول کی اور باب کا عنوان بھی یہی ہے کہ ایک شخص کی گواہی ایک شخص کے تزکیہ کے لئے کافی ہے، للھذا حدیث کی باب سے مناسبت بالکل واضح و ظاہر ہے۔

ابو جمیلہ کا واقعہ: ابو جمیلہ ایک تابع ہیں وہ کہتے ہیں مجھے ایک پڑا ہوا بچہ ملا میں لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور بتایا کہ یہ بچہ مجھے فلاں جگہ پڑا ہوا ملا ہے میں نے اس کو پرورش کرنے کے لئے اُٹھالیا ہے پس حکومت سے اس کا وظیفہ مقرر کردیں تاکہ میں اس کی پرورش کرسکوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عسى الغُوَيرُ أبوسًا ہوسکتا ہے چھوٹی غار مصیبت ہو (یہ ایک محاورہ ہے ایسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ظاہر سلامتی ہو اور اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو متہم گردانا کہ اپنا ہی بچہ لے کر آیا ہے اور اس کو دوسرے کا بتا رہا ہے اس طرح چار سو بیسی کر کے حکومت سے وظیفہ جاری کرانا چاہتا ہے۔ ابو جمیلہ جس قبیلہ کے تھے اس کا ایک چودھری تھا اس نے آکر گواہی دی کہ یہ چار سو بیس نہیں نیک آدمی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور فرمایا ایسا ہے جاؤ پرورش کرو اور ہمارے ذمہ اس کا خرچہ ہے یعنی ہم بیت المال سے اس کا خرچہ دیں گے۔

(ج):

یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جہاں ظاہر میں سلامتی کی اُمید ہو اور در پردہ اس میں ہلاکت ہو۔ ہوا یہ تھا کہ کچھ لوگ جان بچانے کے لئے دشمن سے ایک غار میں جا کر چھپے لیکن وہ غار ان پر گر پڑا اور وہاں مر گئے اس وقت سے یہ مثال جاری ہوگئی۔

منبوذ پھل نہیں بلکہ لقیط کو کہتے ہیں اور لقیط ہر اس بچہ کو کہتے ہیں جس کو اس کے گھر والوں نے تہمتِ زنا یا فقر وغیرہ کے اندیشے سے کسی جگہ ڈال دیا ہو۔

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات.

۷/۴/۱۴۳۸ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عون الباری

لحل

مشکلات صحیح البخاری

2

مرتب

مولانا محمد نذر الاسلام قاسمی

ناشر

دار العلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : عون الباری لحل مشکلات صحیح البخاری
مرتب : مولانا محمد نذر الاسلام قاسمی
صفحات : ۲۳۲
اشاعت : مئی ۲۰۱۷ء
تعداد : گیارہ سو

ناشر

دار العلم دیوبند
Mob. 9634515218

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
الأجوبة عن أسئلة		سوال:۱۵، صفحہ:۵۸۳	۵۰
الاختبار لستة أشهر	۵	سوال:۱۶، صفحہ:۵۸۶	۵۲
سوال:۱، صفحہ:۵۶۳	۵	سوال:۱۷، صفحہ:۵۸۷	۵۷
سوال:۲، صفحہ:۵۶۳	۸	سوال:۱۸، صفحہ:۵۸۸	۶۰
سوال:۳، صفحہ:۵۶۷	۱۱	سوال:۱۹، صفحہ:۵۸۸	۶۷
سوال:۴، صفحہ:۵۶۷	۱۷	سوال:۲۰، صفحہ:۵۸۸	۶۸
سوال:۵، صفحہ:۵۶۸	۱۸	سوال:۲۱، صفحہ:۵۹۳	۷۰
سوال:۶، صفحہ:۵۶۹	۲۰	سوال:۲۲، صفحہ:۵۹۹	۷۸
سوال:۷، صفحہ:۵۷۰	۲۴	سوال:۲۳، صفحہ:۶۰۱	۸۰
سوال:۸، صفحہ:۵۷۴	۲۶	سوال:۲۴، صفحہ:۶۰۶	۸۳
سوال:۹، صفحہ:۵۷۴	۳۰	سوال:۲۵، صفحہ:۶۰۷	۹۰
سوال:۱۰، صفحہ:۵۷۴	۳۲	سوال:۲۶، صفحہ:۶۱۱	۹۴
سوال:۱۱، صفحہ:۵۷۶	۳۳	سوال:۲۷، صفحہ:۶۱۲	۱۰۰
سوال:۱۲، صفحہ:۵۷۷	۳۸	سوال:۲۸، صفحہ:۶۱۵	۱۰۴
سوال:۱۳، صفحہ:۵۷۸	۴۱	سوال:۲۹، صفحہ:۶۱۹	۱۰۹
سوال:۱۴، صفحہ:۵۸۱	۴۵	سوال:۳۰، صفحہ:۶۲۱	۱۱۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۳۱،صفحہ:۶۵۰	۱۱۳
سوال:۳۲،صفحہ:۶۵۳	۱۱۷
الاختبار السنوی	۱۲۰
سوال:۳۳،صفحہ:۵۶۳	۱۲۰
سوال:۳۴،صفحہ:۵۶۷	۱۲۰
سوال:۳۵،صفحہ:۵۷۴	۱۲۱
سوال:۳۶،صفحہ:۵۷۵	۱۲۲
سوال:۳۷،صفحہ:۵۷۵	۱۲۴
سوال:۳۸،صفحہ:۵۸۴	۱۲۶
سوال:۳۹،صفحہ:۵۸۸	۱۲۸
سوال:۴۰،صفحہ:۵۹۱	۱۲۹
سوال:۴۱،صفحہ:۵۹۲	۱۳۳
سوال:۴۲،صفحہ:۵۹۳	۱۳۶
سوال:۴۳،صفحہ:۵۹۹	۱۳۸
سوال:۴۴،صفحہ:۶۰۳	۱۴۰
سوال:۴۵،صفحہ:۶۰۸	۱۴۲
سوال:۴۶،صفحہ:۶۰۹	۱۴۴
سوال:۴۷،صفحہ:۶۱۰	۱۴۸
سوال:۴۸،صفحہ:۶۱۲	۱۵۰
سوال:۴۹،صفحہ:۶۱۰-۶۲۰	۱۵۵
سوال:۵۰،صفحہ:۶۳۱	۱۵۹
سوال:۵۱،صفحہ:۶۳۳	۱۶۳
سوال:۵۲،صفحہ:۶۳۷	۱۶۶
سوال:۵۳،صفحہ:۶۵۰	۱۶۷
سوال:۵۴،صفحہ:۶۵۹	۱۶۸
سوال:۵۵،صفحہ:۶۶۵	۱۷۰
سوال:۵۶،صفحہ:۶۸۰	۱۷۲
سوال:۵۷،صفحہ:۷۰۱	۱۷۶
سوال:۵۸،صفحہ:۷۱۳	۱۸۱
سوال:۵۹،صفحہ:۷۲۱	۱۸۳
سوال:۶۰،صفحہ:۷۲۶	۱۸۶
سوال:۶۱،صفحہ:۷۴۵	۱۸۷
سوال:۶۲،صفحہ:۷۴۷	۱۹۴
سوال:۶۳،صفحہ:۷۶۱	۱۹۶
سوال:۶۴،صفحہ:۷۶۳	۱۹۹
سوال:۶۵،صفحہ:۷۶۴	۲۰۲
سوال:۶۶،صفحہ:۷۶۸	۲۰۶
سوال:۶۷،صفحہ:۷۷۱	۲۰۸
سوال:۶۸،صفحہ:۷۷۲	۲۱۱
سوال:۶۹،صفحہ:۷۷۴	۲۱۴
سوال:۷۰،صفحہ:۷۹۰	۲۱۶
سوال:۷۱،صفحہ:۷۹۱	۲۲۰
سوال:۷۲،صفحہ:۸۰۲	۲۲۶
سوال:۷۳،صفحہ:۸۵۰	۲۳۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخاری شریف (جلد ثانی)

الأجوبة عن أسئلة الاختبار لستة أشهر

سوال:۱، صفحہ: ۵۶۳

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَبْوَاءَ، ثُمَّ بُوَاطَ، ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ. عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ. قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ. قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ أَوِ الْعُشَيْرُ. فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرُ.

(۱۴۰۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اصطلاحِ محدثین میں جہاد اور غزوہ اور سریہ میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے آپ اس کو بیان کریں۔

(ج) جن غزوات کے نام اوپر ذکر کیے گئے ہیں وہ الگ الگ ہیں یا ایک غزوہ کے متعدد نام ہیں۔

(د) العشیرۃ میں جنگ ہوئی یا نہیں آپ اس کا مختصر حال تحریر فرمائیے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ ﷺ کا سب سے پہلا غزوہ ابواء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے پھر بواط پھر عشیرہ۔ ابواسحاق کہتے ہیں میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنی جنگیں لڑی ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا انیس (۱۹) اس نے پوچھا آپ نے کتنی جنگوں میں شرکت کی ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا سترہ (۱۷)، پس ابواسحاق نے پوچھا ان غزوات میں سے کونسا غزوہ سب سے پہلے پیش آیا ہے؟ حضرت زید نے کہا عشیرہ یا عسیرہ پھر ابواسحاق نے یہ حدیث قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کی ہے تو انہوں نے کہا صحیح عشیرہ ہے۔

(ب):

اصطلاحِ محدثین میں جہاد، غزوہ، اور سریہ میں فرق ہے اگرچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام موصوف نے کتاب المغازی کے اندر غزوات اور سرایا اور بُعوث کا ذکر کیا ہے۔

تینوں میں فرق یہ ہے کہ:

(۱) غزوہ کے لغوی معنیٰ ہیں: حملہ، یورش، غزا (ن) غزواً بمعنیٰ جہاد کرنا۔ الغزاۃ ایک سال تک کی لڑائی۔ الغزوۃ ایک دفعہ کی لڑائی کو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: غزوہ وہ فوج کشی ہے جس میں نبی ﷺ بذاتِ خود شریک ہوں۔

(۲) السریۃ: کے لغوی معنیٰ فوجی دستہ (پانچ یا تین سو افراد پر مشتمل) سری (ض) سریاً بمعنیٰ رات کو چلنا۔

اصطلاح میں: وہ فوجی دستہ ہے جس میں نبی ﷺ بذاتِ خود شریک نہ ہوں۔

(۳) الجہاد: کے لغوی معنیٰ ہیں دین کے لیے تن توڑ محنت کرنا۔ اپنی پوری توانائی خرچ کرنا۔

اصطلاح میں: بذل الجھد فی قتال الکفار لاعلاء کلمۃ اللہ. (عمدۃ القاری)

اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے منکرینِ اسلام سے لوہا لیتا لڑنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

جن غزوات کے نام اوپر ذکر کئے گئے وہ سب الگ الگ ہیں۔

(۱) سب سے پہلا غزوہ الابواء ہے۔
صفر ۲ ہجری میں نبی علیہ السلام بنفس نفیس ستر (۷۰) مہاجرین کے ساتھ ایک خاص مہم پر روانہ ہوئے مقصد قریش کے ایک قافلہ کی راہ روکنا تھا آپ علیہ السلام ابواء تک پہنچے، لیکن کوئی معاملہ پیش نہیں آیا ہے اسی غزوہ میں آپ علیہ السلام بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الغمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔

(۲) پھر ربیع الاوّل ۲ ہجری میں نبی علیہ السلام دوسو صحابہ کے ساتھ بواط مقام میں پہنچے مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا، جس میں اُمیّہ بن خلف سمیت قریش کے سوآدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے، لیکن کوئی معاملہ پیش نہیں آیا۔

(۳) تیسرا غزوہ العشیرہ ۲ھ جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ میں پیش آیا ہے، تفصیل "د" میں آرہی ہے۔

(د):

غزوہ عشیرہ میں جنگ نہیں ہوئی۔
اس کا مختصر حال یہ ہے کہ جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ ۲ھ میں نبی کریم علیہ السلام ڈیڑھ دوسو مہاجرین کے ساتھ عشیرہ کے لئے نکلے اور مدینہ منورہ کا حاکم ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بنایا، اس سفر میں آپ علیہ السلام کا مقصد قریش کا وہ قافلہ تھا جو ملکِ شام جارہا تھا، جس کے بارے میں معلوم ہوا تھا وہ اچھا خاصا مال لے کر جارہا ہے اور شام سے ہتھیار خرید کر لائے گا، مگر جب آپ علیہ السلام ذوالعشیرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ کئی دن پہلے قافلہ جاچکا ہے۔

یہ وہی قافلہ ہے جس پر شام سے واپسی پر قبضہ کرنے کے لئے نبی علیہ السلام نے سفر کیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور جنگ بدر پیش آئی تھی اس سفر میں جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

(فلیراجع للتفصیل الی تحفۃ القاری ۸/۳۶۲۔ عمدۃ القاری ۱۴/۴۳۔ انعام الباری ۳۴۲)

سوال: ۲، صفحہ: ۵۶۳

(الف) غزوۂ بدر کا سبب بیان کریں اور غزوۂ بدر کے واقعات تحریر کریں۔

(ب) نیز بتایئے کہ ابوجہل کس غزوہ میں مقتول ہوا اور اس کے کون کون قاتل ہیں۔

(ج) ابولہب اس غزوہ میں شریک ہوا کہ نہیں۔

الجواب:

(الف):

غزوۂ بدر کا سبب: قریش کا وہ تجارتی قافلہ ہے جو بظاہر تجارتی قافلہ تھا مگر حقیقت میں وہ ملک شام سے ہتھیار خریدنے جا رہا تھا، جن کے جاتے وقت نبی ﷺ عشیرہ مقام تک ان کے تعاقب میں گئے تھے، لیکن وہ قافلہ بچ کر نکل گیا، پھر جب وہ قافلہ شام سے لوٹا تو دوبارہ اس پر قبضہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے سفر کیا اور یہی قافلہ جنگِ بدر کا سبب بنا۔

غزوۂ بدر: شام سے لوٹنے والے قریش کے کارواں کے تعاقب میں رمضان المبارک ۲ھ کی بارہ تاریخ کو نبی ﷺ مختصر جمعیت (کم وبیش تین سوتیرہ صحابہ) کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، چونکہ کسی مسلح فوج سے لڑنا پیش نظر نہیں تھا اس لئے جو لوگ بروقت جمع ہو گئے ان کو ساتھ لے لیا سامانِ جنگ بھی کوئی خاص نہیں تھا چھ زرہیں، آٹھ تلواریں دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

لشکر کا جائزہ: مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بئر ابی عِنَبہ پر پہنچ کر لشکر کا جائزہ لیا کمسنوں کو واپس کیا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم بنا کر واپس کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر مقام صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو جُہنی اور عدی بن ابی الزغباء رضی اللہ عنہما کو ابوسفیان کے قافلہ کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا، ادھر ابوسفیان بھی چوکنا تھا اسے اطلاع مل چکی تھی کہ مسلمان اس کے تعاقب میں نکلے ہیں اس لئے ضمضم غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود نے راستہ تبدیل کر کے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا، اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں شور برپا ہو گیا، کیونکہ مکہ کے ہر فرد نے تقریباً اپنی پوری پونجی اس قافلہ میں لگا رکھی تھی، چنانچہ فوراً مشہور بہادروں اور جنگجو نوجوانوں پر مشتمل ایک ہزار کا لشکر جرار تیار ہو گیا، اس لشکر کا کمانڈر ابوجہل تھا لشکر وافر سامانِ عیش وطرب کے ساتھ سو گھوڑے، سات سو اونٹوں اور گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں کے ساتھ اکڑتا ہوا اور اتراتا ہوا روانہ ہوا، جب ابوسفیان ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر مسلمانوں کی زد سے نکال لے گیا تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم صرف قافلہ کو، اپنے لوگوں کو اور اپنے اموال کو بچانے کے لئے نکلے تھے، اللہ نے سب کو بچا لیا ہے لہٰذا تم مکہ واپس لوٹ جاؤ مگر ابوجہل نہ مانا کہنے لگا جب تک ہم بدر میں پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر خوب مزے نہیں اُڑا لیں گے ہرگز واپس نہیں ہوں گے۔ جب آپ ﷺ مقام صفراء میں پہنچے تو قاصدوں نے اطلاع دی کہ ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور مکہ سے لشکر جرار بڑھتا چلا آرہا ہے۔

آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے جاں نثاری کا اظہار کیا، حضرت مِقداد ابن الاسود اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی فدایانہ تقریر سے چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے کھل گیا۔ اور آپ ﷺ نے ابوجہل اور ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک پر فتح کی بشارت سنائی، پھر فوج شاداں فرحاں بدر کی طرف روانہ ہوئی۔ قریش کا لشکر بدر میں پہلے ہی پہنچ گیا، اور اس نے پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا اور مناسب جگہوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔

جب مسلمان بدر میں پہنچے تو ان کو نہ پانی ملا نہ مناسب جگہ، ریتیلا میدان تھا، جہاں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چلنا بھی دشوار تھا، بیر ریت میں دھنس جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت برسایا جس سے ریت جم گیا، اور مسلمان نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا۔

۷ رمضان ۲ ھ جمعہ کی صبح کو میدان بدر میں کفر و اسلام کی صفیں آمنے سامنے آراستہ ہوئیں پہلے انفرادی مقابلہ ہوا۔

عُتبہ اپنے بھائی شَیبہ اور اپنے بیٹے وَلید کو لے کر میدان میں اُترا اور للکار کر مقابل طلب کیا لشکر اسلام میں سے حضرت علی، حمزہ اور عُبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نکلے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابل ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ولید کے۔

حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوئے ان کا پیر کٹ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اُٹھا کر نبی ﷺ کی خدمت میں لائے، اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا نبی ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی اور صحابہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا مشت خاک پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل ہونے لگے اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ میدان کارزار کا فیصلہ ہو گیا۔

نتیجہ: ستر کافر مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوئے، چودہ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے واپسی میں مقام صفراء میں نضر بن الحارث کے قتل کا اور عرق الظبیہ میں عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔

یہ دونوں نبی ﷺ کے شدید ترین دشمن بدزبان اور دریدہ دہن تھے اور باقی اسیرانِ جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ (تحفۃ القاری ۸/۵۷۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ابوجہل غزوہ بدر میں مقتول ہوا:

قاتلین ابوجہل کے بارے میں روایات میں چار آدمیوں کے نام آتے ہیں:
(۱) معاذ (۲) مُعَوِّذ رضی اللہ عنہما فرزندانِ عَفراء رضی اللہ عنہما۔ (۳) معاذ بن الجموع رضی اللہ عنہ (۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(ج):

ابولہب اس غزوہ میں شریک نہیں ہوا۔

(فلیراجع فتح الباری ۷ر۳۴۲۔عمدۃ القاری ۱۲ر۷۔فیض الباری ۴ر۸۷)

سوال: ۳، صفحہ: ۵۶۷

قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ. فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ. وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الآنَ. قَالَتْ وَذَالِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَاقَالَ إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَاأَقُولُ وَإِنَّمَا قَالَ إِنَّهُمْ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَاأَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَاأَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ. يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّءُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔
(ب) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر جو نقد کیا ہے اس کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ یہ نقد صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے دلائل کا کیا جواب ہے؟

(ج) غزوہ بدر کا واقعہ لکھیں اور اس کا سبب بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کا ذکر آیا جو وہ رسولِ کریم ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ مردے پر اس کے عزیزوں کے رونے سے قبر میں عذاب ہوتا ہے یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت پر نقد کرتے ہوئے فرمایا آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ مردے پر اپنی خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور اس کے عزیز اس پر روتے رہتے ہیں (انہیں یہ خبر بھی نہیں کہ مردے کا کیا حال ہے) اور یہ ویسا ہی مضمون ہے جیسے عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بدر کے گڑھے پر کھڑے ہوئے اس میں مشرکین کی وہ لاشیں تھیں جو بدر کے دن مارے گئے تھے (اور فرمایا هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو برحق پایا) پھر فرمایا وہ فی الحال سن رہے ہیں وہ باتیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں، حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا عبداللہ بن عمر کو مغالطہ ہوا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اب انہیں معلوم ہو گیا کہ میں جو کہتا تھا (شرک چھوڑو اللہ پر ایمان لاؤ) سچ تھا۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (سورۃ النمل) کی یہ آیت پڑھی: بیشک آپ ﷺ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور (سورۃ فاطر) کی یہ آیت: اے پیغمبر! آپ قبر والوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے۔

عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب مُردوں کو نہ سنا سکنے سے (جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے) یہ ہے جب وہ دوزخ میں اپنے ٹھکانے کو پہنچ جائیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر جو نقد کیا ہے اس کی وضاحت۔

جاننا چاہئے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دو حدیث پر نقد کیا ہے:

(۱) پہلی حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت ہے ان المیت یعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ یعنی میت اپنی قبر میں سزا دی جاتی ہے اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث پر نقد کرتے ہوئے فرمایا: انما قال رسول اللہ ﷺ انہ لیعذب بخطیئتہ وذنبہ وان اھلہ لیبکون علیہ الآن نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا تھا میت کو یقیناً سزا دی جاتی ہے اپنی کوتاہی اور اپنے گناہوں کی وجہ سے درآنحالیکہ اس کے گھر والے اس کو رو رہے ہیں یعنی ایسے برے کو کیا رونا جس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

یہ بخاری کتاب المغازی کی روایت ہے اور بخاری کتاب الجنائز میں عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رحم اللہ عمر واللہ ما حدث رسول اللہ ﷺ ان اللہ لیعذب المؤمن ببکاء اھلہ علیہ ولکن رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ.

یعنی یہ حدیث ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ کافر کے بارے میں ہے مؤمن کے بارے میں نہیں، لہٰذا مؤمن کو بکاء اہل کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا۔

(۲) دوسری حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو برحق پایا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر فرمایا: انهم الآن يسمعون ما اقول لهم وہ فی الحال سن رہے ہیں وہ باتیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر نقد کرتے ہوئے فرمایا نبی ﷺ نے انهم يسمعون نہیں فرمایا بلکہ انهم يعلمون فرمایا تھا یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: انهم الآن ليعلمون ان الذی کنت اقول لهم هو الحق وہ فی الحال جانتے ہیں کہ جو بات میں ان سے کہا کرتا تھا وہ برحق تھی۔

پھر صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات پر استدلال کرتے ہوئے یہ دونوں آیتیں پڑھیں: (۱) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى. (۲) مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ.

پہلے مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دلائل:

(۱) قوله تعالى: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى.

(۲) قوله تعالى: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى.

وجہ استدلال: ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کیا اور ایک انسان کا بوجھ دوسرا انسان نہیں اُٹھائے گا تو پھر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو کیسے عذاب ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دلیل:

(۱) قوله عليه السلام ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه.

وجہ استدلال: یہ حدیث مطلقاً دلالت کر رہی ہے کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب دونوں فریق کے پاس دلائل قویہ ہیں پس کسی فریق کو حق اور کسی فریق کو باطل نہیں کہا جا سکتا ہے اس لئے علماء نے دونوں فریق کے دلائل کو اس طرح تطبیق دی ہے:

(۱) ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه عالم برزخ کے بارے میں ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرآنِ کریم کی آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی عالمِ آخرت کے لئے ہے۔
لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (ھٰکذا قال العلامة الکرمانی)

(۲) بعض حضرات نے اس طرح جمع کیا ہے کہ ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ اس وقت ہے جبکہ مرنے والے کو علم ہو کہ گھر والوں کا طریقہ اور عادت میت پر رونے کی ہے اس کے باوجود اس نے گھر والوں کو رونے سے نہیں روکا، چونکہ اس نے اپنے گھر والوں کو نہیں روکا اس وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

اور آیتِ کریمہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اس وقت ہے جب اس نے گھر والوں کو روکا ہے۔

(۳) ان المیّت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ اس وقت جب میت نے بکاء کی وصیت کی اور وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اس وقت ہے جب بکاء کی وصیت نہیں کی ہو اور گھر والے رو رہے ہیں تو ان کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(۴) زمانۂ جاہلیت میں لوگ ڈاکے ڈالتے تھے، قتل کرتے تھے اور دیگر حرام کام کرتے تھے، جب کسی کا انتقال ہوتا تو گھر والے اس کی بہادری وشجاعت میں اس کے قتل، جنگوں اور لوٹ مار کا ذکر کر کے روتے تھے تو ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ گھر والے میت کے جن کارناموں کو یاد کر کے رو رہے ہیں انہیں کاموں کے سبب اس کو عذاب دیا جارہا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۳/۱۵۵۔ کشف الباری ۸/۱۲۵۔ تحفۃ القاری ۸/۶۸)

(۲) دوسرے مسئلہ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دلائل:

(۱) قولہ تعالی: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔

(۲) قولہ تعالی: وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔

وجہ استدلال: یہ دونوں آیتیں سماعِ موتی کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قائلین سماعِ موتی کے دلائل:

(١) قولہ تعالیٰ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ (آل عمران:١٦٩)

وجہِ استدلال: اس آیت میں شہداء کو زندہ کہا گیا اور ہر زندہ سنتا ہے۔

(٢) بخاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو انہ یسمع قرع نعالھم وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

(٣) وہ روایتیں ہیں جن میں قبرستان میں جاتے وقت السلام علیکم یا اھل القبور کہنے کی تصریح ہے۔

(٤) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قام علی القلیب وفیہ قتلی بدر من المشرکین فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا ثم قال انھم الآن یسمعون ما اقول لھم۔

وجہِ استدلال: یہ سب روایت دلالت کرتی ہیں کہ مردہ سنتا ہے۔

قائلین سماعِ موتی کی طرف سے حضرت صدیقہ کے دلائل کی توجیہات:

(١) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔

ان دونوں آیت میں سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ اسماع کی نفی ہے اور اسماع کی نفی سماع کی نفی کو مستلزم نہیں لہٰذا آیت میں ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے، چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

(٢) حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے مطلق سماع کی نفی نہیں خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا کہ اب ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں سنا کر ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہِ راست پر نہیں آتے اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے لہٰذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ انتفاع بالسماع کی نفی ہے۔

(فلیراجع فیض الباری ۲/ ۴۶۸ ـ کشف الباری ۸/ ۱۲۴ ـ تحفۃ القاری ۸/ ۶۷)

چونکہ دونوں فریق کے پاس دلائل قویہ اور دونوں طرف اکابر ہیں اس لئے معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ (فلیراجع معارف القرآن لمفتی محمد شفیع صاحب ۶/ ۴۰۶)

(ج):

غزوۂ بدر کا واقعہ اور اس کا سبب سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۴، صفحہ: ۵۶۷

قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُصِيبَ حَارِثَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي، فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ، وَإِنْ تَكُ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ أَوَهَبِلْتِ أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ، وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ.

(۱۳۳۴ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث کس باب کے تحت ذکر کی ہے پھر جنگِ بدر کا واقعہ اور اس کا سبب بھی بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حارثہ بن سراقہ بدر کے دن شہید ہوئے درآنحالیکہ وہ لڑکے تھے۔ ان کی والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی رُبَیّع بنت النضر بدر کی جنگ کے بعد نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں۔ اے اللہ کے نبی! آپ علیہ السلام جانتے ہیں حارثہ سے مجھے کیسی محبت تھی؟ اب اگر وہ بہشت میں چین سے ہے تو میں بھی صبر کروں، ثواب کی اُمید رکھوں اگر کسی اور بُرے حال میں ہے تو آپ دیکھئے میں کیا کرتی ہوں (یعنی کیسے روتی ہوں اور رو کر خود کو ہلکا کر لیتی ہوں) نبی علیہ السلام نے فرمایا افسوس! حارثہ کی ماں جنت کوئی ایک باغ تھوڑا ہے جنت تو بہت سے باغات کا مجموعہ ہے اور تیرا لڑکا فردوس اعلیٰ (بہشت بریں) میں ہے۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث "باب فضل من شھد بدراً" کے تحت ذکر کی ہے وانه فی جنة الفردوس سے ترجمۃ الباب ثابت ہو رہا ہے جنت کے سب سے اعلیٰ درجہ میں ہونا ہر بدری صحابی کی فضیلت ہے۔

غزوۂ بدر کا واقعہ اور اس کا سبب سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

سوال:۵، صفحہ:۵۶۸

قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّمَاةِ يَوْمَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أُحُدٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ، فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلاً. قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ.

(۱۴۲۷ھ)

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) اور خط کشیدہ عبارتوں کی تشریح کریں۔

(ج) غزوۂ بدر سے متعلق مختصر تاریخ ذکر فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے جنگِ اُحد میں تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا پس دشمن نے ہمارے ستر آدمی شہید کیے اور نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے جنگِ بدر میں مشرکین کے ایک سو چالیس آدمی پائے تھے، ستر کو قید کیا تھا اور ستر کو قتل کیا تھا، پس ابوسفیان نے جو مشرکین کا کمانڈر انچیف تھا ختم جنگ پر کہا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ کنویں کا ڈول ہے یعنی بدر کی کامیابی پر غرّانا نہیں دیکھو! آج ہم کامیاب ہو گئے، جنگ کنویں کا ڈول ہوتی ہے وہ حق و باطل کی بنیاد نہیں ہوتی۔

(ب) خط کشیدہ عبارتوں کی تشریح:

(۱) جعل النبی ﷺ علی الرّماۃ یوم احد عبداللہ بن جبیر: نبی ﷺ نے جنگِ اُحد میں اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی اور پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں اُحد کی ایک پہاڑی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متعین کیا اور ان کو یہ تاکید کی کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں مگر چونکہ اس دستہ سے غلطی ہوئی تھی اور حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکی تھی اس لئے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور اس کے دس ساتھی شہید ہوئے تھے اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔

(۲) قتیلا ای مقتولا: یعنی نبی کریم علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے صحابہ نے جنگِ بدر میں جن ایک سو چالیس کافروں کو نقصان پہنچایا تھا ان میں ستر وہ ہیں جو میدانِ جنگ میں قتل کئے گئے ہیں۔

(۳) الحرب سجال: سجال سجل کی جمع ہے سجل ڈول کو کہتے ہیں یہ محاورہ ہے کہ جس طریقہ سے کنویں پر ڈول کھینچنے کے وقت کبھی ڈول ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں اسی طرح جنگ میں بھی کامیابی وفلاح کبھی ایک فریق کو ہوتی ہے اور کبھی دوسرے فریق کو لہٰذا جنگ میں کامیابی پر غرانا نہیں اور وہ حق و باطل کی بنیاد و معیار نہیں ہوتی ہے بلکہ جنگ کنویں کا ڈول ہوتی ہے۔

(فلیراجع کشف الباری ۸/۱۳۶۔ تحفۃ القاری ۸/۷۳)

(ج):

جنگِ بدر کا تاریخ اور واقعہ سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

سوال:۶، صفحہ:۵۶۹

عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرَئِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

(۱۴۳۲ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) عقبہ کیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے عقبہ میں کتنی مرتبہ بیعت لی ہے تفصیل سے لکھیں۔

(ج) بدریوں کا مقام بلند ہے یا عقبہ والوں کا مدلل لکھیں اور بتائیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے بدریوں کے بارے کیا پوچھا تھا؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اور ان کے ابا حضرت رافع رضی اللہ عنہ عقبہ والوں میں سے تھے اور وہ اپنے بیٹے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے مجھے پسند نہیں یہ بات کہ میں بدر میں شرکت کرتا عقبہ کے بدلے جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا۔

مطلب: مایسرنی انی شھدت بدرا بالعقبۃ یہ حضرت رافع انصاری رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو وہ اپنے صاحبزادے رفاعہ سے کہہ رہے ہیں۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے لیکن ان کے والد حضرت رافع رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شریک نہیں تھے، البتہ بیعتِ عقبہ میں وہ شریک تھے وہ اپنے بیٹے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے مجھے پسند نہیں یہ بات کہ میں بدر میں شرکت کرتا عقبہ کے بدل یعنی عقبہ کے برابر مجھے بدر میں شریک ہونے کی خوشی نہیں ہے یعنی حضرت رافع کو بیعت عقبہ میں شرکت غزوۂ بدر کی شرکت سے زیادہ پسند تھی کیونکہ اس بیعت سے نصرت اسلام کی بنیاد پڑی اور وہی بیعت نبی ﷺ کی ہجرت کا سبب بنی اس لئے حضرت رافع رضی اللہ عنہ اس کو بدر کی شرکت سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ یہ مطلب اس وقت ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب ما یسرنی میں ما نافیہ ہو۔ (تحفۃ القاری ۸/۸۱۔ کشف الباری ۸/۱۴۶)

اور اگر ما یسرنی میں ما استفہامیہ ہو تو اس صورت میں مطلب ہوگا کیا ہی خوشی ہوتی مجھ کو کہ میں عقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا۔

اس صورت میں عقبہ کی افضلیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ بدر میں حاضری کی تمنا مراد ہوگی۔ (فلیراجع فی الحاشیۃ ۱۶۹۔ عمدۃ القاری ۷/۱۰۴۔ کشف الباری ۸/۱۴۶)

(ب):

عقبہ: رسولِ کریم ﷺ نے منیٰ کی گھاٹی میں مدینہ منورہ کے چند اشخاص سے جو بیعت لی اس کو عقبہ کہا جاتا ہے۔

بیعتِ عقبہ اکثر علماء کے نزدیک دو مرتبہ ہوئی اور بعض حضرات کے نزدیک تین مرتبہ ہوئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلسل دس سال تک اہلِ مکہ کو ایک خدا کی عبادت کی طرف بلایا اور کفر و شرک سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر چند خوش نصیب نفوس کے علاوہ عام طور پر لوگوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کو دعوت سے باز رکھنے کے لئے ہر ناجائز طریقہ اختیار کیا یہاں تک کہ نبوت کے گیارہویں سال قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے، آنحضور ﷺ حج کے موقع پر مکہ آنے والے قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اپنا تعارف کرایا ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک سنایا اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا وہ اسی مجلس میں مسلمان ہوگئے، یہ چھ حضرات تھے (اس واقعہ پر شاید بیعت نہیں لی تھی مگر بعض حضرات نے اس کو بیعتِ عقبہ اولیٰ لکھا ہے)۔

یہ حضرات آپ ﷺ سے رخصت ہوکر مدینہ منور پہنچے وہ جس مجلس میں بھی بیٹھتے آپ ﷺ کا ذکر کرتے، چنانچہ مدینہ کا کوئی گھر اور کوئی مجلس آپ ﷺ کے ذکر سے خالی نہ رہی، پھر اگلے سال یعنی نبوت کے بارہویں سال بارہ اشخاص آپ ﷺ سے ملنے کے لئے مکہ آئے، پانچ تو ان چھ میں سے تھے باقی سات اور تھے ان حضرات نے رات میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منٰی کے قریب ایک گھاٹی میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور بیعت ہوئے یہ پہلی بیعت تھی جس کو بیعتِ عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو قرآن کی تعلیم کے لئے ان کے ساتھ بھیجا، ان حضرات نے مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کیا اور مدینہ کے لوگوں میں دعوت کی محنت شروع کی جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور آئندہ سال یعنی نبوت کے تیرہویں سال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشہور قول کے مطابق پچھتّر آدمی حج کے لئے مکہ آئے ان میں تہتر مرد وعورتیں تھیں انہوں نے بھی اس گھاٹی میں بیعت کی یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ (تحفۃ القاری ۲۲۰/۱)

(ج) بدریوں کا مقام بلند ہے یا عقبہ والوں کا؟

جاننا چاہئے کہ اصحابِ بدر کی فضیلت اصحابِ عقبہ سے زیادہ بڑی اور بلند ہے۔

(۱) اس کی دلیل باب شہود الملائکۃ بدراً کی پہلی حدیث ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے بدری صحابہ کو مسلمانوں میں سب سے افضل قرار دیا ہے۔

کما فی حدیث معاذ بن رفاعۃ بن رافع الزرقی عن ابیہ قال جاء جبرئیل الی النبی ﷺ فقال ماتعدون اھل بدر فیکم قال من افضل المسلمین او کلمۃ نحوھا قال و کذالك من شھد بدرا من الملائکۃ.

(۲) اور بارگاہِ ایزدی سے بواسطۂ لسان نبوت ان کو اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ کا پروانہ ملا ہے۔

(۳) اور آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا جو شخص جنگِ بدر میں شریک ہو وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ (مسند احمد) (تحفۃ القاری ۲۲۰/۱ـ۸۱/۸)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ما تعدون اهل بدر فیکم آپ حضرات میں بدری صحابہ کا کیا مرتبہ ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: من افضل المسلمین وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔

سوال: ۷، صفحہ: ۵۷۰

حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولِي هٰكَذَا، وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ.

(۱۴۲۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے۔
(ب) غزوۂ بدر کا مختصر واقعہ بیان کیجئے۔
(ج) کیا نبی کریم علیہ السلام کا کسی اجنبیہ کے بستر پر اس کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے اس حدیث سے کیا مفہوم ہوتا ہے۔
(د) بعض متصوفہ نے اسی حدیث سے غناء وسماع ثابت کیا ہے کیا اس کا اس حدیث سے استدلال درست ہے اگر درست نہیں تو مدلل تردید فرمایئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت خالد بن ذکوان کہتے ہیں کہ مجھ سے ربیع بنت معوذ نے کہا کہ نبی علیہ السلام میرے پاس آئے اس رات کی صبح میں جس رات میری رخصتی عمل میں آئی پس آپ علیہ السلام میرے بستر پر بیٹھے جس طرح تم (خالد بن ذکوان راوی) میرے پاس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیٹھے ہو اور لڑکیاں دُف (ڈھپڑا) بجا رہی تھیں اور وہ خوبیاں بیان کر رہی تھیں میرے ان آباء کی جو بدر میں شہید ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک لڑکی نے کہا اور ہمارے درمیان ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ایسا مت کہو (غیب اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پس غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت جائز نہیں) اور وہ کہو جو تم کہتی تھیں یعنی مرثیہ کے اشعار پڑھتی رہو، جن میں شہداء کی خوبیاں ہیں۔

(ب):

غزوۂ بدر کا مختصر واقعہ سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کے لئے کسی اجنبیہ کے بستر پر بیٹھنا جائز نہیں اور حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ بیٹھنا جائز ہے؟

محدثین کرام نے اس حدیث کی مختلف توجیہات کی ہیں:

(۱) علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ پسِ پردہ بیٹھے ہوں۔

(۲) یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔

(۳) یا ضرورت کے وقت اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا جائز ہے جیسے ڈاکٹر کے لئے۔

(۴) یہاں خلوت ہی نہیں تھی یہاں تو بچیاں تھیں جو گیت گا رہی تھیں۔

(۵) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحیح جواب یہ ہے کہ خلوت مع الاجنبیہ اور نظر الی الاجنبیہ کا جواز حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

(۶) لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ادلہ قویہ سے ہم پر یہ بات واضح ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے لئے خلوت بالاجنبیہ جائز تھی کیونکہ خلوت بالاجنبیہ اس لئے شریعت میں ناجائز ہے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور نبی کریم ﷺ معصوم وہاں فتنہ کا کوئی خوف موجود نہیں۔ (فلیراجع للتفصیل فتح الباری ۹/۲۰۳۔ عمدۃ القاری ۷/۱۰۹۔ کشف الباری ۸/۱۵۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

:(و)

اس حدیث سے غنا وسماع کا استدلال درست نہیں ہے۔

(۱) کیونکہ نہ وہ چھوکریاں پیشہ ور مغنیہ عورتیں تھیں اور نہ بطرزِ غنا گاتی تھیں جس سے لوگوں میں تشویق پیدا ہو اور خواہشات موجزن ہو اور لوگ فتنہ میں پڑیں۔

(۲) ان چھوکریوں کی غنا اصطلاحی غناء نہ تھی بلکہ مرثیہ کے اشعار تھے جن میں شہداء کی خوبیاں ہیں اور لڑائی وشجاعت کے اوصاف پر ان کا گانا مشتمل تھا پس ان کا گانا اشعار حرب از مفاخرہ بالشجاعۃ کے قبیل سے ہونے کے سبب شر وفساد سے مامون تھا فلا یستدل بہ۔

(۳) لفظ غنا کا اطلاق جس طرح اخلاق سوز گانوں اور خواہشات کو برانگیختہ کرنے والی غزل گوئی پر ہوتا ہے اسی طرح رفعِ صورت ترنم اور حدی خوانی پر بھی ہوتا ہے یہاں غنا سے اصطلاحی غنا مراد نہیں بلکہ رفع صورت مراد ہے۔

(۴) دونوں غیر مکلف بالشرع لڑکیاں تھیں جن کے افعال سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (نصر الباری ۸/۵۳۰۔ انعام الباری ۷۲)

(۵) ان لڑکیوں کے غنا اور آج کل کا غنا برابر نہیں، کیونکہ آج کل جو لوگ گانا گاتے ہیں یا ڈھول بجاتے ہیں وہ اس فن کو سیکھنے کے لئے بڑی ریاضت کرتے ہیں اساتذہ فن اور ماہرین فن جو کام انجام دیتے ہیں اس کو ان بچیوں کے فعل سے جائز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ (کشف الباری ۸/۱۵۳)

سوال: ۸، صفحہ: ۵۷۴

حَدِيثُ بَنِي النَّضِيرِ. وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
(۱۴۲۸ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) غزوہ بنوالنضیر کس سنہ میں واقعہ ہوا، امام بخاری نے عروہ ومحمد بن اسحاق کی کیارائے ذکر کی ہے تحریر کریں۔

(ب) غزوہ بنوالنضیر کی وجہ بیان کر کے واقعہ کی تفصیل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ بنوالنضیر کے سنِ وقوع کے بارے میں دورائے ذکر کی ہیں:

(۱) عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی (۲) محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی۔

(۱) عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ کانت غزوۃ بنی النضیر علی رأس ستة اشهر منه وقعة بدر قبل احد یعنی غزوہ بنوالنضیر غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد غزوہ اُحد سے پہلے پیش آیا ہے۔

(۲) اور محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ کانت غزوۃ بنی النضیر بعد بئر معونة واحد. یعنی غزوہ بنی النضیر غزوہ بئر معونہ اور غزوہ اُحد کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں یہ غزوہ پیش آیا ہے۔

یہی قول اربابِ سیر کے نزدیک راجح ہے۔ البتہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ بنوالنضیر غزوہ بدر کے بعد پیش آیا ہے جیسا کہ عروہ نے فرمایا ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ بنوالنضیر کو غزوہ بدر کے بعد غزوہ اُحد سے پہلے ذکر کیا ہے۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ محمد بن اسحاق کی رائے کے مطابق غزوہ بنوالنضیر کا سبب یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بئر معونہ کے واقعہ میں اتفاقاً زندہ بچ گئے تھے وہاں سے مدینہ آتے ہوئے ان کو دو کافر ملے جو بنو عامر و بنو کلاب میں سے تھے، تو عمرو بن امیہ ضمری نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ سمجھ کر اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان کو بئر معونہ میں شہید کئے ہیں ان دونوں کو قتل کردیا عمرو بن امیہ ضمری کو یہ معلوم نہ تھا کہ مقتولین کے قبیلہ سے آنحضرت ﷺ نے معاہدہ کیا ہے جب آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے تو ہمارا معاہدہ تھا لہٰذا دیت ضروری ہے اگرچہ عامر بن طفیل نے عہد شکنی کرلی تھی اور ستر مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔

چونکہ بنوالنضیر مسلمان کے حلیف تھے اس لئے بنو عامر بھی ان کے حلیف بن گئے لہٰذا عرب کے دستور کے مطابق معاہدہ کی رو سے اس میں اعانت کرنا یہود پر بھی واجب تھا، چنانچہ آپ ﷺ چند صحابہ کے ساتھ بنونضیر کی بستی میں گئے ان لوگوں نے آپ ﷺ کو اور صحابہ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اور کہا ہم مشورہ کر کے آپ ﷺ کی ضرورت پوری کرتے ہیں، پھر وہ تنہائی میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو قتل کردیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ انہوں نے عمرو بن جحاش کو تیار کیا کہ وہ چکی کا پاٹ لے کر چھت پر چڑھے اور آپ ﷺ کے سر پر گرادے، اُدھر وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو خبر دیدی گئی یہود کے ارادہ کی، چنانچہ آپ ﷺ تیزی سے اُٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، ساتھی تھوڑی دیر انتظار کر کے مایوس ہوکر مدینہ لوٹ آئے، آپ ﷺ نے ان کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا۔

اور عروہ کی رائے کے مطابق غزوہ بنوالنضیر کا سبب یہ ہے کہ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی تو مشرکین مکہ نے یہودِ مدینہ کو لکھا کہ تم جائدادوں اور قلعوں والے ہو تم محمد ﷺ سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے اور تمہاری عورتوں کے پازیب بھی اُتارلیں گے اس خط کے ملنے پر بنونضیر نے عہد شکنی کا اور نبی ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انہوں نے نبی ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ تین آدمی اپنے ساتھ لے کر آئیں ہمارے تین عالم آپ ﷺ سے بحث کریں گے، اگر ہمارے آدمی مطمئن ہوگئے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے اور انہوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا اور موقع ملتے ہی آپ ﷺ کو قتل کر دینا۔

بنونضیر میں ایک انصاری خاتون تھی اس کے بھائی مسلمان تھے، اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی، چنانچہ آپ ﷺ نے مذاکرہ کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکال جاؤ اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس نوٹس کے بعد بنونضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ، گھر بار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگ ہیں جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر بنونضیر کی خود اعتمادی لوٹ آئی انہوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن نہیں ہونا ہے ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا وہ پورا کرے گا، چنانچہ اس نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے آپ کو جو کرنا ہو وہ کر لو جب رسول ﷺ کو یہ پیغام ملا تو رسول ﷺ نے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا اور بنونضیر پر فوج کشی کا حکم دیا جب بنونضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو وہ قلعہ بند ہو گئے باہر نکل کر دو بدو جنگ نہیں لڑتے تھے اور ان کے قلعہ کو ان کے بویرہ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا نبی ﷺ نے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا تا کہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں اور فیصلہ کن جنگ ہو بالآخر وہ مرعوب ہو گئے انہوں نے گھبرا کر صلح کی التجاء کی آخر یہ قرار پایا کہ وہ دس دن کے اندر مدینہ خالی کر دیں تو ان کی جانوں سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور جو مال و اسباب، سامانِ حرب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے علاوہ اُٹھا کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں، یہود نے مال کی حرص اور طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اُکھاڑ لئے اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پر لاد کر لے گئے اکثر ان میں سے خیبر جا بسے اور بعض شام چلے گئے ان کے سردار حیی بن اخطب، کنانہ بن الربیع، سلام بن ابی الحقیق نے خیبر میں بود و باش اختیار کر لی۔

اس غزوہ میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سورت کو سورہ بنی نضیر کہا کرتے تھے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اموال بنی نضیر کو مال فئے قرار دیا اور فئے کے احکام و مصارف بیان فرمائے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم فرمائیں، اس طرح انصار سے ان کا خرچ ہلکا ہوا اور مہاجرین اور انصار دونوں کو فائدہ پہنچا، انصار میں صرف ابودجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو بوجہ تنگدستی اس میں حصہ دیا، نیز نبی علیہ السلام اپنے گھر کا اور وارد و صادر کا سالانہ خرچہ اس سے لیتے تھے اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے اس غزوہ میں بنو نضیر کے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ عنہما ان کے مال و اسباب سے کچھ تعارض نہیں کیا گیا وہ بدستور اپنی املاک پر قابض رہے۔

(فلیراجع تحفۃ القاری ۸/۱۰۲ اور ۱۷۵۔ کشف الباری ۸/۱۸۰)

سوال: ۹، صفحہ: ۵۷۴

حَدِيثُ بَنِي النَّضِيرِ. وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) باب میں غزوۂ بنی نضیر کا سبب بیان کیا گیا ہے، آپ اس غزوہ کی تفصیل لکھیں۔

(ب) مدینہ میں یہود کے کون کون قبیلے آباد تھے اور ان کا انجام کیا ہوا؟

(ج) اور بتائیں غزوہ خیبر کا سبب کیا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

غزوہ بنی النضیر کی تفصیل سوال نمبر ۸ میں گزر چکی ہے۔

(ب) مدینہ منورہ میں یہود کے آباد قبائل اور ان کے انجام:

مدینہ منورہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے: (۱) بنو قینقاع (۲) بنو نضیر (۳) اور بنو قریظہ بڑے قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر تھے، بنو قینقاع اور بنو حارثہ ان کی شاخیں تھیں یہ سب قبائل بنو قریظہ کے علاوہ اپنی خیانت اور عہد شکنی اور بے وفائی کی وجہ سے جلاوطن کیے گئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود اور مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک "وفاقی حکومت" میں تبدیل ہو گئے تھے۔

(۱) **بنو قینقاع:** پھر جب مسلمان بدر کی طرف نکلے تو ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی، یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار ننگا کر دیا، عورت چلّائی تو ایک مسلمان موقع پر پہنچ گیا، اس نے طیش میں آ کر فسادی یہودی کو قتل کر دیا، اس پر یہود جمع ہو گئے، اور اس مسلمان کو مار ڈالا اور اس طرح بلوہ ہو گیا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بدر سے لوٹے تو یہودیوں کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بلایا انہوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے، ان کی یہ حرکت بغاوت کے مترادف تھی، اس لئے ان کو سزا دی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر جا بسیں اس طرح سب سے پہلے بنو قینقاع کو مدینہ سے جلاوطن کیا۔

(۲) **بنو نضیر:** جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے بنو کلاب و عامر کے دو شخص کو قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ ان کا خون بہا ادا کرنے کے لئے معاہدہ کی رو سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بنونضیر کے یہودیوں کے پاس گئے، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا ادھر آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ یہود کے ارادہ کی خبر دیدی گئی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر فوج کشی کا حکم دیا اور ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا بالآخر وہ مرعوب اور گھبرا کر صلح کی التجاء کی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ دس دن کے اندر مدینہ خالی کردیں اور سامانِ حرب کے علاوہ جو مال واسباب چاہیں اُٹھا کر لے جاسکتے ہیں۔

(۳) **بنوقریظه:** جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تھا تو بنوقریظہ کو معاف کردیا گیا تھا، اور ان کے ساتھ معاہدہ کی تجدید کرلی گئی تھی، مگر جب غزوۂ احزاب پیش آیا تو بنوقریظہ نے نقضِ عہد کیا وہ قریش کے ساتھ مل گئے اور شہر کے امن وامان میں خلل پڑا، چنانچہ جب مسلمان احزاب سے نمٹ گئے تو آپ ﷺ نے بنوقریظہ پر چڑھائی کا حکم دیا پھر ان کے "حکم" حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں، عورتیں اور بچے غلام وباندی بنائے جائیں اور ان کا مال تقسیم کردیا جائے اس طرح اس قبیلہ سے بھی مسلمانوں کو نجات مل گئی۔ (فلیراجع للتفصیل تحفۃ القاری ۸/۱۰۲)

(ج):

غزوۂ خیبر کا سبب سوال نمبر ۲۶ میں آرہا ہے۔

سوال: ۱۰، صفحہ: ۵۷۴

بَابُ حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ. وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ.

(۱۴۳۵ھ)

(الف) غزوہ بنی نضیر کے متعلق عروہ اور محمد بن اسحاق کا اختلاف بیان کرتے ہوئے امام بخاری کی رائے بھی بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) غزوۂ بنی نضیر کے سلسلہ میں قرآن کریم کی کس سورۃ میں بیان ہے اس کا نام اور اس سے متعلق آیات جو کتاب میں مذکور ہیں تحریر کر کے اس غزوہ کے مختصر احوال لکھیں۔

الجواب:

(الف):

غزوۂ بنی نضیر کے متعلق عروہ اور محمد بن اسحاق کا اختلاف اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سوال نمبر ۸ میں گزر چکی ہے۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ غزوۂ بنو نضیر کے سلسلہ میں قرآن مجید کی سورۂ حشر جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رئیس المفسرین سورہ بنی نضیر کہتے ہیں تذکرہ و بیان ہے۔

اور اس کے متعلق آیت جو کتاب میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ:

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِىٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ.

ترجمہ: ''اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے منکرین کو لشکر کشی کرتے ہی ان کے گھروں سے نکال دیا''۔

اس غزوہ کے مختصر احوال سوال نمبر ۸ میں گزر چکے ہیں۔

سوال:۱۱، صفحہ:۵۷۶

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ. فَاِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مَسۡلَمَةَ أَتُحِبُّ أَنۡ أَقۡتُلَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَعَمۡ قَالَ فَأۡذَنۡ لِيۡ أَنۡ أَقُوۡلَ شَيۡئًا قَالَ قُلۡ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بۡنُ مَسۡلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ (الحديث)

(۱۴۳۴، ۱۴۳۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کعب بن اشرف کون تھا؟ اس کی ایذاء رسانیاں کیا تھیں تحریر کریں،

(ج) اس کے قتل کا واقعہ مفصل لکھیں۔

(د) مدینہ میں یہود کے کون سے قبائل آباد تھے اور ان کے ساتھ کیا معاملات کئے گئے مفصل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: کعب بن اشرف کے قتل کا بیان۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف کے لئے کون ہے اُس نے اللہ اور اُس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں انہوں نے کہا پس آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں (آپ ﷺ کے خلاف) کچھ کہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہہ سکتے ہو پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس گئے۔

(ب) تعارف کعب بن اشرف:

جاننا چاہئے کہ کعب بن اشرف عرب یہودی تھا اصل یہودی نہیں تھا قبیلہ طی کی شاخ بنو نبہان سے اس کا تعلق تھا البتہ اس کی ماں قبیلہ بنو نضیر کی تھی اس لئے کعب اس کے مذہب پر تھا اور ننہیال میں رہتا تھا اور بنو نضیر کا سردار سمجھا جاتا تھا اس کا قلعہ مدینہ کے پاس بنو نضیر کے قلعہ کے پیچھے تھا، وہ کھجور اور غلہ کا تاجر تھا ریشہ دوانیوں کا ماہر تھا، ڈور ہلا کر پتلیاں نچانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کا حربہ تھا، زمانہ جاہلیت سے شاعری کرتا تھا نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ میں وارد ہوئے تو وہ آپ ﷺ کا اور صحابہ کا سخت دشمن ہو گیا۔

کعب بن اشرف کی ایذاء رسانیاں:

(۱) جب بدر کی فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو کعب کو بے حد صدمہ ہوا اس نے کہا اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے اشراف بدر میں مارے گئے تو پھر زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے یعنی مرجانا جینے سے بہتر ہے۔

پھر مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ گیا اور مکہ کے جو سردار بدر کے گندے کنویں میں ڈالے گئے تھے ان کا مرثیہ کہا اس کو پڑھ کر لوگوں کو سناتا تھا خود بھی روتا تھا دوسروں کو بھی رُلاتا تھا اور لوگوں کو جوش دلا کر آمادۂ جنگ کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن قریش کو حرم میں لے گیا اور سب نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اُٹھایا جس کے نتیجہ میں جنگِ اُحد پیش آئی۔

(۲) چونکہ وہ شاعر تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا کفار مکہ کو مقابلہ کے لئے بھڑکاتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح ستاتا تھا۔

(۳) اپنے قصائد میں مسلمان خواتین کی تشبیب کرتا تھا (تشبیب کے معنی ہیں قصیدہ کے شروع میں کسی عورت کے اوصاف ومحاسن کا تذکرہ کرنا وہ صحابیات کو تشبیب کے طور پر ذکر کرتا تھا اور اس طرح مسلمان مرد وزن کے دلوں کو دُکھاتا تھا۔

(۴) نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا سب وشتم اور دریدہ دہنی سے کام لیتا تھا۔

(۵) اسلام پر طعن کرتا تھا۔

(۶) غدر اور نقضِ عہد کیا تھا۔

(۷) ایک مرتبہ اس نے نبی ﷺ کو دعوت کے بہانے بلایا اور کچھ آدمی متعین کئے کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ کو قتل کر دیں جب آپ ﷺ آ کر بیٹھے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

توحضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اطلاع کردی آپ ﷺ تیزی سے اُٹھ کر چل دیئے اور واپسی کے بعد اس کے قتل کا حکم دیا۔

تاریخ قتل کعب بن اشرف اور اس کا قاتل:

کعب بن اشرف کو جنگِ اُحد سے پہلے سن ۳ ہجری میں ربیع الاوّل کی چودھویں رات میں قتل کیا گیا۔

اور اس کے قاتل محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھی ہیں۔

(ج) واقعہ قتل کعب بن اشرف:

ان ایذاء رسانیوں کے بعد ایک دن نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کو نمٹائے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستایا ہے۔ محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ اس کا قتل چاہتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ پھر مجھ کو کچھ کہنے کی اجازت دیں آپ ﷺ نے اجازت دی۔ محمد بن مسلمہ کعب سے ملنے گئے اور اس سے کہا یہ شخص ہم سے صدقہ اور زکوۃ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہم کو پریشان کر دیا ہے اس لئے میں آپ کے پاس غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب نے کہا: ابھی کیا ہے آگے دیکھنا ہوتا کیا ہے، آگے تم اس سے اور بھی اُکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب تو ہم اس کی پیروی کر چکے اس لئے فوراً اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے، انجام کے منتظر ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ اس وقت تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں غلہ قرض دیں۔ کعب نے کہا کوئی چیز میرے پاس گروی یعنی رہن رکھو، محمد بن مسلمہ نے کہا کیا چیز آپ گروی رکھوانا چاہتے ہیں؟ کعب نے کہا اپنی عورتوں کو گروی رکھو، محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اپنی عورتوں کو کیسے گروی رکھیں آپ نہایت حسین و جمیل نوجوان ہیں کعب نے کہا پھر اپنے لڑکوں کو گروی رکھو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات زندگی بھر ہماری اولاد کے لئے طعنہ کا سبب بن جائے گی، تم وہی ہو جو دَھڑی دو دَھڑی غلّہ کے عوض میں رہن رکھے گئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے۔ ہاں ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں کعب نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر جب وعدہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لے کر رات کے وقت کعب کے قلعہ پر پہنچے اور اس کو آواز دی۔ کعب اُترنے کے لئے تیار ہوگیا، اس کی بیوی نے کہا اس وقت کہاں جارہے ہو؟ کعب نے کہا: محمد بن مسلمہ اور میرے دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہیں۔ کوئی غیر نہیں تم فکر مت کرو بیوی نے کہا۔ مجھے آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آرہا ہے۔ کعب نے کہا شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو اس کو ضرور جانا چاہئے، ادھر محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا جب تم دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سر قلم کردینا چنانچہ جب کعب آیا تو وہ خوشبو میں بسا ہوا تھا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج جیسی خوشبو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں، کعب نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ مجھ کو اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے، کعب نے کہا اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سنگھایا پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں، کچھ دیر کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے، کعب نے کہا: شوق سے، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور سر سونگھنے میں مشغول ہوگئے جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا سب نے فوراً اس کا سر قلم کردیا اور آناً فاناً اس کا کام تمام ہوگیا پھر رات ہی میں وہ حضرات خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے اور خبر دی آپ ﷺ نے دعا دی: افلحت الوجوہ چہرے کامیاب ہوں۔

(تحفۃ القاری ۸/۱۱۵۔ کشف الباری ۸/۱۹۲۔ سیرۃ المصطفیٰ ۲/۱۷۹)

(د):

مدینہ منورہ میں یہود کے آباد قبائل اور ان کے انجام ومعاملات سوال نمبر ۹ میں گزر چکے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۲، صفحہ: ۵۷۷

بَابُ قَتْلِ أَبِي رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ.

(۱۴۲۹ھ)

(الف) اس کے قتل کا واقعہ کعب بن اشرف کے قتل سے پہلے کا ہے یا بعد کا اس سے معاہدہ تھا تو پھر آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا کیوں حکم دیا۔

(ب) اس کو کس طرح قتل کیا گیا ہے اس واقعہ کو مختصر طور پر تحریر کریں اور بتائیں کہ قتل کرنے والے کون ہیں؟

الجواب:

(الف):

جاننا چاہیے کہ ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے تاریخ وقوع قتل میں اختلاف ہے اس میں چار رائے ہیں:

(۱) جمادی الثانی ۳ھ میں وہ قتل کیا گیا۔

(۲) بعض نے کہا ۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

(۳) بعض نے کہا ۵ھ میں ابورافع کو قتل کیا گیا۔

(۴) واقدی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۶ھ میں پیش آیا واقدی کے خیال کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے وہم قرار دیا، لیکن حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے غزوۂ خندق کے بعد ۶ھ میں ابورافع کے قتل کو راجح قرار دیا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن سعد کے حوالے سے سنہ ۶ نقل کیا ہے۔

البتہ اتنی بات طے ہے کہ ابورافع کا قتل کعب بن اشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۷/۱۳۴۔ فتح الباری ۷/۳۴۳۔ کشف الباری ۸/۲۰۱۔ تحفۃ ۸/۱۲۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابورافع سے معاہدہ رہنے کے باوجود اس کو قتل کرنے کا حکم دینے کی وجہ:

جاننا چاہئے کہ ابورافع یہودی بڑا تاجر تھا وہ خیبر کے قریب ایک چھوٹے قلعہ میں رہتا تھا، مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا، غزوۂ احزاب میں مختلف قبائل کو مدینہ پر چڑھا لایا تھا اور مال وسامان سے ان کی خوب امداد کی تھی اس کے علاوہ بھی نبی ﷺ کو طرح طرح سے ستاتا تھا۔

ان اسباب کی وجہ سے جب مسلمان غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنوقریظہ سے فارغ ہوئے تو ایک سریہ ابورافع کے قتل کے لئے روانہ کیا اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور یہ تاکید کی کہ کسی بچہ اور عورت کو قتل نہ کرنا۔

(ب) واقعہ قتل ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق:

جاننا چاہئے کہ کعب بن اشرف کا قتل قبیلہ اوس کے حضرات نے کیا تھا اور ابورافع کا قتل قبیلہ خزرج کے حضرات نے جب قبیلہ اوس نے کعب بن اشرف کو نمٹادیا جو نبی ﷺ کا جانی دشمن اور بارگاہِ رسالت کا گستاخ اور دریدہ دہن مجرم تھا تو قبیلہ خزرج کو خیال آیا کہ ہم دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابورافع کو نمٹادیں تاکہ یہ ہمارے لئے قابلِ فخر کارنامہ ہے، چنانچہ پانچ حضرات تیار ہوئے، عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ، حارث بن ربعی اور خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم۔ عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے واپس لاچکے تھے یہ حضرات خیبر پہنچے ابورافع کا قلعہ جب قریب آیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہا آپ حضرات یہیں ٹھہریں میں قلعہ میں گھسنے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں جب وہ بالکل دروازے کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا اوڑھ کر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے۔

دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے پکارا۔ او بندۂ خدا۔ اگر اندر آنا ہے تو آجا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

ورنہ میں دروازہ بند کرتا ہوں عبداللہ رضی اللہ عنہ قلعہ میں داخل ہو گئے اور گدھوں کے اصطبل میں چھپ کر بیٹھ گئے دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیں۔

ابورافع بالاخانہ میں رہتا تھا رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہو رہی تھی جب لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے تب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پہلے کنڑی سے چابی لے کر دروازہ کھول دیا پھر بالاخانہ پر پہنچے اور جو بھی دروازہ کھولتے اس کو اندر سے بند کر دیتے تا کہ اگر لوگ جان لیں تو وہ اس سے پہلے کام نمٹا چکے ہوں۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ بالاخانہ میں پہنچے تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل وعیال کے درمیان سویا ہوا تھا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے ابورافع! ابورافع نے کہا کون ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ آواز کی جانب بڑھے اور تلوار کا وار کیا مگر وار پوری طرح کارگر نہیں ہوا۔ ابورافع نے چیخ ماری عبداللہ رضی اللہ عنہ کمرے سے باہر نکل آئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر داخل ہوئے اور ہمدردانہ لہجہ میں کہا: اے ابورافع! یہ کیسی آواز تھی؟ ابورافع نے کہا ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا، عبداللہ رضی اللہ عنہ آواز کی طرف بڑھے اور دوسرا وار کیا جس سے کاری زخم آیا پھر انہوں نے تلوار کی دھار پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی جب عبداللہ نے سمجھا کہ کام تمام ہو گیا تو وہ واپس لوٹے سیڑھی سے اترتے ہوئے یہ خیال کیا کہ زمین قریب آ گئی ہے مگر ابھی ایک زینہ باقی تھا چنانچہ وہ گر پڑے اور پیر میں موچ آ گئی، چاندنی رات تھی پگڑی کھول کر ٹانگ باندھ دی اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور کہا آپ حضرات چلیں رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری سنائیں، میں یہیں رہتا ہوں ابورافع کی موت کا اعلان سن کر آؤں گا، چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ بانگ دی تو قلعہ کی فصیل سے ابورافع کی موت کا اعلان ہوا اس کو سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور ساتھیوں سے جا ملے پھر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ بیان کیا اور پیر کی موچ کا بھی ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا ٹانگ پھیلاؤ آپ ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا، ٹانگ ایسی ہوگئی جیسے اس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۴۳، صفحہ: ۵۷۸

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِيْنَ، كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ، وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا، وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا، وَلٰكِنِّي أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱۴۲۵ھ)

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں۔

(ب) صلوٰۃ الشہداء میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے اس کو مفصل و مدلل تحریر کرنے کے بعد راجح کو ترجیح دیجیے۔

(ج) غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی کیا وجہ ہوئی جبکہ وعدۂ خداوندی وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ○ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ○ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ○ قرآن پاک میں صراحۃً موجود ہے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ ومطلب: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے وفات سے چند دن پہلے شہدائے اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی آٹھ سال کے بعد زندوں اور مُردوں کو رخصت کرنے والے کی طرح۔ پھر وہاں سے آکر آپ علیہ السلام منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے پیش خیمہ ہوں یعنی میں تم سے پہلے آخرت میں جاتا ہوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور تم پر گواہ ہوں اور تم سے ملنے کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اسی جگہ سے اپنا حوض دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ہاں میں تمہارے بارے میں دنیا سے ڈرتا ہوں کہ تم اس کی ریس کرو گے یعنی دنیا حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آخری دیدار تھا جو میں نے نبی علیہ ﷺ کا کیا ہے۔

(ب) اختلافِ ائمہ مع دلائل صلوٰۃ الشہداء میں:

جاننا چاہئے کہ صلوٰۃ الشہداء میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(۲) جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ بھی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ ......ولم یصل علیہم ولم یغسلوا۔

(۲) عن انس بن مالك رضی اللہ عنه ان شهداء احد لم يغسلوا ودفنوا بدمائهم ولم يصل عليهم۔

(۳) نمازِ جنازہ اصل میں شفاعت اور میت کے لئے دعاءِ مغفرت ہے اور شہید شہادت کی وجہ سے پاک ہو گیا لان السیف محاء الذنوب یعنی تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اس لئے مغفرت اور شفاعت کی ضرورت نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) قوله تعالی: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا یعنی اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ سب زندہ ہیں اور ظاہر ہے کہ نمازِ جنازہ مردوں پر ہوتی ہے نہ کہ زندوں پر۔

دلائل احناف:

(۱) عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال فقد رسول اللهﷺ حمزة حین جاء الناس من القتال .....ثم جیئ بحمزة فصلی علیه.

(۲) عن انس بن مالك رضی الله عنه ان النبی ﷺ مر بحمزة وقد مثل به ولم یصل علی احد من الشهداء غیره.

(۳) عن ابن مسعود رضی الله عنه قال كان النساء یوم احد خلف المسلمین یجهزن علی جرحی المسلمین الی ان قال فوضع النبی ﷺ حمزة وجیئ برجل من الانصار فوضع الی جنبه فصلی علیه فرُفع الانصاری وتُرك حمزة ثم جیئ بآخر فوضع الی جنب حمزة فصلی علیه ثم رفع وترك حمزة حتّٰی صلی علیه یومئذ سبعین صلاة.

(۴) عن عقبة بن عامر ان النبیﷺ خرج یوماً فصلی علی اهل احد صلاته علی المیت.

(۵) عن ابی مالك الغفاری قال كان قتلی احد یؤتی بتسعة وعاشرهم حمزة فیصلی علیهم رسول الله ﷺ ثم یحملون ثم یؤتی بتسعة فیصلی علیهم وحمزة مكانه حتی صلی علیهم رسول اللهﷺ.

(۶) قال عطاء رحمه الله صلی النبیﷺ علی قتلی احد.

(۷) سنن نسائی میں حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ مروی ہے جسمیں انہوں نے ایک دیہاتی کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے، اسلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اا نے اور غزوہ میں شریک ہو کر شہید ہونے کا ذکر کیا ہے اس میں وہ آگے فرماتے ہیں: ثم کفنه النبی ﷺ فی جبة النبی ﷺ ثم قدمه فیصلی علیه۔

وجہ استدلال: یہ سب احادیث شریفہ دلالت کرتی ہیں کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (درسِ ترمذی ۳/۳۱۲)

مذہب احناف کی وجوہ ترجیح:

(۱) شوافع، موالک اور حنابلہ کی اصل دلیل حدیث جابر ہے جو ترمذی شریف میں بھی مروی ہے، اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ لم یصلی علیہم کے معنیٰ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کے سوا کسی پر مستقلاً اور منفرداً نماز نہیں پڑھی بلکہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایک ساتھ نماز پڑھی۔

(۲) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک توجیہ یہ کی ہے کہ غزوۂ اُحد کے وقت نمازِ جنازہ واجب نہیں تھی بعد میں جب اس کا وجوب ہوا تو آپ ﷺ نے دوبارہ نماز ادا فرمائی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے درسِ ترمذی ۳/۳۱۷)

(۳) حضرت جابر کی روایت نافی ہے اور دوسری تمام روایات مثبت ہیں اور مثبت نافی پر مقدم ہوتی ہے۔

(۴) اگر شہداء پر نمازِ جنازہ مشروع نہ ہوتی تو نبی ﷺ ضرور اس پر تنبیہ فرماتے جیسا کہ غسل کے بارے میں تنبیہ فرمائی۔

(ج):

جنگ اُحد میں شکست کی وجہ: جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ نے اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی اور پچاس تیر اندازوں کی ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں اُحد کی ایک پہاڑی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے متعین کیا اور اس کو یہ تاکید کی کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ پھر انفرادی مقابلہ میں کفار کو شکست ہوئی اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد عام جنگ شروع ہوئی حضرات علی، حمزہ، ابو دجانہ رضی اللہ عنہم دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں، کفار کے قدم اکھڑنے لگے وہ گھاٹیوں کی طرف بھاگے اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے لگے، پہاڑی پر جو دستہ تھا تیر اندازوں کا وہ بھی مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے چل دیا۔ امیر نے روکا بھی مگر انہوں نے کہا جنگ کا فیصلہ ہو چکا اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں، چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہیے، اس طرح اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اس راستہ سے دفعۃً حملہ کردیا اور لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا پس ہزیمت کا سبب تنازع اور تنازع حکم رسول کے عصیان کا سبب بنا۔

اور جو وعدۂ خداوندی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ مسلمان اپنے نبی کے حکم کی مخالفت نہ کریں یا یہ کہ اس آیت کا مصداق اوّل مرحلہ میں اور مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں اوّل مرحلہ میں فتح حاصل ہوئی، لہٰذا اس آیت سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

سوال: ۱۴، صفحہ: ۵۸۱

عَنْ قَيْسٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ، وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ. وَعَنْ أَنَسٍ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْهَزَمُوا النَّاسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْطَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ. وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلاً رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

(۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق لکھیے۔

(ج) غزوۂ اُحد کی تاریخ اور اس میں بظاہر شکست کا سبب بیان کرنے کے بعد حضرت طلحہ کا مختصر تعارف لکھیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انہوں نے نبی ﷺ کو اُحد کے دن بچایا تھا، وہ ہاتھ بالکل شل (ناکارہ) ہو گیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب غزوۂ اُحد کے دن لوگ نبی ﷺ سے پسپا ہو گئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سامنے رہے وہ آپ ﷺ کا بچاؤ کر رہے تھے، اپنی ڈھال کے ذریعہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تیرانداز تھے۔ کمان سخت کھینچتے تھے اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑیں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) شلّاء: بفتح الشین وتشدید اللام از سمع یسمع بمعنی شل ہونا، ہاتھ بیکار ہونا۔

(۲) وقی: از باب ضرب یضرب وقایۃ بمعنی بچانا، حفاظت کرنا۔

اتقی (افتعال) اتقاءً بمعنی بچنا، پرہیز کرنا۔

(۳) انہزم (افتعال) انہزامًا بمعنی شکست کھانا۔

ھزم (ض) بمعنی شکست دینا۔

(۴) مجوب: اسم فاعل اسم مفعول دونوں پڑھنا درست ہے لیکن اسم فاعل پڑھنا راجح ہے۔

جوبۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ڈھال۔

اور مجوب کے معنی ہیں ڈھال کرنے والا۔ (من التفعیل)

(۵) حجفۃ بفتح الحاء المھملۃ والجیم جمعہ حجف بمعنی ڈھال۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) غزوۂ اُحد کی تاریخ:

جنگِ بدر میں شکست سے اور اشراف قریش کے قتل سے اہلِ مکہ کو جو صدمہ پہنچا تھا وہ بھلایا نہیں جاسکتا تھا بدر کی اس بری طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے باپ، بیٹے، بھائی اور خویش و اقارب بدر میں مارے گئے تھے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔

پھر جمادی الاخریٰ ۳ھ میں قریش کا ایک تجارت کارواں صفوان بن اُمیہ کی قیادت میں عراق کے راستہ شام جارہا تھا، نبی علیہ السلام نے سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں روانہ کیا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا اور قریش کے کارواں کو جاملا اور پورے قافلہ پر قبضہ کرلیا اس قافلہ سے بڑی مقدار میں مالِ غنیمت حاصل ہوا بدر کے بعد قریش کے لئے یہ سب سے اَلمناک نکبت تھی جس سے ان کے قلق و اضطراب میں اضافہ ہوگیا اور قریش کا جوشِ انتقام اور بڑھ گیا۔

چنانچہ عمائدینِ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور شام سے لوٹنے والے قافلہ تجارت کے تمام منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب نے نہایت طیبِ خاطر سے اس کو قبول کیا اور زرِ منافع جس کی مقدار ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار تھی، جنگ کی تیاری کے لئے روک لیا اور رضا کارانہ جنگی خدمت کا دروازہ کھول دیا۔ احابیش، کنانہ اور اہلِ تہامہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی دعوت دی اور ترغیب و تحریض کی مختلف صورتیں اختیار کیں ابوعزہ شاعر جو جنگِ بدر میں قید ہوا تھا اور جس کو بلا فدیہ یہ عہد لے کر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ نبی علیہ السلام کے خلاف کسی کا تعاون نہیں کرے گا اس نے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر جذبات غیرت و حمیت کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعہ قبائل کو بھڑکانا شروع کردیا۔ مسافع بن عبد مناف جمحی شاعر نے بھی مسلمانوں کے خلاف خوب جذبات بھڑکائے۔ غرض قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تاکہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والوں کو غیرت دلائیں نیز لڑنے والے عورتوں کی بے حرمتی کے خیال سے دل کھول کر اور سینہ ٹھوک کر لڑیں پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں اور قبائل میں قاصد دوڑائے کہ اس جنگ میں شریک ہو کر داد شجاعت دیں اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہو گیا جن میں سات سو زرہ پوش تھے دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں یہ تین ہزار کا لشکر جرار نہایت کروفر سے روانہ ہوا۔

ابوسفیان پورے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا رسالہ (گھڑسواروں) کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی اور عکرمہ بن ابی جہل کو ان کا معاون بنایا گیا، پرچم دستور کے مطابق قبیلۂ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا، اس طرح پوری تیاری کر کے مکی لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور اُحد پہاڑ کے قریب عینین نامی مقام پر جو مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے ایک بیکار زمین میں تھی وہاں پڑاؤ ڈالا یہ جمعہ ۶ شوال ۳ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قریش کی ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاری کی تفصیلات پر مشتمل ایک نامہ نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا، قاصد پھرتیلا ثابت ہوا وہ صرف تین دن میں مدینہ پہنچ گیا، یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دو صحابہ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔

آپ ﷺ نے حسب معمول صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا نبی ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے عبداللہ بن اُبی کی بھی یہی رائے تھی مگر نو جوانوں نے اور فضلائے صحابہ کی ایک جماعت نے جو بدر میں شرکت سے رہ گئے تھے مشورہ دیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے اور انہوں نے اپنی اس رائے پر اصرار کیا، چنانچہ نبی ﷺ نے اکثریت کے اصرار پر اپنی رائے ترک کر دی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ ۱۱ شوال ۳ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپ ﷺ ایک ہزار افراد پر مشتمل جمعیت لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں شیخان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نامی جگہ میں رات گزاری لشکر کا جائزہ لیا اور جو بچے جنگ کے قابل نہیں تھے ان کو واپس کیا ہفتہ کی صبح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن اُبی یہ بہانہ بنا کر کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا اپنے تین سو آدمی لے کر واپس ہوگیا اب اسلامی لشکر میں سات سو صحابہ رہ گئے جن میں سے سو زرہ پوش تھے اور لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد پہاڑ کو پست پر رکھ کر صف آرائی کی اور پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اَمارت میں اُحد کی ایک گھاٹی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے اس تاکید کے ساتھ متعین کیا کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں پھر انفرادی مقابلہ میں کفار کو شکست ہوئی اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی حضرت حمزہ، علی اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں، کفار کے قدم اُکھڑنے لگے وہ گھاٹیوں کی طرف بھاگے اور مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے، پہاڑی پر جو تیرانداز مقرر کیے گئے تھے وہ بھی غنیمت جمع کرنے چل دیئے امیر نے روکا بھی مگر انہوں نے کہا مطلع صاف ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں، صرف دس آدمی عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ گئے، خالد بن ولید نے گھاٹی خالی دیکھ کر چار سو افراد کے ساتھ اس طرف سے حملہ کر دیا اور وہاں موجود صحابہ کو شہید کر دیا اور پست سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس ناگہانی حملہ سے جنگ کی صورتِ حال بدل گئی۔

آگے کی جانب سے پسپا ہونے والا کفار کا لشکر بھی پلٹ گیا اب اسلامی لشکر دونوں طرف سے نرغہ میں تھا گھمسان کی لڑائی ہوئی اپنے پرائے کا امتیاز ختم ہوگیا اور بے خبری میں مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہونے لگیں اسی دوران کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی بے بنیاد خبر اُڑا دی، صحابہ کے دل بیٹھ گئے بعض ہتھیار پھینک دیئے بعض میدان سے ہٹ گئے، بعض بے جگری سے لڑنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی کا لطف ہی کیا رہا، مگر افراتفری کے اس عالم میں کچھ جاں باز صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضرات علی، ابوطلحہ، سعد بن ابی وقاص اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم ان ہی جانبازوں میں سے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفار کے پے بہ پے حملوں سے نبی ﷺ کے دانت کا ایک حصہ شہید ہوگیا، ہونٹ زخمی ہوگیا، ماتھے میں خود کا حلقہ گڑ گیا پیشانی مبارک خون آلود ہوگئی، ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے ۲۳ آدمی مارے گئے۔

اور بظاہر جنگِ اُحد میں شکست کا سبب سوال نمبر ۱۳ میں گزر چکا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نام ہے۔ کنیت ابو محمد ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان آٹھ بزرگوں میں سے ہیں جو سابقین اسلام میں سرفہرست ہیں نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لئے جن چھ بزرگوں کا انتخاب کیا تھا ان میں سے ایک طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے حق میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

۱۰ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ کے افسوس ناک جنگ جمل میں کسی طرف سے ایک تیر لگا اور شہید ہوگئے، شہادت کے وقت عمر مبارک ۶۳/۶۴۔۵۸ سال تھی، ان سے کل ۳۸ حدیثیں مروی ہیں دو حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور دو روایتوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور تین میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں۔

سوال: ۱۵، صفحہ: ۵۸۴

عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَتِهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ اللهِ.

(۱۴۰۹ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) سلیس ترجمہ تحریر کیجیے۔

(ب) اس روایت کا جس غزوہ سے تعلق ہے اس کو معین فرما کر اس کا مختصر حال بیان کیجیے۔

(ج) آپ کا دندانِ مبارک شہید کرنے والا کون تھا اور کون سا دندان مبارک کتنا شہید ہوا تھا۔

(د) آپ علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے قتل ہونے والوں کی تعداد بتلایئے۔

(ہ) فی سبیل اللہ کی قید اتفاقی ہے یا احترازی۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا غصہ بھڑکا ایسے لوگوں پر جنہوں نے کیا اپنے نبی کے ساتھ، اشارہ کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رباعی دانت کی طرف۔ اور اللہ کا غصہ بھڑکا ایسے شخص پر جس کو اللہ کے رسول نے اللہ کے راستہ میں قتل کیا ہے۔

(ب):

اس روایت کا تعلق غزوۂ اُحد سے ہے اور اس کا مختصر حال سوال نمبر ۱۴ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داندانِ مبارک شہید کرنے والا عتبہ بن ابی وقاص ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُباعی میں سے دائیں جانب نچلے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا تھا، پورا جڑے سے نہیں اُکھڑا تھا۔ (کما فی حاشیۃ البخاری)

(د):

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے صرف ایک شخص مقتول ہوا وہ اُبی بن خلف الجمحی ہے۔ (کمافی الحاشیۃ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

:(ہ)

فی سبیل اللہ کی قید احترازی ہے اس کے ذریعہ سے احتراز ہے مقتول فی الحدود والقصاص سے۔ (کمافی الحاشیۃ وانعام الباری ۱۱۸/۱)

سوال:۱۶، صفحہ:۵۸۶

قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُوا عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لَحْيَانَ. زَادَ خَلِيفَةُ اِنَّ أُولٰئِكَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قُتِلُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب) بئر معونہ کا واقعہ تفصیل سے لکھیں۔
(ج) فجر کی نماز میں جو قنوت پڑھا گیا تھا وہ قنوتِ نازلہ تھا یا راتبہ؟ قنوتِ نازلہ کس نماز میں پڑھا جاتا ہے اور قنوت راتبہ کیا ہے؟ اور اس میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مہینہ تک قنوتِ نازلہ پڑھا۔ عرب کے قبائل میں سے چند قبائل کے خلاف فجر کی نماز میں رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد خلیفہ بن خیاط کی روایت میں ہے کہ بئر معونہ میں جو ستر صحابہ شہید کئے گئے تھے وہ سب انصار میں سے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) واقعہ بئر معونہ:

جاننا چاہئے کہ بئر معونہ کا واقعہ ماہ صفر سنہ ۴ ھ میں پیش آیا ہے، عامر بن مالک ابو براء نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول نہیں فرمایا اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی، ابو براء نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چند صحابہ کو اہلِ نجد کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھ کو اہلِ نجد کی طرف سے اندیشہ اور خطرہ ہے، ابو براء ضامن بنا، رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستر ۷۰ صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے اور جو نہایت مقدس اور پاکیزہ لوگ تھے اس کے ہمراہ روانہ کئے اور منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، یہ لوگ چل کر بئر معونہ پر ٹھہرے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کے سردار ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا لکھوا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد کیا، جب یہ لوگ بئر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحان آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا والا نامہ لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے، اس نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا اور آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، اس کے بعد بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر اُبھارا لیکن ابو براء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے ساتھ دینے سے انکار کردیا، عامر بن طفیل جب ان سے نا اُمید ہوا تو بنی سلیم سے امداد چاہی، عصیہ، رعل اور ذکوان قبائل اس کی امداد کے لئے تیار ہوگئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو شہید کر ڈالا، صرف کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا وہ بعد میں مدت تک زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے ان کے نام منذر بن محمد، اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما ہیں یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے تھے، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت صدمہ ہوا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ تک ان قبائل کے حق میں بددعا کی پھر جب آیت (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) نازل ہوئی تو بددعا بند کردی۔ (سیرت المصطفیٰ ۲/ ۲۶۷_تحفۃ القاری ۸/ ۱۸۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) الاختلاف فی قنوت صلوٰۃ الفجر:

جاننا چاہئے کہ قنوت فی صلوٰۃ الفجر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ قنوتِ راتبہ ہے یا نازلہ ہے اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ فجر کی نماز میں رکوع ثانی کے بعد قنوت پورے سال مشروع ہے یعنی ان کے نزدیک نمازِ فجر کی قنوت قنوتِ راتبہ ہے۔

پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قنوت فی صلوٰۃ الفجر مستحب ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سنیت کے قائل ہیں۔

(۲) حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ عام حالات میں قنوتِ فجر مسنون نہیں البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت ہوگئی ہو اس زمانہ میں فجر میں قنوت پڑھنا مسنون ہے یعنی ان کے نزدیک نمازِ فجر کی قنوت قنوتِ نازلہ ہے۔

دلیل المو الک والشوافع:

(۱) عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ قال ان النبی ﷺ کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح والمغرب۔

(۲) عن انس رضی اللہ عنہ قال مازال رسول اللہ ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا۔

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ اذا رفع رأسہ من الرکوع من صلوٰۃ الصبح فی الرکعۃ الثانیۃ رفع یدیہ فیدعو بھذا الدعاء اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت الخ

دلائل الاحناف والحنابلۃ:

(۱) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال لم یقنت النبی ﷺ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاشهر ألم يقنت قبله ولا بعده.

(٢) عن قيس بن الربيع عن عاصم قال قلنا لانس رضى الله عنه ان قومًا يزعمون ان النبیﷺ لم يزل يقنت فی الفجر فقال كذبوا انما قنت شهراً يدعو على حی من احياء المشركين.

(٣) عن ابن مسعود و انس رضی الله عنهما قالا ان النبیﷺ كان لايقنت الا اذا دعى لقوم او على قوم.

وجہِ استدلال: یہ سب احادیث دلالت کرتی ہیں کہ قنوت فی صلوۃ الفجر صرف اس وقت مشروع ہے جب مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت نازل ہو۔

(۲) قنوتِ نازلہ کن نمازوں میں پڑھا جاتا ہے؟

جاننا چاہئے کہ قنوتِ نازلہ ہمارے نزدیک صرف فجر کی نماز میں مسنون ہے البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غیر مشہور قول یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ تمام جہری نمازوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچوں نمازوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

دليل الامام الشافعی: عن براء بن عازب رضی الله عنه عنه قال ان النبیﷺ كان يقنت فی صلوة الصبح والمغرب.

دليل الاحناف: بیشتر روایات صلوۃ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنے سے متعلق ہیں لہٰذا سنیت ان ہی سے ثابت ہوگی۔ (۱) البتہ حدیث باب یا اس جیسی (معدودے چند) روایات سے جواز ثابت ہوسکتا ہے اور اس کے ہم منکر نہیں۔

(۲) البتہ بعض احناف اس کے قائل ہیں کہ قنوتِ نازلہ اولاً تمام نمازوں میں مشروع و مسنون تھی بعد میں فجر کے سوا تمام نمازوں میں اس کی مشروعیت منسوخ ہوگئی، اس کی تائید سنن دارقطنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے: عن انس رضی الله عنه ان النبیﷺ قنت شهراً يدعو عليهم ثم تركه واما فی الصبح فلم يزل يقنت حتى فارق الدنيا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنى الحديث عندنا ان النبی ﷺ لم یزل یقنت عند النازلة حتی فارق الدنیا کما یدل علیه لفظ "یدعو علیهم"

یعنی نبی علیہ السلام عام مصیبت کے نزول کے وقت قنوت فی صلوٰۃ الفجر پڑھتے تھے جس پر حدیث کا لفظ "یدعو علیهم" دلالت کرتا ہے۔

نیز اعلاء السنن (۶/۷۴) میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ثم نظرنا الی افعال الصحابة فوجدناهم قنتوا بعد وفاته ﷺ فی الفجر فترجح جانب شرعیته عند النازلة علی نسخه مطلقا ولکن لم یثبت عنهم ذالك الا فی الفجر فحسب فعلمنا ان القنوت فیما سواها من الصلوات منسوخة مطلقاً والا لقنتوا فیما سواها ایضا.

(۳) قنوتِ راتبہ میں اختلاف کی تین جہت ہیں:

(۱) پورے سال وتر کی نماز میں قنوتِ راتبہ مشروع ہے یا نہیں؟

حنفیہ کے نزدیک پورے سال قنوتِ راتبہ فی صلوٰۃ الوتر مشروع ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف رمضان میں واجب ہے۔

امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک رمضان کے بھی نصف اخیر میں مشروع ہے باقی دنوں میں نہیں۔

دلائل الائمة الثلاثة: اثر علی رضی الله عنه انه کان لایقنت الا فی النصف الآخر من رمضان.

دلیل الاحناف: عن حسن بن علی رضی الله عنهما قال علمنی رسول الله ﷺ کلمات اقولهن فی الوتر.

وجه الاستدلال: اس میں رمضان اور غیر رمضان کی کوئی تخصیص نہیں۔

وایضا ان ابن مسعود رضی الله عنه کان یقنت فی السنة کلها.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) قنوت وتر قبل الرکوع ہے یا بعد الرکوع؟

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک قنوت وتر قبل الرکوع مشروع ہے اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک قنوت وتر بعد الرکوع مسنون ہے۔

دلیل الشوافع والحنابلة: اثر علی رضی اللہ عنہ انه کان لا یقنت الا فی النصف الآخر من رمضان و کان یقنت بعد الرکوع.

دلیل الاحناف والموالک: (۱) عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع.

(۲) عن علقمة ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ واصحاب رسول اللہ ﷺ کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع.

(۳) قنوتِ وتر کی دعاء:

شافعیہ کے نزدیک قنوتِ وتر کی دعاء: اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اللّٰھم انّا نستعینك ہے۔

یہ اختلاف محض افضلیت میں ہے ورنہ فریقین کے نزدیک دونوں دعائیں جائز ہیں، البتہ حنفیہ نے دعائے استعانت کو اشبہ بالقرآن ہونے کی بنا پر ترجیح دی ہے۔

(درسِ ترمذی ۲/۲۳۵)

سوال: ۱۷، صفحہ: ۵۸۷

قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا، فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ وَرَأْسِهٖ، ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

(۱۴۳۳ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بئر معونہ کا واقعہ تفصیل سے لکھیں۔

(ج) اور روایت میں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مختصر بیان کیا گیا ہے اس کو تفصیل سے لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بئر معونہ کے موقع پر حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو (جو انس رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے) بھالا یعنی نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اس طرح خون کے ساتھ اشارہ کیا پس اس خون کو اپنے چہرے اور اپنے سر پر ملا پھر کہا کعبہ کے پروردگار کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی انہوں نے اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

(ب):

بئر معونہ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سوال نمبر ۱۶ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مفصل واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو براء عامر بن مالک (چچا) ستر علماء کو اپنی پناہ میں لے گیا تھا، جن کو عامر بن طفیل (بھتیجے) کے اشارہ پر شہید کر دیا گیا یہ بھتیجا قوم کا سردار تھا، بئر معونہ کے بعد یہ شخص مدینہ آیا اور اس نے نبی ﷺ کے سامنے تین باتیں پیش کیں: یا تو ہموار زمین یعنی دیہاتوں کے بادشاہ آپ رہیں اور مٹی کے گھر یعنی شہروں کا بادشاہ میں رہوں۔ یا آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا خلیفہ میں بنوں، نہیں تو قبیلہ غطفان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ہزاروں آدمیوں کو لے کر میں آپ پر حملہ کروں گا، نبی علیہ السلام نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا عامر بن طفیل مدینہ میں سلول نامی عورت کے گھر میں اُترا تھا، وہاں اسے گردن میں طاعون کی گلٹی نکلی وہ سمجھ گیا اور اس نے کہا یہ ویسی گلٹی ہے جیسی اونٹ کی گردن میں طاعون کی وجہ سے گلٹی نکلتی ہے۔ مجھے بھی طاعون کی گلٹی نکلی ہے اب میں مرجاؤں گا مگر چارپائی پر مرنا نہیں چاہتا، میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ وہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر چل دیا، اور گھوڑے کی پیٹھ پر مرگیا۔

الغرض حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ جو ام سلیم کے بھائی تھے، ایک لنگڑے آدمی اور ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لے کر بنی عامر کے پاس پہنچے۔ حرام رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا تم دونوں میرے قریب قریب رہو، پہلے میں ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں اگر انہوں نے مجھے امن دیا تو تم بھی چلے آنا اگر انہوں نے مجھے مار ڈالا تو تم بھاگ کر اپنے ساتھیوں میں چلے جانا، یہ کہہ کر حرام رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے، ان سے پوچھا کیا تم مجھے امن دیتے ہو؟ میں آنحضرت علیہ السلام کا پیغام تمہیں پہنچادوں؟ اور ان سے باتیں کرنے لگے، اتنے میں انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا، اس نے پیچھے سے آکر حرام کو نیزہ مارا، وہ نیزہ ان کے آر پار نکل گیا، حرام رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، پھر وہ لوگ حرام رضی اللہ عنہ کے ساتھی کے پیچھے لگے غرض کہ تمام شہید ہو گئے، صرف وہ لنگڑا شخص بچ گیا جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا تھا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی: انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ ہم اپنے پروردگار سے مل گئے وہ ہم سے راضی ہوا، ہم اس سے راضی ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے تیس دن تک رعل، ذکوان، بنی لحیان اور عصیہ قبائل پر بددعا کی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی دھوکے سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ (تحفۃ القاری ۸/۱۸۷۔ کشف الباری ۸/۲۶۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۱۸، صفحہ: ۵۸۸

أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً. فَلَمْ يُجِزْنِي ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَهُ.

(۱۴۱۴، ۱۴۱۶، ۱۴۲۲، ۱۴۲۵، ۱۴۳۵ھ)

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے۔

(ب) اس حدیث کی بنا پر امام مغازی موسیٰ بن عقبہ اور امام بخاری رحمہا اللہ کا رُجحان ہے کہ یہ غزوہ ۴ ھ میں واقع ہوا مگر جمہور اہلِ سیر کی رائے ہے کہ اس کا وقوع ۵ ھ میں ہے حدیث پاک کا اس طرح جواب دیجئے جس سے حدیث پاک کا معنی ومطلب درست ہوتے ہوئے جمہور کا مدعا ثابت ہوجائے۔

(ج) غزوۂ خندق وغزوۂ احزاب کی پوری تاریخ اور اس کے اسباب وعوامل پر اس طرح روشنی ڈالئے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ ظاہر ہوجائے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جنگِ اُحد کے موقع پر جہاد کے لئے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا میری عمر چودہ سال کی تھی تو آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی البتہ بعد میں جنگ خندق کے موقع پر پیش کیا گیا اس وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

امام المغازی موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ غزوہ شوال ۴ھ میں ہوا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے اور دلیل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کی ہے کہ وہ اُحد کے دن نبی علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تھے اس وقت وہ چودہ سال کے تھے اس لئے نبی علیہ السلام نے ان کو غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی پھر غزوۂ خندق میں پیش ہوئے اس وقت پندرہ سال کے تھے پس نبی علیہ السلام نے اجازت دیدی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ اُحد اور خندق میں صرف ایک سال کا فصل ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ غزوہ اُحد ۳ھ میں ہوا ہے پس غزوۂ خندق ۴ھ میں ہونا ثابت ہوگیا۔

مگر جمہور ائمہ مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا ہے۔

دلیل یہ ہے کہ غزوۂ اُحد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا، پھر وہ اگلے سال قحط سالی کا بہانہ بنا کر بدر میں نہیں آیا اس کے ایک سال بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر چڑھ آیا جس کو غزوۂ احزاب اور خندق کہتے ہیں، معلوم ہوا ان دو غزووں میں دو سال کا وقفہ ہوا ہے یہی جمہور علماء سِیَر کی رائے ہے۔

حدیث پاک کی توجیہ:

(۱) جمہور ائمہ سیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما غزوۂ اُحد کے وقت پورے چودہ سال کے نہیں ہوں گے، بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہوگا اور غزوۂ خندق کے وقت وہ پورے پندرہ سال کے ہوں گے اس اعتبار سے غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں دو سال کا وقفہ ہوتا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ غزوۂ خندق میں حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر پندرہ سال سے زیادہ تھی، لیکن شرکت جہاد کے لئے چونکہ پندرہ سال کی عمر شرط ہے اس لئے روایت میں پندرہ سال کا ذکر کردیا تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی عمر پندرہ سے زائد نہ ہو۔

(۳) بعض حضرات نے یہ بات کہی ہے کہ ہجرت ربیع الاوّل میں ہوئی اور اسی سال ربیع الاوّل سے پہلے جو محرم ہے اس سے سن ہجری کا حساب لگایا گیا یہی عام علماء کا قول ہے البتہ یعقوب بن سفیان وغیرہ کا خیال ہے تاریخ سن ہجری کی ابتداء کا حساب اگلے محرم سے لگایا گیا ہے، یعنی ہجرت کے دس ماہ بعد جو محرم ہے اس سے سن ہجری کی ابتدا ہوئی اس لحاظ سے غزوۂ بدر ایک ہجری غزوہ اُحد ۲ ھ اور غزوۂ خندق ۴ ھ میں ہوگا جو لوگ غزوۂ خندق کے ۴ ھ میں وقوع کے قائل ہیں انہوں نے تاریخ ہجری کی ابتداء میں یعقوب بن سفیان کا قول اختیار کیا ہے اور جو حضرات ۵ ھ میں وقوع کے قائل ہیں انہوں نے سن ہجری کی ابتداء میں جمہور علماء کا قول لیا ہے لہٰذا یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں سال وقوع کی تعیین پر تو سب متفق ہیں البتہ سن ہجری کی ابتداء میں اختلاف کی وجہ سے ۴ ھ اور ۵ ھ کا فرق پڑ گیا۔

تفصیل کیلئے دیکھئے: (زادالمعاد ۳/ ۲۷۰۔ دلائل بیہقی ۳/ ۳۹۶، کشف الباری ۸/ ۲۸۲)

(ج) اسباب وعوامل غزوۂ خندق:

(۱) غزوۂ اُحد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے آئندہ سال بدر میں جنگ لڑنے کا اعلان کیا تھا چنانچہ اگلے سال نبی ﷺ نے جنگ کی تیاری کی اور شعبان ۴ ھ میں بدر کا رُخ کیا آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) فوج تھی اور دس گھوڑے تھے آپ ﷺ بدر میں پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہوگئے، دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر نکلا اور وادی مرالظہر ان پہنچ کر مجنہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا مگر وہ مکہ سے بوجھل اور بددل نکلا تھا مرالظہر ان میں اس کی ہمت جواب دے گئی وہ قحط سالی کا بہانہ بنا کر وہیں سے لوٹ گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اُحد میں آخر میں پلڑا بھاری ہونے کے باوجود مسلمانوں کا استیصال نہیں کر سکے تھے اس کا ان کو شدید افسوس ہوا تھا وہ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور مسلمانوں کی جڑ کاٹ دیں۔

(۳) نیز یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے ان کے دلوں کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا انہوں نے سازش شروع کی اور مسلمانوں پر ایک ایسی آخری ضرب لگانے کی تیاری کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا چراغ گُل ہو جائے، بنونضیر کے بیس سردار قریش کے پاس گئے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا پورا یقین دلایا پھر یہ وفد بنوغطفان کے پاس گیا اور انہیں بطور رشوت یہ لالچ دیا کہ خیبر کے نخلستان میں جس قدر کھجور آئیں گی ہر سال اس کا نصف ہم تم کو دیا کریں گے، اس سے وہ لوگ آمادۂ جنگ ہو گئے پھر اس وفد نے باقی قبائل میں گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی اس طرح یہود بازی گروں نے کامیابی کے ساتھ کفر کے بڑے بڑے گروہوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کر لیا۔

چنانچہ شوال ۵ھ میں قریش کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے مدینہ کی جانب کوچ کیا، ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور ان کی تعداد چار ہزار تھی جب یہ لشکر مرالظہران پہنچا تو بنوسلیم اس میں شامل ہو گئے اور مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل: فزارہ، مرّہ اور اشجع نے کوچ کیا، ان تمام قبائل نے مقررہ وقت پر مقررہ پروگرام کے مطابق مدینہ کا رُخ کیا۔

ان کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی جو مدینہ کی پوری آبادی سے بھی زیادہ تھی یہ سب عزم مصمم کر کے چلے تھے کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا استیصال کر کے ہی لوٹیں گے۔

واقعہ: نبی علیہ السلام کو جب ان کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا انہوں نے کہا فارس میں جب زبردست لشکر حملہ آور ہوتا ہے تو خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے سب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے اس رائے کو پسند کیا، چنانچہ جبل سلع کے قریب خندق کھودی گئی، رسول اللہ ﷺ نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی۔ خندق اس قدر گہری کھودی گئی کہ تری نکل آئی یہ قحط کا زمانہ تھا، سردی کا موسم تھا، راتیں ٹھنڈی تھیں، صحابہ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، تین ہزار صحابہ ذوق وشوق سے خندق کھودنے میں جٹے ہوئے تھے، سرکارِ مدینہ ﷺ بذاتِ خود شریک کار تھے، چھ دن میں خندق کی کھدائی مکمل ہوئی اور لشکرِ اسلام وہاں خیمہ زن ہوا کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو خندق نے ان کا استقبال کیا وہ حیران رہ گئے یہ صورت حال ان کے لئے نئی تھی اور پریشان کن بھی، خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی، طرفین سے تیر اندازی شروع ہوئی بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا مشرکین خندق پار کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے لیکن مسلمان تیروں سے ان کا استقبال کرتے تھے، ان پرزور مقابلوں میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بعض نمازیں بھی قضا ہوگئیں۔

ایک جماعت نے جن میں عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن وُدّ اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے ایک تنگ مقام سے خندق پار کرلی اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور عمرو بن وُدّ کے مقابل ہوئے دونوں میں پرزور ٹکر ہوئی، ہر ایک نے دوسرے پر چڑھ کر وار کئے بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا، باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے۔

بنو قریظہ کی غداری: ایک مسلمان محاذ جنگ پر مشکلات سے دوچار تھے، دوسری طرف خیبر کے یہودی اس کوشش میں تھے کہ مسلمانوں سے آخری بدلہ لے لیں، چنانچہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو ورغلانا شروع کیا بالآخر بنو قریظہ نے نقضِ عہد کی، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنو قریظہ کی بدعہدی کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے تحقیقِ حال کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انہوں نے بنو قریظہ کو انتہائی خباثت پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آمادہ پایا، آکر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ بنو قریظہ کی بدعہدی کی بات سن کر اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانک کر چت لیٹ گئے اور دیر تک لیٹے رہے اس سے صحابہ کا اضطراب بڑھ گیا مگر جلد ہی آپ ﷺ پر اُمید غالب آگئی، آپ ﷺ نے اللہ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سنائی اور پیش آمدہ حالات سے نمٹنے کی صورتوں پر غور کیا، چنانچہ مدینہ کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک حصہ روانہ کیا تا کہ یہود کے ممکنہ حملہ سے عورتیں اور بچے محفوظ رہیں اور دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ ڈالنے کے مقصد سے بنو غطفان کے دونوں سردار عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر اوس اور خزرج کے دونوں سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیک زبان عرض کیا یارسول اللہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر آپ محض ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہم جب مشرک تھے تو وہ لوگ میزبانی اور خرید وفروخت کے سوا ایک دانہ کا بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کی دولت سے نوازا اور آپ ﷺ کے ذریعہ عزت بخشی، ہم اپنا مال ان کو کیسے دے سکتے ہیں، اب تو ہم دیں گے تلوار، چنانچہ آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔ پھر مدد خداوندی آئی، دشمن میں پھوٹ پڑ گئی ہوا یہ کہ غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نُعیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی لوگوں کو میرے اسلام کا علم نہیں آپ ﷺ مجھے کوئی حکم دیں میں اس کی تعمیل کروں گا آپ ﷺ نے ان کو دشمن میں پھوٹ ڈالنے اور ان کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے فرمایا، چنانچہ حضرت نُعیم رضی اللہ عنہ فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچے زمانہ جاہلیت سے ان کا ان کے ساتھ بڑا میل جول تھا اور ان سے کہا قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، آپ لوگ یہاں کے ہیں آپ لوگوں کے گھر بار یہاں ہیں، مال ودولت اور کاروبار یہاں ہے آپ لوگ اس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے، اور قریش و غطفان باہر کے ہیں وہ محمد ﷺ سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کل کو اگر وہ بستر بوریا باندھ کر چل دیئے تو آپ لوگ ہوں گے اور محمد ﷺ وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے اس پر بنو قریظہ چونکے انہوں نے کہا بتائیے اب کیا کیا جائے؟ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں۔

بنو قریظہ نے اس رائے کو پسند کیا پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا بنو قریظہ نے محمد ﷺ سے جو عہد شکنی کی ہے وہ اس پر نادم ہیں اور انہوں نے طے کیا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے محمد ﷺ کے حوالہ کر دیں اور اس طرح محمد ﷺ سے اپنا معاملہ استوار کر لیں، لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ ہرگز اپنے آدمی نہ دیں پھر غطفان کے پاس جا کر بھی یہی بات کہی اس طرح ان کے بھی کان کھڑے کر دیئے۔

اس کے بعد قریش یہود کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزوں جگہ نہیں ہے، گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں اس لئے اِدھر سے ہم اُدھر سے آپ لوگ اُٹھیں اور ایک ساتھ محمد پر حملہ کر دیں۔ یہودیوں نے جواب دیا آج ہفتہ کا دن ہے آج ہم کچھ نہیں کر سکتے علاوہ ازیں جب آپ لوگ اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دو گے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہوں گے یہ جواب سن کر قریش اور غطفان نے نعیم رضی اللہ عنہ کو سچا خیال کیا اور یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دیں گے، بغیر کسی ضمانت کے آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محمد سے لڑیں قریش اور غطفان کا یہ جواب پا کر بنو قریظہ نے بھی نعیم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی، اس طرح دونوں فریقوں کا اعتماد ایک دوسرے سے اُٹھ گیا اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، ادھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دعاؤں میں مصروف تھے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور قریش و غطفان پر ایک سخت ہوا مسلط کر دی جس نے کفار کے خیمے اُکھاڑ دیئے ہانڈیاں پلٹ دیں کسی چیز کو قرار نہ رہا جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور صبح کی پو پھٹنے سے پہلے ہی بدحواسی کے عالم میں مکہ روانہ ہو گیا۔

سامان جنگ: کفار مختلف قبائل کے دس ہزار آدمی تھے اور سامانِ جنگ بدر و اُحد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے زیادہ تھے اور مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی اور چھتیس گھوڑے تھے، کفارہ کا محاصرے تقریبا ایک ماہ رہا چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی اس لئے دست بدست اور خوں ریز جنگ کی نوبت نہیں آئی صرف تیراندازی ہوتی رہی فریقین کے چند افراد زخمی ہوئے، چھ مسلمان شہید ہوئے اور دس مشرک جہنم رسید ہوئے۔

وجہ تسمیہ: اس غزوہ کے دو نام ہیں: (۱) احزاب (۲) خندق۔

احزاب: حزب کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پارٹی، طاقت اور جماعت، ایسی جماعت جس میں یکساں اغراض و مقاصد کے لئے لوگ شامل ہوں اس غزوہ میں چونکہ قریش، غطفان، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل حملہ آور ہوئے تھے ایک ہی غرض یعنی مسلمانوں کے استیصال کے لئے اس لئے اس کا نام احزاب ہے۔

(۲) الخندق: کے معنی میدانِ جنگ میں دشمن کے حملہ سے حفاظت کے لئے کھودا ہوا گہرا اور لمبا گڑھا، چونکہ اس جنگ میں جبلِ سلع کے پاس دشمن کا دباؤ روکنے کے لئے لمبا گڑھا کھودا گیا تھا اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔ (تحفۃ القاری ۸/ ۱۹۴، کشف الباری ۸/ ۲۷۸)

سوال: ۱۹، صفحہ: ۵۸۸

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى أَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ۔

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) غزوۂ خندق کا واقعہ مفصل لکھیں، یہ غزوہ کیوں پیش آیا؟ کس سنہ میں پیش آیا؟ خندق کیوں کھودنی پڑی؟ اور اس غزوہ کا نتیجہ کیا رہا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ خندق میں تھے لوگ خندق کھود رہے تھے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اُٹھا کر باہر ڈھو رہے تھے اور آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار و مہاجرین کی بخشش فرما۔

(ب):

اس کا تفصیلی جواب سوال نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۲۰، صفحہ: ۵۸۸

بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ. قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ الخ

(۱۴۳۷ھ)

(الف) غزوۂ احزاب کا واقعہ مفصل لکھیں اور اس کے اسباب و نتائج پر بھی روشنی ڈالیں۔

(ب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پوری لکھیں اس میں دعوت کا واقعہ بھی ہے اس کو بھی لکھیں۔

الجواب:

(الف):

غزوۂ احزاب کا مفصل واقعہ اور اس کے اسباب و نتائج سول نمبر ۱۸ میں گزر چکے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور دعوت کا واقعہ:

خندق کی کھدائی کا کام زور شور سے چل رہا تھا، لوگ فاقے سے تھے، پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، جب مشقت کا کام کرنا پڑتا ہے اور پیٹ خالی ہوتا ہے تو چادر سے کمر باندھ لیتے ہیں اور فاقہ ہو تو پیٹ پر پتھر رکھ کر چادر سے باندھتے ہیں تاکہ کمر جھکنے نہ پائے اور کہتے ہیں عرب میں ایک خاص پتھر بھی ہوتا ہے جو فاقہ میں سکون بخشتا ہے۔

خندق کی کھدائی میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا ہے کہ ایک سنگلاخ زمین آئی، کدال کام نہیں کر رہا تھا صحابہ نے نبی ﷺ سے صورتِ حال عرض کی آپ ﷺ خندق میں اُترے اور اس سنگلاخ جگہ پر کدال مارا تو وہ جگہ ریت کا تودہ بن گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے اس وقت پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا اور لوگوں کا تین دن کا فاقہ تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے گھر جانے کی اجازت مانگی جو مل گئی، گھر جا کر بیوی سے کہا میں نے نبی ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ میں بے قرار ہو گیا ہوں، گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے؟ بیوی نے کہا تھوڑے جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "واہ واہ" آپ جو پیس لیں اور میں بکری کے بچہ کو ذبح کرتا ہوں پھر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تھوڑا کھانا تیار کیا ہے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ دو ایک آدمی چلیں نبی ﷺ نے پوچھا کھانا کتنا ہے؟ اُنہوں نے بتادیا نبی ﷺ نے اعلان کر دیا کہ سب چلو جابر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا ہے، کھدائی کرنے والے ایک ہزار تھے، سب فوراً چل دیے نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا جلدی گھر جاؤ اور میرے آنے تک ہانڈی چولہے سے نہ اُترے اور روٹی پکانا شروع نہ ہوں، پھر آپ ﷺ نے تشریف لا کر ہانڈی میں دعا پڑھی اور آٹے میں بھی دعا پڑھی اور حکم دیا کہ ایک عورت روٹی پکانے کے لئے بلائی جائے اور آٹے پر کپڑا ڈھانک دیا جائے اور حکم دیا کہ کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر آٹا نکالو اور روٹی پکاؤ اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہانڈی بھی ڈھک دی اور فرمایا گوشت نکال کر ہانڈی ڈھانک دو لوگوں نے کھانا شروع کیا ایک ہزار آدمی شکم سیر ہو کر لوٹے پھر بھی کھانا بچا آپ ﷺ نے گھر والوں سے فرمایا اب تم کھاؤ اور پاس پڑوس میں ہدیہ دو آج کل سب کے یہاں بھوک ہے۔

(تحفۃ القاری ۸/ ۲۰۲۔ کشف الباری ۸/ ۲۸۶)

سوال: ۲۱، صفحہ: ۵۹۳

(الف) غزوۂ بنی المصطلق اور غزوہ مریسیع کی تاریخ مع وجہ تسمیہ بیان کریں۔

(ب) اس غزوہ میں جو اہم واقعات پیش آئے ہیں ان کو علی سبیل الاختصار تحریر کریں۔

(ج) واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمانا کان علیٌّ مسلما فی شأنها ای فی شأن عائشة کا کیا مطلب ہے؟ اس عبارت پر اعراب لگا کر ہر اعراب کے اعتبار سے مطلب بیان کریں۔

(۱۴۱۹ھ)

الجواب:

(الف):

وجہ تسمیہ: اس غزوہ کے دو نام ہیں: (۱) بنی المصطلق (۲) مریسیع۔

(۱) بنو المصطلق: "مصطلق" جذیمہ بن سعد کا لقب ہے مصطلق "صلق" سے مشتق ہے جس کے معنی رفع الصوت کے آتے ہیں جذیمہ بن سعد کی آواز چونکہ بہت عمدہ اور بلند تھی اس وجہ سے اس کا لقب مصطلق رکھا گیا، پھر اس کے نام سے قبیلہ و قوم کا نام پڑ گیا پس بنو المصطلق قوم کا نام ہے جس کے ساتھ یہ غزوہ ہوا تھا اس لئے اس کو غزوۂ بنی المصطلق کہتے ہیں۔

(۲) مریسیع: ایک چشمہ کا نام ہے جہاں یہ غزوہ ہوا اس جگہ کی مناسبت سے اس کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واقعہ: اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے بقول محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ غزوہ شعبان ۶ ھ میں اور بقول موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ ۵ ھ میں پیش آیا۔

اس کا سبب: نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار جنگ کے لئے اپنے قبیلہ کو اور کچھ دوسرے لوگوں کو لے کر مدینہ آ رہا ہے آپ ﷺ نے بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیقِ حال کے لئے بھیجا، بریدہ رضی اللہ عنہ نے آ کر تصدیق کی، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا، اس غزوہ میں منافقین بھی ساتھ تھے جو اس سے پہلے کبھی نہیں نکلے تھے حضور ﷺ نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ یا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مقرر کیا، آپ ﷺ شعبان کی دوسری تاریخ پیر کے دن مدینہ سے نکلے مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ملا اور مقدمہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

حارث نے اسلامی لشکر کی خبر لانے کے لئے ایک جاسوس بھیجا، مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا، جب حارث کو نبی ﷺ کی روانگی کا اور اپنے جاسوس کے قتل ہو جانے کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ ہوا اور جو عرب قبائل اس کے ساتھ تھے وہ سب بکھر گئے، نبی ﷺ چشمہ مریسیع تک پہنچے، بنو مصطلق آمادۂ جنگ تھے، فریقین نے صف بندی کی اور کچھ دیر تیروں کا تبادلہ ہوا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یکبارگی حملہ کر دیا اور کامیاب ہوئے، مشرکین نے شکست کھائی۔

نتیجہ: کفار کے دو سو گھرانے قید ہوئے، دو ہزار اونٹ غنیمت میں ملے پانچ ہزار بکریاں قبضے میں آئیں اور تقریباً ان کے دس آدمی مارے گئے۔ کوئی بھی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوا، مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہ رضی اللہ عنہ خود حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قتل ہوئے، انہوں نے دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): اِس غزوہ میں پیش آنے والے اہم واقعات:

(۱) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ: ہوا یہ کہ جب نبی ﷺ تقسیم غنائم سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو کر آئی ہوں، میں حارث بن ابی ضرار کی لڑکی ہوں جو اس قبیلہ کا سردار ہے، اسلامی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی ہوں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی ہوں، ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے، مگر میں مال ادا نہیں کر سکتی ہوں، اُمید لے کر آئی ہوں کہ آپ ﷺ میری امداد کریں تا کہ میں وہ مال ادا کر سکوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا، پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا کہ مال مکاتبت ادا کر کے میں خود تمہارے ساتھ عقدِ نکاح کر لوں گا، وہ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ثابت بن قیس کو بلوایا مال ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا، صحابہ میں جب خبر پھیلی تو سب نے یہ کہہ کر "اصہار رسول اللہ" یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں بنی المصطلق کے دو سو گھرانوں کو جو قید ہو کر ان کے پاس آئے ہیں آزاد کر دیا۔

(۲) دوسرا واقعہ منافقین کی شرارت: ابھی مسلمان اس کنویں پر تھے جہاں جنگ ہوئی کہ بنی غِفار کے ایک شخص جہجاہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اَجیر تھے، اور سِنان بن دبرا الجہنی جو بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے، پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں ٹکراؤ ہو گیا، جہجاہ نے سنان کو پتھر مار دیا سنان نے انصار کو آواز دی جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی، قصور جہجاہ کا تھا، مہاجرین نے سِنان کو راضی کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی، مگر اس سفر میں عبداللہ بن اُبی منافق بھی تھا، جب اس کو یہ خبر ملی تو بہت برافروختہ ہوا اور کہا یہ تو وہی مثال ہوئی سمّن کلبك یأکلك انا واللہ لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذلّ یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتے کو موٹ کرو کہ تم ہی کو کھا لے خدا کی قسم! ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا گویا ملعون نے اپنے آپ کو اعز کہا اور رسول اللہ ﷺ کو اذل کہا اور اس قصہ کے ذریعہ لوگوں کو حضور سے برانگیختہ کرنا چاہا، جس وقت وہ بک رہا تھا، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، انہوں نے جب حضور ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا، اس وقت حضرت عمر بھی موجود تھے، ان کو جلال آ گیا کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ! حکم دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کردوں، حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ جو سنے گا وہ کہے گا کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، مگر اس دوران یہ قصہ مہاجرین وانصار میں پھیل گیا ہر جگہ اس کا تذکرہ ہونے لگا، دونوں طرف غصہ اور جوش پیدا ہو گیا، سخت دھوپ کا وقت تھا اور ایسے وقت میں آپ ﷺ سفر نہیں کیا کرتے تھے، مگر اس روز اسی وقت گھر سے نکلے تا کہ منافق کی گفتگو کا تذکرہ زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین وانصار میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے مودبانہ انداز سے عرض کیا کہ آپ ﷺ تو ایسے وقت میں سفر نہیں کیا کرتے آج کیا ہو گیا ہے فرمایا تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے کیا کہا، چنانچہ آپ ﷺ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہو گئی، پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہو گئی دوسرے روز جیسے ہی صحابہ کرام کی پیٹھ زمین سے لگی سب کو نیند آ گئی رات دن کے سفر سے ہر شخص چور ہو گیا، بعد میں اس منافق سے انصار نے دریافت کیا کہ تُو نے ایسا کیوں کہا؟ تو اس نے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر قسم کھائی میں نے نہیں کہا ہے، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کم سن تھے لوگوں نے سمجھا کہ انہوں نے غلطی کی اور ایک معزز سردار پر تہمت باندھ کر ہنگامہ مچا دیا ہے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ افسردہ اور پشیمان ہوئے لیکن اس کے بعد منافقین کے بارے میں سورۃ المنافقین کی (۷/۸ نمبر) آیت نازل ہوئی، جس میں زید کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ ظاہر ہو گیا، پھر اس کے لڑکے نے آ کر عرض کیا آپ ﷺ مجھے حکم دیں کہ میں اس کا سر خدمت میں حاضر کردوں، آپ ﷺ کا حکم مقدم ہے حضور ﷺ نے فرمایا اطمینان رکھو، عبداللہ بن اُبی کے ساتھ سختی کا برتاؤ میں کرنا نہیں چاہتا ہوں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) تیسرا اہم واقعہ قصۂ اِفک: اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے، نبی علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب آپ ﷺ سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کا قرعہ نکلتا اس کو ہمراہ لے جاتے غزوہ بنی المصطلق میں قرعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے گئیں اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں، واپس آئیں تو احساس ہوا فوراً اُس جگہ واپس گئیں جہاں ہار گم ہوا تھا اس دوران اونٹ پر ہودج باندھنے والے آئے اور اسے اونٹ پر لاد دیا انہوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اندر ہیں وہ ہودج کے ہلکے پن پر نہیں چونکے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نوعمر تھیں بدن موٹا نہیں ہوا تھا اور کئی آدمیوں نے مل کر ہودج اُٹھایا تھا اس لئے ہلکے پن کا احساس نہیں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار ڈھونڈھ کر واپس آئیں تو لشکر جا چکا تھا اور وہ اس خیال سے وہاں رُک گئیں کہ لوگ جب انہیں نہیں پائیں گے تو پلٹ کر تلاش کرتے ہوئے وہاں آئیں گے پھر صبح کا سہانا وقت تھا ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ قافلہ کی خبر گیری کے لئے پیچھے چلنے پر مامور تھے، جب وہ یہاں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر چونک پڑے کیونکہ نزولِ حجاب سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا انہوں نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آواز سن کر بیدار ہو گئیں اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور خود کو سنبھال لیا، انہوں نے سواری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بٹھا دی اور اونٹ کے اگلے پیر پر اپنا پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں، وہ اپنی زبان سے ایک لفظ نہیں بولے، سواری کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جب لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا، لشکر میں پہنچ گئے، انہیں اس طرح آتا ہوا دیکھ کر لوگوں نے تبصرے شروع کر دیئے اور رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا، اس نے تہمت کے تانے بانے جوڑے، الزام کے خاکہ میں رنگ بھرا اور اسے خوب پھیلایا مگر وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چالاک تھا اپنی زبان سے کچھ نہیں بولتا تھا ڈور ہلاتا تھا، پتلیاں نچاتا تھا، اس کے گروہ کے لوگ اس کے اشارے کے مطابق تہمت کا خوب چرچا کرتے تھے۔

اُدھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال یہ تھا کہ وہ غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں انہیں الزام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا البتہ انہیں یہ بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کے زمانہ میں نبی ﷺ کی ان پر جو مہربانی ہوا کرتی تھی وہ اب نظر نہیں آرہی تھی، پھر جب بیماری ختم ہوئی تو وہ ایک رات اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے میدان کی طرف نکلیں، راستہ میں اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پیر چادر میں اُلجھا اور وہ گر پڑیں ان کے منھ سے بے ساختہ نکلا: مسطح رضی اللہ عنہ کا بُرا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹوکا کہ تم ایک بدری صحابی کو کوس رہی ہو، انہوں نے کہا: اری! تجھے کچھ پتا نہیں تیرے خلاف جو پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اس میں مسطح رضی اللہ عنہ بھی شریک ہے، پھر تہمت کا واقعہ سنایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واپس آکر خبر کا ٹھیک پتا لگانے کے لئے نبی ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، والدین کے پاس جا کر ان کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار رونے لگیں، پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزر گئے اس دوران نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسو کی جھڑی رُکی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے گھر جانے کے بعد نبی ﷺ نے گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی ثابت کی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں باقی رکھیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا انہوں نے ڈھیلا جواب دیا کہ عورتیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بہت ہیں اور آپ بریرہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رضی اللہ عنہا سے پوچھیں، وہ صحیح بات بتادے گی، نبی علیہ السلام نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ظاہر کی تب آپ نے منبر سے تقریر کی کہ کون ہے جو مجھے عبداللہ بن أبی کی ایذا رسانیوں سے بچائے؟ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی بات کہی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے سردار تھے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو قبیلۂ خزرج کے سردار تھے اس کی مخالفت کی تو دونوں کی حمایت میں قبیلے کے لوگ کھڑے ہوگئے ان میں تُو تُو مَیں مَیں شروع ہوگئی نبی علیہ السلام نے مشکل سے انہیں خاموش کیا پھر آپ علیہ السلام منبر سے اُتر آئے ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں ایک انصاری خاتون بھی آکر رونے میں شریک ہوگئیں، والدین ان کو تسلی دے رہے تھے، اسی حالت میں نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ عنقریب تمہاری براءت ظاہر کردے گا اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی بات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تھم گئے، انہوں نے ابا سے کہا: ابا آپ جواب دیں ابا نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا جواب دوں؟ پھر اُمّی سے کہا انہوں نے بھی یہی بات کہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود جواب دیا واللہ میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ حضرات کے کان پک گئے ہیں اور آپ لوگوں نے ان باتوں کو سچ سمجھ لیا ہے اس لئے اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں'' اور اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں بری ہوں'' تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے اور اگر میں گناہ کا اعتراف کرلوں'' جبکہ اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ فوراً صحیح مان لیں گے پس میرا اور آپ لوگوں کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد جیسا ہے جب انہوں نے کہا تھا "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صبر ہی آخری چارہ ہے اور تم لوگ جو کچھ کہتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی مدد مطلوب ہے یہ کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پلٹ کر چارپائی پر لیٹ گئیں اور رونے لگیں اسی وقت نبی ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا جب وحی پوری ہوئی تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے، آپ ﷺ نے پہلی بات یہ فرمائی عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کردیا ماں نے کہا بیٹی اٹھو اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ناز سے کہا بخدا میں ان کی طرف نہیں اٹھوں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی اس موقع پر واقعہ اِفک کے متعلق سورۂ نور کی دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جو "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ" سے شروع ہوتی ہیں اس کے بعد تہمت تراشی کے جرم میں مسطح بن اُثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنتِ جحش کو اَسّی اَسّی کوڑے لگائے گئے اور عبداللہ بن اُبی سزا سے بچ گیا، کیونکہ اس نے منہ سے کوئی بات نہیں کہی تھی اس لئے اس کے حق میں تہمت تراشی ثابت نہیں ہوسکی البتہ بیان القرآن میں ایک روایت ہے کہ اس کو بھی اَسّی کوڑے مارے گئے مگر مشہور یہی ہے کہ اس کو سزا آخرت میں ملے گی۔ (تحفۃ القاری ۸/ ۲۴۰)

(۴) بعض کے نزدیک نزولِ تیمم کا واقعہ بھی اِس غزوہ میں پیش آیا ہے لیکن راجح قول کے مطابق نزولِ تیمم کا واقعہ غزوۂ ذات الرقاع میں پیش آیا ہے۔

(ج):

کان علی مسلما فی شأنھا:

اس جملہ میں لفظ "مسلما" اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔

(۱) اسمِ فاعل کی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سکوت اختیار کرنے والے تھے اس صورت میں تسلیم سکوت کے معنیٰ میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا ذکر کرتے تھے اور نہ تہمت کا، بلکہ خاموش تھے۔

(۲) اور اسمِ مفعول کی صورت میں معنیٰ ہوگا: کان علی سالما منه الخوص فی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شأنها یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں غور وفکر اور خوض نہیں کرتے تھے، ان کے نزدیک یہ معاملہ ایسا نہیں تھا کہ جس کو سوچا جائے اور اس میں غور وفکر کیا جائے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت محتاج خوض نہیں تھی۔

یا مسلما اسم مفعول محفوظا کے معنی میں ہے یعنی وہ تہمت لگانے سے محفوظ تھے۔ (کشف الباری ۸/۳۵۰۔ فیض الباری ۴/۱۰۴۔ نصر الباری ۸/۱۸۹)

سوال:۲۲، صفحہ:۵۹۹

قَالَ حَدَّثَنَا اَیَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ وَکَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَیْسَ لِلْحِیطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِیْهِ.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب غزوۃ الحدیبیۃ میں ذکر فرمایا بظاہر اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا ہے آپ حدیث کا ترجمۃ الباب سے تعلق ثابت کیجئے، نیز اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال سے پہلے شروع ہو جاتا ہے جبکہ جمہور کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال سے پہلے نہیں ہوتا، جمہور اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت یعلی محاربی کہتے ہیں کہ ہم سے ایاس بن سلمہ نے بیان کیا ہے اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاس بیان کرتے ہیں مجھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے میرے آبا نے بیان کیا اور وہ کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر واپس لوٹتے تھے درآنحالیکہ دیواروں کا اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ اُن سے سایہ حاصل کیا جاسکے۔

(ب):

اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے تعلق اس طور پر ہے کہ اس حدیث میں ایک جملہ ہے وکان من اصحاب الشجرۃ یعنی وہ کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے اور یہ بیعت صلح حدیبیہ میں ہوئی تھی اسی مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب غزوۃ الحدیبیہ کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زوال سے پہلے نمازِ جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔

البتہ جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

دلائل الجمہور:

(۱) عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کنا نجتمع مع رسول اللہ ﷺ اذا زال الشمس۔ (مسلم ۱/۲۸۳)

(۲) عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس۔ (بخاری ۱/۱۲۳)

(۳) وہ تمام احادیث بھی جمہور کے مستدلات میں سے ہیں جن میں بعد الزوال جمعہ پڑھنے کا ثبوت ہے۔

(۴) مواظبت خلفاء راشدین سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت جمعہ وقت ظہر ہونے پر اجماع ہوگیا۔ (کمافی التعلیق ۲/۱۴۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جمہور کی طرف سے حدیث کا جواب:

(۱) جمہور اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں سایہ خاص کی نفی ہے کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ انسان بیٹھ کر سایہ حاصل کریں اور ظاہراً اتنا سایہ ایک مثل پر ہوگا ایک مثل سایہ کی نفی سے مطلق وجود سایہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) جمہور کہتے ہیں کہ اس جیسی روایات کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت مستمرہ ہے کہ زوال ہوتے ہی جلدی فوراً جمعہ ادا کر لینا خواہ گرمی ہو یا سردی اسکا یہ مقصد نہیں کہ زوال سے پہلے جمعہ ادا فرماتے تھے۔کما فی الاحادیث الآخر۔(فتح الباری ۴۵۰/۲۔تحفۃ القاری ۲۷۷/۸)

سوال: ۲۳، صفحہ: ۲۰۱

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت میں مذکورہ فتنہ سے کون سا فتنہ مراد ہے کس نے کس پر حملہ کیا تھا کیوں کیا تھا اور نتیجہ کیا رہا بوضاحت تحریر کریں۔

(ب) احصار کا حکم مفصل لکھیں۔

(ج) اشھدکم انی قد اوجبت حجۃ مع عمرتی فطاف طوافا واحدًا اوسعیا واحدا حتّٰی حل منھما جمیعًا. قران میں ایک طواف ایک سعی ہے یا دو طواف دو سعی اختلاف ائمہ مع دلائل مفصل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

جاننا چاہئے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا لڑکا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یزید خلیفہ ہوا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُن کی خلافت کا انکار کیا اور مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور مکہ مکرمہ میں ان کی خلافت قائم ہوگئی تھی، پھر یزید نے حجاج بن یوسف جو بصرہ کا گورنر تھا ان کو حکم دیا کہ عبداللہ بن زبیر پر فوج کشی کرے اس لئے کہ انہوں نے اس کی خلافت کا انکار کیا، چنانچہ حجاج نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور دونوں میں جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کے گروہ مغلوب ہوئے اور حجاج غالب ہوا اور مکہ مکرمہ میں یزید کی خلافت وحکومت قائم ہوئی۔

یہاں پر فتنہ سے مراد حجاج کا عبداللہ پر حملہ کرنے کا فتنہ ہے۔

(ب):

احصار کا حکم: سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶ میں اللہ تعالیٰ نے احصار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

کہ اگر تم دشمن یا مرض کی وجہ سے روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جو جانور میسّر ہو ذبح کرو اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ یعنی ممنوعات احرام کا ارتکاب نہ کرو جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔

یعنی جب دشمن یا مرض وغیرہ کی وجہ سے کسی کو احصار پیش آئے تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہدی کا جانور مکہ مکرمہ یعنی حرم میں بھیج دے اور جب تک ہدی کا جانور حرم میں نہ پہنچ جائے وہ احرام کی حالت میں رہے اور ممنوعات احرام کا ارتکاب نہ کرے اور ایک وقت طے کرلے جس میں جانور کو حرم میں ذبح کیا جائے گا، پھر جب وہ وقت آئے گا تو وہ حلال ہوجائے گا۔

(ج):

قارن پر ایک طواف اور ایک سعی ہے یا دو طواف اور دو سعی یعنی قران میں افعالِ حج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور افعالِ عمرہ میں تداخل ہوتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تداخل ہوتا ہے پس قارِن صرف ایک طواف اور ایک سعی کرے گا یعنی دس ذی الحجہ کو طواف زیارت اور اس کے بعد سعی کرے گا یہ طواف اور سعی حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہوں گے، عمرہ کے لئے الگ سے طواف اور سعی کرنے کی ضرورت نہیں اور حنفیہ کے نزدیک تداخل نہیں ہوتا پس قارِن عمرہ کے لئے طواف وسعی الگ کرے گا اور حج کے لئے الگ۔

ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری رحمہم اللہ کی دلیل:

(۱) عن نافع ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال اشھد کم انی قد اوجبت حجۃ مع عمرتی فطاف طوافاً واحداً وسعیاً واحداً حتّٰی حل منھما جمیعاً.

وجہِ استدلال: ھٰذا الحدیث یدل علی ان یکفی للقارن طواف واحد وسعی واحد والا لما فعل ابن عمر رضی اللہ عنہما ھٰکذا.

(۲) وروی سعید بن منصور عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال من جمع بین الحج والعمرۃ کفاہ لھما طواف واحد.

دلائل الاحناف:

(۱) عن ابراھیم بن محمد بن الحنفیۃ قال طفت مع ابی وقد جمع بین الحج والعمرۃ فطاف لھما طوافین وسعی سعیین وحدثنی ان علیا فعل ذالک وحدثہ ان رسول اللہ ﷺ فعل ذالک.

(۲) وروی محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم النخعی عن ابی نصر السلمی عن علی بن ابی طالب قال اذا ھللت بالحج والعمرۃ فطف لھما طوافین واسع لھما سعیین بین الصفا والمروۃ قال منصور فلقیت مجاھداً وھو یفتی بطواف واحد لمن قرن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فی ذلك الحديث فقال لو كنت سمعته لم افت الا بطوافين واما بحد تلافتى الا بهما. (كما فى حاشية البخارى ۲/ ۲۰۱)

(۳) عن ابن مسعود رضى الله عنه قال طاف رسول الله ﷺ طاف لعمرته وحجته طوافين وسعى سعيين. (معارف السنن ۶/ ۲۱۰)

(۴) عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال ان النبى ﷺ طاف طوافين وسعى سعيين؛ (دارقطنی ۲/ ۲۶۴)

وجه الاستدلال: هذه الاحاديث تدل على ان لابد للقارن طوافين وسعيين طواف وسعى للحج وطواف وسعى للعمرة.

سوال: ۲۴، صفحہ: ۶۰۶

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

(۱۴۲۱، ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور بتائیں کہ متعہ کی کیا تعریف ہے؟

(ب) روافض متعہ کی حلت پر کیا دلائل پیش کرتے ہیں؟ ان کے دلائل مع مفصل جواب اور حرمت پر اہلِ سنت کی طرف سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع وقیاس سے مضبوط دلائل پیش کریں۔

(ج) حرمتِ متعہ کی تاریخ میں روایات مختلف ہیں ان میں تطبیق کی صورت بیان کریں۔

(د) واقعہ خیبر پر مختصر روشنی ڈالیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی علیہ ﷺ نے جنگِ خیبر میں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

متعہ کی تعریف: یہ ہے کہ ایک مدتِ متعینہ کے لئے مہر معینہ پر کسی عورت سے نکاح کیا جائے اور مدتِ معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت ہو جائے۔

(ب):

جاننا چاہئے کہ متعہ کی حلت پر روافض قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: قال تعالیٰ: ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا.

وجہِ استدلال: اس آیت میں استمتاع کا ذکر ہے اور استمتاع و تمتع ایک ہی چیز ہے اور اجرت کا بھی ذکر ہے نیز اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں الٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى کا اضافہ ہے یعنی ان کی قرأت ہے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اجل کا ذکر ہے یعنی اس آیت کریمہ میں اجل تمتع اور اجرت تینوں کا ذکر ہے اور اسی کا نام متعہ ہے لہٰذا متعہ کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

روافض کے دلائل کا جواب:

اس آیتِ کریمہ میں استمتاع سے مراد استمتاع بالنکاح ہے نہ کہ استمتاع بالمتعہ ہے اور یہ بات قرآن مجید کی اس آیت کے سیاق و سباق میں غور کرنے سے واضح ہو جاتی ہے اس طرح کہ اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ جل شانہٗ نے محرمات کی تفصیل بیان کی: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ الخ اس کے بعد متصل دوسری آیت میں ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عورتوں کی نشاندہی فرمائی گئی جن سے نکاح حلال ہے، چنانچہ فرمایا: وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ یعنی مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح جائز ہے پھر وَأُحِلَّ لَكُمْ پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا گیا: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ الخ یعنی جب تم نے ان حلال عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلیا اور اس سے استمتاع بھی کرلیا تو اس کا پورا مہر اس کو دو۔

اس سیاق وسباق کو دیکھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ سے کسی مستقل چیز کا حکم نہیں دیا جارہا ہے بلکہ یہ ماقبل کلام پر تفریع اور تتمہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس میں أُجُوْرَهُنَّ کا لفظ آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ أُجُوْرَهُنَّ سے بالاتفاق مہورھن مراد ہے اور مہر کے لئے قرآن نے دوسری آیت میں بھی "اجر" کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے سورۃ النساء آیت ۲۵ میں ہے: فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ۔

اور سورہ ممتحنہ آیت ۱ میں ہے: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ. ان دونوں آیت میں أُجُوْرَهُنَّ بالاتفاق مہورھن کے معنی میں ہے۔

جہاں تک حضرت اُبی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت کا تعلق ہے تو ان کی وہ قرأت شاذ ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۲) نیز اگر آیتِ کریمہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ سے رافضیوں کا متعہ مراد لیا جائے تو آیت کے اوّل وآخر حصہ میں تعارض ہوجائے گا، کیونکہ آیت کے ابتدائی حصہ میں کہا گیا کہ محرمات کے علاوہ جن عورتوں سے تم نکاح کرو اس نکاح سے عفت اور پاکدامنی کا طلبگار بنو، شہوت رانی کا طالب نہ بنو، چنانچہ فرمایا گیا: مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ. اب اگر فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ سے روافض کا متعہ مراد لیا جائے تو وہ ہوتا ہی شہوت رانی کی غرض سے جس کی پہلے ممانعت کی گئی ہے تو اس طرح اوّل اور آخر کلام میں تعارض پیدا ہوجائے گا حالانکہ کلامِ الٰہی تعارض سے منزہ اور مبرا ہے۔ (کشف الباری ۳۳۲/۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل اہل السنۃ والجماعۃ:

(۱) قوله تعالی: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ○

وجہ استدلال: ان آیات میں دوقسم کی عورتوں کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی گئی ہے، ایک وہ عورتیں جن سے عقد نکاح کے ذریعہ انسان تمتع حاصل کرتا ہے اور دوسری ملک یمین کے ذریعہ سے انسان کی ملکیت میں آنے والی باندیاں، ان دوقسموں کے علاوہ کسی اور سے اپنی شہوت پوری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ ایسے لوگ سرکش اور باغی ہیں اور ظاہر ہے کہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ ان دوقسموں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہے، اس کو زوجہ نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ زوجہ کے لئے میراث، سکنیٰ، اور عدت اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب ثابت ہوتا ہے جبکہ متعہ میں عورت کے لئے ان میں سے کسی چیز کا ثبوت روافض نہیں جانتے۔

اسی طرح اس عورت پر باندی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ باندی فروخت کی جاسکتی ہے، لیکن جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے اس کو فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے۔

پس متعہ کرنے والے لوگ صاف طور سے فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ میں داخل ہیں۔

(۲) وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ.

وجہ استدلال: اس آیت میں جن لوگوں کو مالی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ وہ نکاح اور نفقہ وغیرہ اخراجات برداشت کرسکیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ عفیف رہنے کی کوشش کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مالی حالت مستحکم فرمادیں گے اگر متعہ کی جواز کی کوئی صورت اسلام میں ہوتی تو اس آیت میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی غناء سے قبل اس کو عفیف اور قابو میں رہنے کے بجائے متعہ کا حکم دے دیا جاتا۔

(۳) عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نھی عن متعۃ النساء.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) روی ان رسول اللہ ﷺ کان قائما بین الرکن والمقام وھو یقول انی کنت اذنت لکم فی المتعۃ فمن کان عندہ شیئ فلیفارقہ فان اللہ حرمھا الی یوم القیامۃ۔

(۵) امتِ محمدیہ ضرورت کے باوجود عمل بالمتعہ سے برابر باز رہی اس سے سمجھا گیا متعہ کی حرمت پر اجماع قائم ہو گیا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں عدم واقفیت کی وجہ سے کسی نے متعہ کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی آپ سخت ناراض ہوئے اور تقریر فرمائی جس میں متعہ کی حرمت کا اعلان کیا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے اعلان کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

(۶) نکاح شہوتِ رانی کے لئے مشروع نہیں ہوا بلکہ توالد اور تناسل کے مقاصد پیش نظر ہیں متعہ کے ذریعہ وہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے ہیں اس لئے عقلاً بھی متعہ ممنوع ہونا چاہیے۔

(ج):

متعہ کی حرمت کی تاریخ میں روایات مختلف ہیں بعض روایات میں ہے کہ غزوہ خیبر میں حرام کیا گیا بعض روایات میں ہے فتح مکہ میں بعض میں ہے غزوہ اوطاس میں بعض میں ہے تبوک میں اور کچھ روایات سے حجۃ الوداع میں اس کی حرمت کا اعلان معلوم ہوتا ہے۔

علماء نے ان روایات اس طرح تطبیق دی ہے (۱) کہ جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک میں حرمت کا اعلان کیا گیا وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں اور جن روایات میں حجۃ الوداع کے موقع پر حرمت متعہ کے اعلان کا ذکر ہے وہ روایات صحیح ہے چونکہ وہ مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے اعلاما للناس دوبارہ حرمت کا اعلان فرمایا جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ اوطاس کے موقع پر اعلان کیا ہے تو ان روایات میں غلط فہمی کا دخل ہے چونکہ غزوہ اوطاس فتحہ مکہ کے متصل بعد واقع ہوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس لئے بعض راویوں نے فتح مکہ کے بجائے غزوۂ اوطاس کا ذکر کردیا۔

اب دو قسم کی روایتیں رہ جاتی ہیں: (۱) فتح مکہ والی روایات (۲) خیبر والی روایات تو اس کے بارے میں امام شافعی اور ان کے بعض اصحاب کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت اولاً غزوۂ خیبر میں ہوئی ہے پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لئے مباح کیا گیا متعہ کو پھر تین دن کے بعد ابد الآباد کے لئے حرام کردیا گیا۔

(۲) بعض علماء نے اس طرح تطبیق دی: کہ سب سے پہلے خیبر کی لڑائی میں متعہ حرام ہوا پھر جنگ اوطاس میں جن لوگوں کو حرمت کا علم نہیں تھا انہوں نے متعہ کیا تو ان پر مواخذہ نہیں کیا گیا تین روز تک متعہ کی اجازت کی یہی مطلب ہے پھر جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے متعہ کیا تو جنگ اوطاس میں پھر اعلان کیا اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تیسری مرتبہ حرمت متعہ کا اعلان فرمایا کیونکہ اس موقع پر ہزاروں آدمی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے جن کو حرمت کا علم نہیں تھا، پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے کچھ عورتوں کو مسلمان خیموں کے پاس پھرتے دیکھا تو پوچھا یہ کون عورتیں ہیں؟ بتایا گیا کچھ لوگوں نے متعہ کیا ہے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے تقریر فرمائی اس میں متعہ سے منع کیا صحابہ کہتے ہیں اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا۔

(کشف الباری ۸/۴۳۶۔ تحفۃ القاری ۸/۳۱۹)

(د) غزوۂ خیبر کا سبب:

خیبر: مدینہ کے شمال میں شام کی جانب آٹھ برید پر ایک بڑا شہر ہے اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، کچھ وہاں کے اصل باشندے تھے اور کچھ مدینہ سے جلا وطن ہو کر پہنچے تھے، خیبر سازشوں کا گڑھ اور جنگ کی آگ بھڑکانے کا شعلہ تھا، اہلِ خیبر ہی جنگ خندق میں مشرکین کے تمام گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے اور بنو قریظہ کو نقضِ عہد پر آمادہ کیا تھا ان کا منافقین کے ساتھ اور بنو غطفان اور بدوں کے ساتھ پیہم رابطہ قائم رہتا تھا وہ خود بھی جنگی تیاریوں میں مصروف رہتے تھے، انہوں نے اپنی کارروائیوں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کی، وہ ناکام و نامراد ہوئے ان حالات سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو ہر طرف بار بار مہمیں بھیجنی پڑیں، اس لئے ان کی طاقت کا خاتمہ ضروری تھا۔

واقعہ: چنانچہ محرم الحرام ۷ھ کے آخر میں نبی علیہ السلام پندرہ سو صحابہ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے اس غزوہ میں شرکت کی اسی کو اجازت تھی جس نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی جب منافقین کو اس غزوہ میں شریک نہیں کیا گیا تو ان کے لیڈر عبداللہ بن أبی نے یہود خیبر کو پیغام بھیجا کہ اب محمد علیہ السلام نے تمہارا رُخ کیا ہے، چوکنا ہو جاؤ تیاری کر لو اور ڈرنا نہیں تمہاری تعداد اور ساز و سامان زیادہ ہے اور محمد علیہ السلام کے ساتھی تھوڑے ہیں ان کے پاس ہتھیار بھی برائے نام ہے جب خیبر والوں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ھوذہ بن قیس کو حصول مدد کے لئے بنو غطفان کے پاس بھیجا وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے یہود نے یہ پیشکش بھی کی کہ اگر انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تو خیبر کی نصف پیداوار بنو غطفان کو دی جائے گی نبی علیہ السلام نے وادی صہباء سے گزر کر رجیع نامی وادی میں قیام فرمایا جو بنو غطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی بنو غطفان تیار ہو کر یہود کی امداد کے لئے چل پڑے تھے کہ اثناء راہ میں اچانک انہیں اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیا اس لئے وہ واپس پلٹ گئے اور اس طرح بنو غطفان کی مدد سے یہود محروم ہو گئے۔

نبی علیہ السلام خیبر کے پاس رات میں پہنچے، صبح اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرمائی پھر فوجی مشق شروع ہوئی جب خیبر کے لوگ کدال اور بورے لے کر اپنی کھیتی باڑی کی طرف نکلے تو اچانک لشکر دیکھ کر حیران رہ گئے اور چیختے ہوئے شہر کی طرف بھاگے کہ محمد علیہ السلام بہت بڑا لشکر لے کر آ گئے ان کی حواس باختگی دیکھ کر نبی علیہ السلام نے نعرہ لگایا اللہ اکبر خیبر تباہ ہوا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیبر کی آبادی دو منطقوں میں تقسیم تھی، پہلے منطقہ میں پانچ قلعے اور دوسرے منطقہ میں تین قلعے تھے ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں مگر وہ چھوٹی تھیں قوت وحفاظت میں ان قلعوں کے ہم پلہ نہیں تھیں، چنانچہ یکے بعد دیگرے ان قلعوں پر جنگ ہوئی اور سارے قلعے فتح ہو گئے۔ (تحفۃ القاری ۸/۵۸۵، کشف الباری ۸/۲۰۶)

سوال: ۲۵، صفحہ: ۶۰۷

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا. قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ.

(۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۲۰، ۱۴۲۲، ۱۴۲۶، ۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مالِ غنیمت میں فارس اور راجل کا کیا حصہ ہے مع اختلاف ائمہ مفصل مدلل تحریر کریں۔

(ج) اگر یہ حدیث احناف کے خلاف ہو تو دلائل کی روشنی میں جواب دیجیے۔

(د) للفرس سهمين میں نافع جو تفسیر کی ہے اس کو لکھیں نیز یہ بتائیں کہ اس میں کیا کسی اور معنی کا احتمال ہے جس کی بنا پر نافع کو اس کی تفسیر کرنی پڑی سوچ کر لکھیں۔

(ہ) غزوۂ خیبر کی مختصر تاریخ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جنگ خیبر میں نبی علیہ السلام نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گھوڑے کے لئے دو حصے بانٹے اور پیدل کے لئے ایک حصہ۔ عبید اللہ عمری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نافع نے اس حدیث کی شرح کی کہ جب آدمی کے پاس گھوڑا ہو تو اس کے لئے تین حصے ہیں اور اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہو تو اس کے لئے ایک حصہ ہے۔

(ب):

اگر مجاہد راجل یعنی پیدل ہے تو اس میں تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اس کو ایک حصہ دیا جائے گا اور اگر مجاہد فارس (گھوڑے کے ساتھ) ہے تو اس کو حصہ دینے میں فقہاء کے مابین زبردست اختلاف ہے کہ اس فارس کو غنیمت سے تین حصے ملیں گے یا دو حصے ملیں گے۔

اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ وغیرہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ فارس کو تین حصے ملیں گے ایک خود مجاہد کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فارس کو دو حصے ملیں گے ایک حصہ مجاہد کا اور ایک اس کے گھوڑے کا۔

فریقِ اوّل کے دلائل:

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قسم رسول اللہ ﷺ یوم خیبر للفرس سهمين وللراجل سهمًا.

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما اسهم يوم حنين للفارس ثلاثة اسهم للفرس سهمان وللرجل سهم. (ابن ماجہ)

فریقِ ثانی کے دلائل:

(۱) عن مجمع بن جارية رضی اللہ عنہ قال قسمت خيبر على اهل الحديبية على ثمانية عشر سهما فاعطى الفارس سهمين واعطى الراجل سهمًا. (ابوداود ۲/ ۳۷۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) عن الزبير بن العوام رضى الله عنه قال شهدت بني قريظة فارسًا فضرب لى بسهم ولفرسی بسهم۔ (رواہ الواقدی فی المغازی حاشیۃ ابی داؤد ۲/۳۷۵)

(۳) عن ابن عمر رضى الله عنه قال ان رسول الله ﷺ جعل للفارس سهمين وللراجل سهما. (بذل بحوالہ مصنف ابن ابی شیبۃ ۴/۴۴)

(۴) عن ابن عباس رضى الله عنهما ان النبی ﷺ اعطى الفارس سهمين واعطى الرجل سهماً. (ہدایہ)

(۵) قال ابو يوسف عن ابی عن زكريا بن حارث عن منذر بن ابی حثمة فی زمن عمر انه اعطى الفارس سهمين والراجل سهمًا۔ (کتاب الخراج)

(۶) قال محمد عن ابی حنيفة عن عبيد الله بن داؤد عن منذر بن ابی حثمة انه اعطى الفارس سهمين والراجل سهما بعد فتح مصر فی زمن عمر وابقى عمر عليه ولم يغيره. (کمافی کتاب الآثار)

(ماخوذ عن درس الاستاذ حبیب الرحمٰن الاعظمی دام ظلہ)

(ج) حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب:

(۱) بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر کی یہ روایت فتح خیبر سے پہلے کی ہو، اور خیبر میں چونکہ گھوڑے کا ایک حصہ ہی دیا گیا تھا، لہٰذا احتمال نسخ کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

(۲) یہ بھی احتمال ہے کہ جس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے اس وقت تقسیم غنائم رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہو کہ جس کو چاہیں جتنا دیں فلا يستدل به۔

(۳) ہوسکتا ہے فارس کو حصے تو دو ہی ملتے ہوں تیسرا حصہ حضور ﷺ نے بطور نفل کے دیا ہو، کیونکہ بطور نفل دینا آپ ﷺ سے ثابت بھی ہے آپ ﷺ نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذی قرد میں دوگنا حصہ دیا تھا، پیدل ہونے کے باوجود۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) بخاری شریف میں اسی حدیث کو دو جگہ لایا گیا ایک "باب سهام الفرس" اور دوسرے "كتاب المغازى" میں باب سهام الفرس میں ہے: انه عليه السلام جعل للفرس سهمين ولصاحبه سهما اور كتاب المغازى میں قسم النبی ﷺ يوم خيبر للفرس سهمين وللراجل سهما ان دونوں روایتوں کے صحیح معنیٰ یہ ہیں کہ للفرس سهمين للفرس مع صاحبه سهمان کے معنیٰ میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری روایت میں "فرس" کو راجل کے مقابلہ میں لایا گیا معلوم ہوا "فرس" سے مراد فارس ہے۔

(۵) عربی کتابت میں عموماً الف کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی مطلب یہی ہوگا کہ للفرس سهمين اصل للفارس سهمين تھا الف کو حذف کر کے کھڑا زبر دیدیا گیا لیکن راوی نے اس کو فرس بغیر الف ہی سمجھا اور تفسیر بیان کر دی سهما له وسهمين للفرسه اور فہم راوی کسی کے یہاں بھی حجت نہیں ہے۔

(۶) جب روایات میں تعارض ہوتا ہے تو ہم قیاس کی طرف لوٹتے ہیں یہاں بھی جبکہ دو متعارض روایات جمع ہو گئیں ہم قیاس کی طرف رجوع کرتے ہیں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ گھوڑے کو بھی ایک حصہ ہی ملے، کیونکہ مجاہد اصل اور فرس آلہ جہاد یعنی فرع ہے اور مجاہد کے تابع ہے اس لئے کہ بغیر گھوڑے کے جہاد ہو سکتا ہے، لیکن بغیر مجاہد کے جہاد نہیں ہو سکتا، اور اصل کو فرع و تابع پر فضیلت ہوتی ہے اب اگر فرس کو دو حصے دیئے جائیں اور مجاہد کو ایک حصہ دیا جائے تو یہ اصل پر فرع کو فضیلت دینا ہوا جو قیاس کے خلاف ہے۔

(بذل المجہود ۴/۴۴۳۔ اوجز المسالک ۴/۷۸۔ فرقان ۸/۳۰)

نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت للفرس سهمين پر جتنے متابع پائے جاتے ہیں اتنے متابع للفارس ثلاثة اسهم پر نہیں پائے جاتے، تفصیل کے لئے دیکھئے: (دار قطنی، احکام القرآن للجصاص)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) تفسیر نافع:

اذا کان مع الرجل فرس فله ثلاثة اسهم فان لم یکن له فرس فله سهم.

للفرس سھمین میں تفسیر کی ضرورت: چونکہ للفرس سھمین میں دوسرے معنی کا احتمال ہے (جو احناف کے مسلک کے عین موافق ہے) اس لئے نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تفسیر کی ہے اور دوسرے محتمل معنی للفرس مع صاحبہ سھمین او للفرس اصل میں للفارس سھمین تھا جیسا کہ حدیثِ مذکور کا جواب نمبر ۴-۵ میں گزر چکا ہے۔

(ہ):

غزوۂ خیبر کی مختصر تاریخ سوال نمبر ۲۴ میں گزر چکی ہے۔

سوال: ۲۶، صفحہ: ۶۱۱

عَنْ عَطَاءٍ وَ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَ بَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ.

(۱۴۲۱، ۱۴۲۳، ۱۴۲۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب بیان کریں۔

(ب) نکاح محرم کے بارے میں ائمہ کرام کا کیا اختلاف ہے ہر ایک کے مسلک کو مع دلائل تحریر کریں اور جو راجح ہے اس کی وجوہِ ترجیح بیان کریں۔

(ج) حدیث ثانی کا کتاب المغازی سے کیا تعلق ہے۔

(د) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث لاینکح المحرم الخ اور یزید بن الاصم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی حدیث تزوج النبی ﷺ میمونة وھو حلال. کا صحیح جواب تحریر فرمایئے۔

(ہ) عمرۃ القضاء کی تاریخی واقعہ بیان کیجئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح عمرہ قضاء میں ہوا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا درآنحالیکہ آپ ﷺ حالتِ احرام میں تھے اور رخصتی عمل میں آئی درآنحالیکہ آپ ﷺ نے احرام کھول لیا تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال سرف میں ہوا۔

مطلب: جب نبی ﷺ نے عمرۃ القضا کا ارادہ فرمایا تو ایک مقصد کے تحت مکہ میں شادی کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور اوس بن خولہ رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دے کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ بھیجا، حضرت میمونہ بیوہ ہوگئی تھیں اور وہ مکہ میں مقیم تھیں، جب میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام پہنچا تو انہوں نے حضرت عباس کو نکاح کا وکیل بنایا جو ان کے بہنوئی تھے اس وقت حضرت میمونہ کے اولیاء سفر میں تھے غرض جب نبی ﷺ مکہ کے قریب پہنچے تو خاندان کے لوگ آپ ﷺ کے استقبال کرنے کے لئے مکہ سے باہر مقامِ سرف تک آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح پڑھایا مگر اس بات کا علم چند ہی حضرات کو ہوا، پھر جب نبی ﷺ کا مقصد اور پلان فیل ہو گیا اور مدینہ سے روانہ ہوگئے تو میمونہ کو ساتھ لے لیا پہلا پڑاؤ مقامِ سرف میں ہوا، وہیں زفاف عمل میں آیا، پھر آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ میمونہ رضی اللہ عنہا عمرہ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

غرض سے مکہ آئیں واپسی میں سرف میں پڑاؤ کیا اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا جس جگہ نبی ﷺ کا خیمہ تھا اور آپ ﷺ نے زفاف فرمایا تھا اسی جگہ دفن ہوئیں۔

(ب):

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالتِ احرام میں نکاح ناجائز اور باطل ہے اسی طرح انکاح بھی ناجائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ حالتِ احرام میں انکاح بھی جائز ہے نکاح بھی البتہ جماع اور دواعی جماع حلال ہونے کے وقت تک جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

(۱) عن عثمان رضی اللہ عنہ ان المحرم لا ینکح ولا ینکح.

(۲) عن ابی رافع قال تزوج النبی ﷺ میمونۃ وھو حلال وبنی بہا وھو حلال وکنت انا الرسول فیما بینھما.

(۳) عن یزید بن الاصم عن میمونۃ قالت تزوجنی النبی ﷺ وھو حلال. (جامع الترمذی)

دلیل الاحناف:

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما تزوج النبی ﷺ میمونۃ وھو محرم وبنی بہا وھو حلال وماتت بسرف.

مذہب احناف کی وجوہ ترجیح:

احناف کے مسلک کی ترجیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی ترجیح پر مبنی ہے اور اس روایت کو فریق مخالف کی روایت سے چند وجوہ سے ترجیح حاصل ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) یہ روایت اصح ما فی الباب ہے اور اس موضوع کی کوئی روایت سنداً اس کے ہم پلہ نہیں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت تواتر کے ساتھ مروی ہے، چنانچہ بیس سے زائد فقہاء تابعین اس کو حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں، چنانچہ نسائی طحاوی اور مسند بزار میں حضرت عائشہ سے اور سنن دارقطنی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے نیز طحاوی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) اصحاب سیر وتواریخ کی تصریحات سے روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ابن ہشام محمد بن اسحاق اور ابن سعد وغیرہ نے یہ واقعہ جس طرح بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے سفر میں سرف کے مقام پر پہنچ کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ آپ ﷺ محرم تھے، پھر عمرہ سے واپس آتے ہوئے سرف ہی کے مقام پر آپ ﷺ نے بناء فرمائی جبکہ آپ حلال ہو چکے تھے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس لئے راجح ہے کہ طبقات ابن سعد کی تصریح کے مطابق ان کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہما اس نکاح کے عاقد تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اولیاء سفر میں تھے، اس لئے عباس رضی اللہ عنہ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عقد کیا تھا، لہٰذا عقد نکاح کے وقت اور مقام کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے سے زیادہ کوئی واقف نہیں ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ حضرت میمونہ بھی نہیں، کیونکہ وہ خود عاقد نہیں تھیں اور عورتیں مجلس نکاح میں حاضر نہیں ہوتیں۔

(۶) حضرت یزید بن الاصم کی ایک روایت حضرت ابن عباس کے موافق ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے درس ترمذی ۳ / ۹۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس مناسبت سے امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر باب عمرۃ القضاء میں کیا ہے اور عمرۃ القضاء چونکہ حدیبیہ میں توڑے ہوئے عمرہ کی قضاء تھی اس لئے استطراداً اور تبعاً یہاں کتاب المغازی میں ذکر کیا۔

(د):

(۱) حدیث عثمان رضی اللہ عنہ لاینکح المحرم ولاینکح کا جواب یہ ہے کہ اس میں "لا" نفی کمال اور نہی تنزیہ کے لئے ہے یعنی نکاح تو ہو جائے گا مگر یہ فعل زیبا نہیں اور مخالفت سدِّ ذرائع کے لئے ہے، جیسے روزہ کی حالت میں بیوی کو ساتھ لٹانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ یہ سلسلہ کہیں آگے بڑھ نہ جائے یہاں بھی مخالفت سدِّ ذرائع کے لئے ہے کیونکہ اگر احرام کی حالت میں نکاح کیا گیا تو ممکن ہے یہ سلسلہ آگے بڑھ جائے اور بات جماع اور دواعی تک پہنچ جائے جو احرام میں قطعاً ممنوع اور حرام ہے اور اس بات کا قرینہ یہ ہے کہ لایخطب ولایخطب علیہ میں بالاتفاق کمال کی نفی ہے، کیونکہ اگر حالتِ احرام میں منگنی بھیجی گئی پھر حلال ہونے کے بعد نکاح ہوا تو یہ نکاح بالاتفاق درست ہے مگر احرام کی حالت میں منگنی بھیجنا بالاتفاق مکروہ ہے پس یہ قرینہ ہے کہ حدیث کے پہلے دو جملوں میں بھی کمال کی نفی ہے۔

(۲) حضرت یزید بن الاصم کی روایت کا جواب:

(۱) ایک روایت میں نکحھا وھو حلال کا لفظ موجود ہے اور نکاح سے مراد بناء ہے، کیونکہ نکاح کا لفظ بکثرت جماع کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، نیز اس کی دلیل جواب نمبر۳ میں آ رہی ہے۔

(۲) اور یزید اگرچہ تابعی اور ثقہ آدمی ہے مگر ابن عباس کے مقابلہ میں پیش کئے جانے کے لائق نہیں ہے اس کی دلیل معارف السنن ۶/۵۶۳ میں یہ واقعہ ہے کہ عمرو بن دینار اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن شہاب کے درمیان تزویج محرم کا مسئلہ میں گفتگو ہوئی تو عمرو بن دینار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کی اور ابن شہاب نے یزید بن الاصم کی پس عمرو بن دینار نے کہا: اتجعل اعرابیا بوالا علی عقبیہ الی ابن عباس یہ سن کر ابن شہاب خاموش ہو گئے۔

(۳) طبقات ابن سعد میں ہے: عن عمرو بن میمون بن مہران قال کتب عمر بن عبدالعزیز الی ابی ان سل یزید بن الاصم احراما کان رسول اللہ ﷺ حین تزوج میمونۃ ام حلالاً فدعاہ ابی فاقرأہ الکتاب فقال خطبہا وھو حلال وبنی بہا وھو حلال.

یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے میمون بن مہران کو لکھا ہے کہ یزید سے پوچھو نبی ﷺ نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ ﷺ احرام میں تھے یا حلال تھے تو یزید نے خطبہ اور بناء کے بارے میں تو یہ تصریح کر دی کہ وہ حالتِ حلّت میں ہوئے تھے، لیکن نکاح کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سوال نکاح ہی کے بارے میں تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح حالتِ احرام میں ہوا تھا ورنہ یزید خطبہ اور بناء کے ساتھ نکاح کا بھی ذکر فرماتے معلوم ہوا جس روایت میں یزید نے نکحھا وھو حلال کہا ہے اس میں نکاح سے بناء مراد ہے نہ کہ نکاح کیونکہ نکاح کا لفظ بکثرت جماع کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ (معارف السنن ۶/۳۵۷۔ تحفۃ الالمعی ۳/۲۳۹۔ درسِ ترمذی ۳/۹۵)

(۵) عمرۃ القضاء کا تاریخی واقعہ:

حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں اور تین دن مکہ میں ٹھہریں، چنانچہ غزوہ خیبر محرم ۷ھ میں ہوا، پھر ذی قعدہ ۷ھ میں نبی ﷺ نے عمرہ کا قضا کی اور اعلان کیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے، چنانچہ اس عرصہ میں جو صحابہ شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے ان کے علاوہ کوئی پیچھے نہیں رہا۔

آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور قریش کی جانب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے بدعہدی کے اندیشہ سے ہتھیار ساتھ لئے، جب وادی یاجج پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل فاصلہ پر ہے تو ہتھیار وہاں رکھ دیئے اور دو سو آدمی حفاظت ہتھیار کے لئے چھوڑ دیئے اور صرف تلواریں میانوں میں رکھ کر قافلہ مکہ میں داخل ہوا، مشرکین تماشہ دیکھنے کے لئے باب کعبہ کے مقابل واقع پہاڑ قیقعان پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ایک ایسی جماعت عمرہ کے لئے آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف میں رَمل کریں البتہ جب کعبہ کی اوٹ میں چلے جائیں تو چلیں، مشرکین نے جب صحابہ کی قوت کا مشاہدہ کیا تو وہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ کون کہتا ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے توڑ دیا ہے یہ تو ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہیں عمرہ ادا کرنے کے بعد نبی علیہ السلام تین دن مکہ میں رہے، تیسرے دن نبی علیہ السلام نے مشرکین کے پاس خبر بھیجی کہ میں نے یہاں نکاح کیا ہے میں رخصتی اور ولیمہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ سب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں مگر چونکہ آپ حضرات حسب معاہدہ ان دنوں میں مکہ نہیں آسکتے اور میں چوتھے دن ٹھہر نہیں سکتا اس لئے آپ لوگ مجھے ایک دن کی مہلت دیں تو میں یہاں رخصتی کے بعد ولیمہ کروں اور آپ سب حضرات ولیمہ میں شرکت کریں، مگر ان لوگوں نے نہایت ترش روئی سے جواب دیا کہ ہمیں ولیمہ نہیں کھانا، آپ تین دن کے بعد مکہ خالی کردیں، چنانچہ آپ علیہ السلام حسب وعدہ مکہ سے رخصت ہوگئے اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مقام سرف میں آجائیں، وہاں آپ علیہ السلام نے عروس فرمائی اور وہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

سوال: ۲۷، صفحہ: ۶۱۲

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۴۱۵، ۱۴۲۰ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) بتائیے کہ حدیبیہ میں صلح ہو چکی تھی تو فتح مکہ کے لئے جانے کا کیا سبب ہے۔

(ب) حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق واقعہ تحریر کریں۔

(ج) جبکہ حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ انه قد صدقکم تو پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس کے بارے میں کہنا کہ انه قد خان الله ورسوله والمؤمنين فدعني اضرب عنق هذا المنافق کیا حضور علیہ السلام کی صراحۃ مخالفت نہیں ہے سمجھ کر جواب تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

فتح مکہ کے لئے جانے کا سبب: صلح حدیبیہ میں جو دفعات طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک دفعہ یہ تھی کہ فریقین دس سال تک جنگ بند رکھیں گے اور دیگر قبائل کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ عہد و پیمان میں چاہیں شامل ہو جائیں، اور حلیف قبائل اگر آپس میں لڑیں تو فریقین ان کا کوئی تعاون نہ کریں، چنانچہ بنو خزاعہ رسول اللہ علیہ السلام کے عہد و پیمان میں اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے، ان قبائل میں زمانہ جاہلیت سے عداوت چلی آ رہی تھی، دونوں قبیلے وقتاً فوقتاً لڑتے رہتے تھے، مگر جب اسلام کا دور شروع ہوا تو دونوں قبیلوں کی توجہ اسلام کے خلاف ہوگئی اور باہم جنگ ہوگئی۔ پھر جب حدیبیہ میں بغیر جنگ کے معاہدہ ہو گیا تو دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہوگئے؛ چنانچہ نوفل بن معاویہ نے ایک جماعت کو ساتھ لے کر شعبان ۸ھ میں بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا اس وقت بنو خزاعہ وتیر نامی چشمہ پر خیمہ زن تھے، بنو خزاعہ کے متعدد افراد مارے گئے، قریش نے اس حملہ میں ہتھیاروں سے بنو بکر کی مدد کی بلکہ ان کے کچھ آدمی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوئے، اس واقعہ میں عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر مدینہ منورہ آیا اس وقت نبی علیہ السلام صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے وفد رسول اللہ علیہ السلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عمرو نے اپنا قصیدہ پڑھا اور قریش کے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی شکایت کی اور مدد طلب کی، نبی علیہ السلام نے ایک قاصد قریش کے پاس روانہ کیا کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو (۱) مقتولین خزاعہ کی دیت دو (۲) یا بنو بکر سے عہد و پیمان توڑ لو (۳) یا معاہدۂ صلح کے فسخ کا اعلان کردو، قریش نے جواب دیا کہ ہم تیسرے کو اختیار کرتے ہیں جب قاصد جواب لے کر لوٹ آیا تو قریش کو ندامت ہوئی انہوں نے فوراً ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لئے روانہ کیا، لیکن کوشش بار آور نہ ہوئی اور یہی سبب بنا جنگ فتح مکہ کا۔

(ب):

حاطب کا واقعہ: نبی علیہ السلام نے صحابہ کو پوشیدہ طور پر تیاری کا حکم دیا اور اپنا ارادہ صرف خواص کو بتایا تھا اور خبروں کو جاسوسوں سے روکنے کے لئے اللہ سے دعا بھی کی تھی، تاہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ مکہ کے نام خط لکھا کہ آپ علیہ السلام مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور ایک عورت کے ساتھ یہ خط مکہ روانہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کردی آپ علیہ السلام نے چند صحابہ کو روانہ کیا کہ روضہ خاخ میں تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب رضی اللہ عنہ کا خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب روضہ خاخ میں ہم پہنچے تو واقعی وہاں ایک عورت ہودج میں سوار ملی ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو وہ کہنے لگی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے بالآخر اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکالا ہم وہ خط لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ علیہ السلام حاطب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے اس عمل پر آمادہ کیا؟ حاطب نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بات ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کفار پر میرا احسان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس احسان کے ذریعہ میرے مال اور میرے اہل کی حفاظت فرمادیں اور آپ علیہ السلام کے اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی آدمی خاندان میں وہاں ایسا موجود ہے جس کے ذریعہ اس کے اہل اور مال کی حفاظت کرتا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: صدق اُس نے سچی اور صحیح بات کہی ہے اور تم اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لئے سوائے خیر اور کچھ نہ کہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعني اضرب عنق هٰذا المنافق انه قد خان الله ورسوله والمؤمنين تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حاطب اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ بدر والوں پر مطلع ہیں بدر والوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: اِعْمَلُوا مَاشِئْتُمْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہے، چنانچہ یہ سن کر حضرت عمر کے آنسو بہنے لگے اور کہا: اللہ ورسوله اعلم اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ (کشف الباری ۱۳۰/۸، تحفۃ القاری ۳۶۵/۸)

(ج):

(۱) علامہ قسطلانی نے یہ جواب دیا ہے کہ ایک تو حضرت عمر کفر و نفاق کے بارے میں سخت تھے اور تشدد کا رویہ رکھتے تھے، ان کا خیال تھا یہ شخص زبان سے تو اسلام کا اظہار کر رہا ہے اور دل میں کفار کے ساتھ تعلق اور محبت موجود ہے، تب ہی تو اس نے خط لکھا اس لئے عمر نے ان کو خائن اور منافق کہا۔

(۲) شیخ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ اصل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ کفر و نفاق کے معاملہ میں شدید تھے، لہٰذا وہ مغلوب الحال ہو گئے اور حضور ﷺ کا قول: لاتقولوا له الا خيراً ان کو سمجھ میں نہیں آیا تو غلبۂ حال کی وجہ سے انہوں نے حاطب رضی اللہ عنہ کو خائن اور منافق کہا۔

(۳) علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جواب بھی دیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ حضور ﷺ حاطب بن ابی بلتعہ کی تالیف فرما رہے ہیں چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفر و نفاق کے بارے میں متشدد تھے، اس لئے ان کی اپنی رائے یہ تھی کہ یہ تالیف کا مستحق نہیں بلکہ تادیب کا مستحق ہے، اپنی اس رائے کی وجہ سے انہوں نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو خائن اور منافق کہا۔

(۴) لیکن ایک جواب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے بے شک حاطب بن ابی بلتعہ سے کفر اور نفاق کی نفی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمائی تھی لیکن اس کفراور نفاق کی نفی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان سے کسی بھی انداز میں خیانت کا صدور نہیں ہوا فی الجملہ خیانت تو بہرحال ان سے ہوئی کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے مخفی راز کی کفار کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خان اللہ و رسولہ سے اسی مطلق خیانت کا ذکر کیا ہے جس کی آپ نے نفی نہیں فرمائی اسی طرح حضرت عمر کا قول: انہ منافق سے نفاق فی العقیدہ مراد نہیں نفاق فی العمل مراد ہے اور حضور علیہ السلام نے نفاق فی العقیدہ کی نفی کی ہے۔ فلا اشکال

سوال:۲۸، صفحہ:۶۱۵

بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

(۱۴۲۷ھ)

(الف) فتح مکہ کی مختصر تاریخ بیان فرمائیے۔

(ب) فتح مکہ قیام کے زمانہ میں احادیث مختلف ہیں ایک روایت دس یوم کی ہے، کسی میں پندرہ یوم ہے، کسی میں سترہ یوم ہے، کسی میں اٹھارہ یوم ہے، کسی میں اُنیس یوم ہے، اِن مختلف روایات میں تطبیق یا ترجیح تحریر کریں۔

(ج) سفر میں کتنے دِنوں تک اِقامہ پر اتمام صلوٰۃ ہے اس میں جو اختلاف ہے اسے دلائل سے واضح فرمائیے۔

الجواب:

(الف):

فتح مکہ کی مختصر تاریخ: فتح مکہ کا سبب سوال نمبر ۲۷ میں گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کے بعد: دس رمضان المبارک ۸ھ کو نبی ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، جب مرالظہر ان پہنچے تو لوگوں کو حکم دیا کہ الگ الگ آگ جلائیں اس طرح ہزار چولہوں میں آگ جلائی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر کیا، مرالظہر ان میں جو سرداران قریش ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام تحقیق حال کے لئے نکلے تھے وہ پکڑے گئے ان میں سے بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام اسی وقت مسلمان ہو گئے اور ابوسفیان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ میں لے لیا اور رات میں اپنے پاس رکھا، صبح جب اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے تو انہوں نے حق کی شہادت دے کر اسلام قبول کر لیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! ابوسفیان امتیاز پسند آدمی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے جو ابوسفیان کے گھر داخل ہوگا اسے امان ہے، اس کے بعد ابوسفیان کے طلب پر رسول اللہ ﷺ نے امان میں اور وسعت کر دی اور فرمایا جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے۔

۷ ررمضان المبارک ۸ھ منگل کی صبح نبی ﷺ مرالظہر ان سے روانہ ہوئے اور بالائی حصہ سے مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ زیریں حصہ سے داخل ہوئے نبی ﷺ کے راستہ میں تو کوئی مزاحمت پیش نہیں آئی، لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگ مزاحم ہوئے اور معمولی جنگ میں بارہ مشرک مارے گئے اور صحابہ میں سے کرز بن جابر بہری اور خنیس بن خالد رضی اللہ عنہما نے جام شہادت نوش کیا، فتح مکہ کے بعد امن وامان کا دور شروع ہوا، لوگ کھل کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے، جو لوگ در پردہ مسلمان تھے ان کو بھی اظہار ایمان کی ہمت ہوگئی اور بہت سے نئے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ (تحفۃ القاری ۸/۵۸۷۔ کشف الباری ۸/۴۹۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

فتح مکہ کے قیام کے زمانہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں ان میں تطبیق سے پہلے ایک بات جاننی چاہئے کہ نبی علیہ ﷺ مکہ مکرمہ میں منگل کے دن ۷ ر رمضان المبارک ۸ ر ہجری میں حنین کے لئے نکلے تھے۔

پھر مکہ میں زمانہ قیام کے بارے میں پانچ روایتیں پائی جاتی ہیں، جن کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب متی یتم المسافر میں جمع کیا ہے ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ:

(۱) پہلی روایت انیس (۱۹) دن قیام رہا، اس میں یوم دخول وخروج کو شمار کیا اور رمضان کا آخری عشرہ نو دن کا تھا۔

(۲) دوسری روایت اٹھارہ (۱۸) دن قیام رہا اس میں یوم دخول وخروج میں سے ایک کو چھوڑ دیا۔

(۳) تیسری روایت سترہ (۱۷) دن قیام رہا اس میں یومِ دخول وخروج دونوں کو چھوڑ دیا۔

(۴) چوتھی روایت دس دن قیام رہا دونوں طرف کی کسر کو چھوڑ دیا اور درمیانی عشرہ لیا اور اس کو دس دن کا فرض کیا گیا۔

(۵) پانچویں روایت پندرہ دن قیام رہا امام نووی نے اس کو ضعیف قرار دیا، لیکن ابن حجر ہند امیر المؤمنین فی الحدیث العلامہ انورشاہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ اور تطبیق اس طرح دی کہ تین دن تو آپ علیہ ﷺ اپنی عادت شریفہ کے مطابق ہر جنگ کے بعد قیام فرماتے تھے اس لیے ان کو چھوڑ دیا اور یومِ خروج کو بھی نہیں لیا۔ پس پندرہ دن باقی بچے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۲ / ۵۶۲۔ فیض الباری ۲ / ۱۱۲۔ تحفۃ القاری ۸ / ۸۸۔ ۳۔ کشف ۸ / ۵۱۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

کتنے دن اقامت کی نیت قصر کو باطل کر دیتی ہے اس سلسلہ میں کل چھ مذاہب ہیں لیکن اصل اختلاف ائمہ اربعہ کا ہے۔

(۱) ربیعۃ الرائی کے نزدیک ایک دن ایک رات کی اقامت کی نیت سے آدمی مقیم ہوجاتا ہے۔

دلیلہ: قول سعید بن جبیر: واقل منه اذا وضعت رجلك بأرض قوم فاتم. (معارف السنن ۴/۴۷۴)

(۲) امام اوزاعی کے نزدیک بارہ دن اقامت کی نیت قصر کو باطل کر دیتی ہے۔

دلیلہ: اثر ابن عمر رضی الله عنه اذا اجمعت ان تقیم اثنتی عشرة لیلة فاتم الصلاة. (جب بارہ دن رہنے کا ارادہ کرے تو نماز پوری کرے)۔

(۳) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدمی جب تک وطن اصلی واپس نہ پہنچ جائے تو وہ قصر کرسکتا ہے خواہ دوسرے مقامات پر کتنا ہی طویل قیام کیوں نہ ہو۔

دلیلہ: عن ابن عباس رضی الله عنهما کان رسول الله ﷺ اذا خرج من اهله لم یصل الا رکعتیه حتی یرجع الیهم. (طحاوی ۱/۲۰۲)
(جب نبی علیہ السلام گھر سے نکلتے یعنی سفر میں جاتے گھر واپس لوٹنے تک ہمیشہ دو ہی رکعت پڑھتے تھے)۔

(۴) امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انیس دن اقامت کی نیت قصر کو باطل کر دیتی ہے۔

دلیلہ: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال اقام النبی ﷺ بمکة تسعة عشر یومًا یقصر فنحن اذا سافرنا تسعة عشر قصّرنا وان زدنا اتممنا. (البخاری)
(ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں انیس دن قیام فرمایا اس مدت میں آپ علیہ السلام نے نمازیں قصر پڑھیں، پس ہم جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انیس دن کا سفر کریں گے تو قصر کریں گے اور اس سے زیادہ ٹھہریں گے تو نماز پوری پڑھیں گے)۔

(۵) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چاردن سے زائد اقامت کی نیت ہو تو قصر جائز نہیں، پھر ان کے ہاں تفصیل ہے۔ امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کے نزدیک یوم دخول اور یومِ خروج کے علاوہ چاردن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے اور چاردن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو مسافر رہے گا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اکیس نمازوں تک کسی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا تو وہ مقیم ہو گیا اور اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو وہ مسافر رہے گا۔

دلیلھم: اثر سعید بن المسیب: انہ قال اذا اقام اربعاً صلی اربعاً. (الترمذی)

(۵) امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ پندرہ دن سے کم مدت قصر ہے اور پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی نیت کرنے کی صورت میں اتمام ضروری ہوگا۔

دلیل الاحناف: اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ قال اذا کنت مسافراً فوطنت نفسك علی اقامة خمسة عشر یومًا فاتمم الصلاة وان کنت لاتدری فاقصر الصلاة. (المؤطا للامام محمدؒ)

(یعنی جب تو مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن رہنے کا ارادہ کرلیا تو نماز پوری کرو اور اگر تو نہیں جانتا کتنے دن رہے گا تو قصر کرو)۔

(۲) اثر سعید بن المسیب: انہ قال اذا قدمت بلدةً فاقمت خمسة عشر یومًا فاتمم الصلاة. (المؤطا للامام محمدؒ)

(جب تو کسی شہر میں پندرہ دن رہے تو نماز پوری کر)۔

نوٹ: اس مسئلہ میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے اس لئے ہر ایک نے اپنے اپنے مسلک پر آثارِ صحابہ اور تابعین سے استدلال کئے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۲۹، صفحہ: ۶۱۹

غَزْوَۃُ اَوْطَاسٍ.

(۱۴۲۹ھ)

(الف) اوطاس حنین کی لڑائی کے میدان کا نام ہے یا حنین سے الگ کوئی جگہ ہے غزوۂ اوطاس کو مختصر طور پر تحریر کریں۔

(ب) اس میں امیر کون تھے اور اس غزوہ میں جن کفار کو قتل کیا گیا ان میں سب سے نمایاں کون تھا امیر لشکر شہید ہوئے تھے یا نہیں اس کی بھی تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب:

(الف):

قاضی عیاض نے فرمایا کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے اور وہ حنین کی لڑائی کا میدان بھی ہے اور یہ بعض اہلِ سِیَر کا بھی مسلک ہے لیکن اکثر اہل سیر کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اوطاس حنین کے پاس ایک وادی کا نام ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل جنگ حنین میں ہوئی، پھر جب کفار کو شکست ہوئی تو کچھ لوگ طائف بھاگ گئے، کچھ لوگ نخلہ کی طرف گئے اور کچھ لوگ اوطاس کی طرف گئے اور ان سے ہی جنگِ اوطاس ہوئی جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہوجائے گا۔ (حاشیۃ البخاری ۲/۶۱۹)

قصہ اوطاس:

اوطاس: حنین کے پاس ایک وادی کا نام ہے اور غزوہ اوطاس غزوہ حنین کا امتداد ہے حنین میں ہوازن اور ثقیف نے جب شکست کھائی تو ان کا سپہ سالار مالک بن عوف نصری ایک جماعت کے ساتھ بھاگا اور طائف میں جا کر دم لیا اور درید بن الصمہ کچھ لوگوں کے ساتھ بھاگا اور مقامِ اوطاس میں پناہ لی نبی علیہ السلام ﷺ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابوعامر اشعری رضی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عنہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ کیا جب مقابلہ ہوا تو درید بن الصمہ ربیعۃ بن رفیع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا، البتہ سلمۃ بن درید نے ابو عامر اشعری کو گھٹنے میں ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا اور بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

(ب):

اس غزوہ میں مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔

اور کفار کے امیر لشکر درید بن الصمہ تھا۔

اس غزوہ میں جن کفار کو قتل کیا گیا ان میں سب سے نمایاں درید بن الصمہ تھا، جن کو ربیعۃ بن رفیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اور اس کا بیٹا سلمہ بن درید تھا جس کو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ سلمۃ بن درید کے ہاتھ شہید ہو گئے؛ پھر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا اور بہادری سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

سوال: ۳۰، صفحہ: ۶۳۱

حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَصْحَابِهِ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا قَالَ ذَالِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ. قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

(۱۴۱۱، ۱۴۱۴ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) کیا دخولِ مکہ کے بعد صرف طواف کر لینے سے حاجی حلال ہو جاتا ہے، کیا جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

(ج) اگر جمہور ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں تو ان کی طرف سے اس حدیث ابن عباس کا کیا جواب دی جاتا ہے۔

(د) اور حضرت عطاء نے جن دلائل کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے ذکر کیا ہے ان کا کیا محمل ہوگا سمجھ کر مفصل جواب دیجئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ و مطلب: حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب محرم نے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو یقیناً وہ حلال ہو گیا، خواہ صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو یا حج اور عمرہ دونوں کا اگرچہ ابھی تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی، پھر بھی احرام سے حلال ہو جاتا ہے، ابن جریج نے پوچھا عطاء سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات کہاں سے کہی؟ یعنی کس دلیل کی بنیاد پر کہی، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (پھر ان ہدایا کے پہنچنے کی جگہ بیت اللہ ہے) اور نبی علیہ السلام کے اپنے صحابہ کو حکم دینے سے کہ وہ حلال ہو جائیں حجۃ الوداع میں طواف کرنے کے بعد، ابن جریج نے کہا وہ حلال ہونا تو وقوفِ عرفہ کے بعد ہی ہے حضرت عطاء نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما احرام کھولنے کو وقوفِ عرفہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں درست سمجھتے تھے۔

(ب):

دخولِ مکہ کے بعد صرف طواف کر لینے سے حاجی حلال ہو جاتا ہے، یہ حضرت عبداللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک ہے اور جمہور علماء کے نزدیک حج کرنے والا صرف طواف قدوم سے حلال نہیں ہو سکتا ہے بلکہ وقوف عرفہ، رمی جمار، حلق یا تقصیر راس طواف زیارت کے بعد ہی احرام سے حلال ہو سکتا ہے۔

(ج):

''ج'' اور ''د'' دونوں جزء کا جواب ایک ہی ہے جو جزء ''د'' میں آرہا ہے۔

البتہ روایت ابن عباس کی تین توجیہات حضرت فقیہ النفس رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے کی جن سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فتوی جمہور کے خلاف نہیں رہتا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے میں طاف بالبیت فقد حل میں طواف سے مراد طوافِ زیارت ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ حاجی جب طوافِ زیارت کرلے تو وہ حلال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔

(۲) ان کا یہ فتوی معتمر کے بارے میں ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ معتمر طواف کے بعد حلال ہو جاتا ہے، سعی وغیرہ چونکہ طواف کے توابع میں سے ہیں اس لئے اس کا مستقل ذکر نہیں کیا لیکن مراد میں طواف اور توابع طواف دونوں انجام دینا داخل ہے۔

(۳) ان کا یہ فتوی حج افراد کرنے والے کے بارے میں ہے کہ حج افراد کا احرام باندھنے والے پر فسخ الحج الی العمرۃ لازم ہے یعنی ایسا شخص پہلے عمرے کا طواف کر کے حلال ہو جائے گا، اس کے بعد پھر حج کا احرام باندھے گا، چنانچہ حضور علیہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان تمام حضرات کو جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا حکم دیا کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں۔ یہ اگرچہ جمہور کا مذہب نہیں ہے تاہم اس کی اصل حدیث سے ثابت ہے اور امام احمد اور بعض اصحاب الظواہر اس کے قائل ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(و):

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آیت کریمہ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ سے اپنے مسلک پر استدلال کرنا تام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (پھر ان ہدایا کے پہنچنے کی جگہ بیت اللہ ہے) کے معنی ہیں: قربانی کا جانور صرف حرم ہی میں ذبح کیا جائے گا نہ کہ غیر حرم میں آیت میں احرام سے حلال ہونے کے بارے میں کوئی بحث نہیں ہے، کیونکہ اگر آیت سے تحلل من الاحرام مراد ہوتا تو طواف بیت اللہ کے قبل حرم میں ہدی کے پہنچتے ہی تحلل من الاحرام جائز ہوتا، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا آیت کا احرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نبی علیہ السلام کے صحابہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر طواف کر کے حلال ہو جانے کے حکم سے بھی استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حکم صرف اس سال کے ساتھ خاص تھا۔ فلا یقاس علیه غیرہ (حاشیۃ البخاری ۲/۶۳۱)

سوال: ۳۱، صفحہ: ۶۵۰

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَجْلِسٍ فِيهِ عُظْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفِيهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، فَذَكَرْتُ حَدِيثَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰكِنَّ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذٰلِكَ. فَقُلْتُ إِنِّي لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوفَةِ. وَرَفَعَ صَوْتَهُ. قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ. وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى.

(۱۴۲۸ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سبیعہ بنت الحارث کا کیا قصہ ہے ایسی عورت کی عدت میں کیا اختلاف ہے اس کو مدلل لکھیں نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی توضیح کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک ایسی مجلس میں تھا جس میں انصار کے بڑے لوگ تھے اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے پس میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ کی روایت سبیعہ بنت الحارث کے معاملہ میں ذکر کی پس ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا مگر ان کے چچا اس کے قائل نہیں تھے پس میں نے کہا: بے شک میں یقیناً نڈر رہوں اگر میں نے جھوٹ بولا ایک آدمی پر جو کوفہ کی ایک جانب میں موجود ہے اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آواز بلند کی، ابن سیرین کہتے ہیں پھر میں نکلا پس میری ملاقات ابوعطیہ مالک بن عامر یا کہا مالک بن عوف سے ہوئی میں نے پوچھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کیا تھی متوفی عنہا زوجہا حاملہ کے بارے میں؟ انہوں نے کہا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا گردانتے ہو تم اس پر بھاری حکم کو اور نہیں گردانتے ہو تم اس پر ہلکے حکم کو (یعنی اگر ولادت میں چار ماہ دس دن سے پہلے ولادت ہو جائے تو عدت کو پوری نہیں کہتے اور ابعد الاجلین کو عدت قرار دیتے ہو) یقیناً چھوٹی سورۃ النساء یعنی سورۃ الطلاق اُتری ہے لمبی سورۃ النساء یعنی سورۃ البقرہ کے بعد (پس سورۃ الطلاق نے سورۃ البقرہ کے عموم میں تخصیص کی ہے اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل قرار دی ہے)۔

(ب) سبیعہ بنت الحارث کا واقعہ:

سبیعہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ ہیں ان کے شوہر کا نام سعد بن خولی رضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ عنہ ہے ان کے شوہر حضرت سعد بن خولی رضی اللہ عنہ کا فتح مکہ میں یا حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوگیا اس وقت حضرت سبیعہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں بائیس یا پچیس دن کے بعد بچہ پیدا ہوا جب ان کا نفاس بند ہوا تو انہوں نے نکاح کی تیاری شروع کی یعنی سوگ ختم کردیا اور بن سنور کر اور اچھے کپڑوں میں رہنے لگیں تا کہ لوگ متوجہ ہوں۔ ابوالسنابل نامی ایک شخص نے جوان ہی کے خاندان کے تھے اعتراض کیا تو سبیعہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات کے پاس گئیں اور مسئلہ پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا وہ نکاح کرسکتی ہیں، اوران کی عدت پوری ہوگئی بعد میں ابوالسنابل ہی نے ان سے نکاح کیا۔

(تحفۃ الالمعی ۴/۸۸)

وہ عورت جس کے شوہر کا اس حال میں انتقال ہوجائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے لیکن دور اول میں اس مسئلہ میں تھوڑا اختلاف تھا اس میں دو رائے تھی۔

حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ کی رائے یہ تھی کہ ایسی عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے۔

ان کی دلیل:

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا الخ.

قولہ تعالیٰ: وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ○

وجہ استدلال: پہلی آیت اپنے عموم سے متوفی عنہا زوجہا حاملہ کو بھی شامل ہے اس کی عدت بھی چار ماہ دس دن ہونی چاہئے اگرچہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہو اور دوسری آیت بھی اپنے عموم سے متوفی عنہا زوجہا کو بھی شامل ہے اس کی عدت بھی ولادت ہونی چاہئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر چہ چار ماہ دس دن سے زیادہ وقت لگ جائے۔

پس حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ دونوں آیتوں کو جمع کیا اور ابعد الاجلین یعنی دونوں مدت وضعِ حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو ابعد ہو اس کو عدت قرار دیتے تھے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایسی عورت یعنی متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

ان کی دلیل: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دلیل بھی یہ دونوں آیتیں ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی آیت کو مقدم اور منسوخ مانتے تھے اور دوسری آیت کو مؤخر اور ناسخ مانتے تھے۔

پھر جب سبیعہ بنت الحارث کا واقعہ سامنے آیا تو اختلاف مضمحل ہو گیا اور متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہونے پر اجماع ہو گیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تشریح:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم گردانتے ہو اس پر بھاری حکم کو اور نہیں گردانتے ہو تم اس پر ہلکے حکم کو یعنی اگر ولادت میں چار ماہ دس دن سے زیادہ لگ جائیں تو تم وضعِ حمل تک عدت کو ضروری قرار دیتے ہو اور اگر چار ماہ دس دن سے پہلے ولادت ہو جائے تو عدت کو پوری نہیں کہتے ہو اور ابعد الاجلین کو عدت قرار دیتے ہو حالانکہ قاعدہ ہے الغنم بالغرم جس نے تاوان بھرا وہ نفع بھی اُٹھائے۔

پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً چھوٹی سورۃ النساء یعنی سورۃ الطلاق لمبی سورۃ النساء یعنی سورۃ البقرۃ کے بعد اُتری پس سورۃ الطلاق نے سورۃ البقرۃ کے عموم میں تخصیص پیدا کر دی ہے اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل قرار دی ہے جب بھی بچہ پیدا ہو جائے۔ (تحفۃ القاری ۹/۱۱۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۳۲، صفحہ: ۶۵۳

بَابٌ. قُلْ يَاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ سواءٌ قصدًا ثم ذكر حَدِيْثُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(۱۴۳۷ھ)

(الف) آیتِ پاک کی تفسیر کریں اور بتائیں کہ ہم میں اور عیسائیوں میں نقطہ اتحاد کیا ہے آیت میں غور کر کے لکھیں۔

(ب) ابوسفیان کا واقعہ مفصل لکھیں جو کتاب کے شروع میں بھی آیا ہے۔

الجواب:

(الف):

تفسیر: سورۃ آل عمران کی شروع کی ۹۰ آیتیں نصاریٰ نجران کے وفد کی آمد کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں اور اس آیت میں ان کو دعوت دی گئی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک نقطہ ہے جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور تم بھی مگر تم اب اس کے تقاضوں سے ہٹ گئے ہو اگر تم پلٹ کر اسی نقطہ پر آجاؤ تو ہمارا اور تمہارا اختلاف ختم ہوجائے گا اور اگر نہیں آؤ گے تو اختلاف برقرار رہے گا۔

آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ آپ علیہ السلام کہیں: اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر مسلم ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ سے ورے رب نہ قرار دے پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے پھر باطل مذاہب والے آگے چل کر توحید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، چنانچہ عیسائیوں کے بھی دو عقیدے توحید کے خلاف تھے:

ایک: ابنیت مسیح علیہ السلام کا عقیدہ: معبود کا بیٹا بھی معبود ہوتا ہے۔ پھر معبود ایک کہاں رہا؟ اور اگر بیٹا معبود نہیں تو وہ ناجنس اولاد ہوئی اس سے بڑا عیب اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو سکتا ہے اس لئے فرمایا وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں جب ہی حقیقی توحید پر عمل ہو سکے گا۔

دوم: علماء و مشائخ کو تشریع (قانون بنانے) کا اختیار دینا عیسائیوں نے احبار اور رہبان کو خدا کا منصب دے رکھا تھا وہ جس چیز کو حلال یا حرام کہہ دیتے اس کو خدائی حکم تسلیم کر لیا جاتا یہ بھی توحید کے منافی ہے اس لئے فرمایا: وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ ہمارا بعض بعض کو اللہ سے نیچے رب نہ قرار دے۔

نقطۂ اتحاد: ہمارے اور عیسائیوں میں نقطۂ اتحاد یہ ہے کہ ہم سب صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں بخلاف دوسرے مذاہب والوں کے۔ (تحفۃ القاری ۹/۱۵۰)

(ب) واقعہ ابوسفیان:

حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ اور کفار کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک دفعہ یہ تھی کہ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی چنانچہ اہلِ مکہ نے مطمئن ہو کر کاروبار کی طرف توجہ دی اور آنحضور ﷺ نے اشاعتِ اسلام کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ جزیرۃ العرب میں تو اسلام کی دعوت کا کام چل ہی رہا تھا اس کے اطراف میں چھوٹی بڑی جو حکومتیں تھیں آنحضرت ﷺ نے سب کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے، ان میں سے ایک خط حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس وقت کے سب سے بڑے سُپر پاور روم کے بادشاہ قیصر کے نام روانہ کیا۔

قیصر اس وقت فارس پر فتح یابی کے شکریہ میں قسطنطنیہ سے پیدل چل کر بیت المقدس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آیا ہوا تھا، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے امیر بصری کے توسط سے وہ والا نامہ قیصر کے دربار میں پہنچایا تھا، قیصر نے حکم دیا کہ عرب کے لوگ ملک میں آئے ہوئے ہوں تو ان کو حاضر کیا جائے، اتفاق سے ابوسفیان قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے ملکِ شام گئے ہوئے تھے اور مقامِ غزہ میں مقیم تھے، ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

قیصر کے آدمیوں نے پورے قافلہ کو دربار میں حاضر کیا۔ قیصر نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اس مدعی نبوت کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا میں ہوں قیصر نے ان کو آگے بٹھایا اور باقی قافلہ والوں کو ان کے پیچھے اور ان سے کہا کہ میں کچھ باتیں دریافت کروں گا اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کر دینا ابوسفیان کہتے ہیں اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ پیچھے والے تکذیب کریں گے تو میں جھوٹ بولتا۔

پھر قیصر نے ترجمان کے واسطہ سے گیارہ سوال کئے انہوں نے سب کے صحیح جواب دیئے بس ایک جگہ ذرا گڑبڑ کر دی ان کو موقع مل گیا تھا۔

پھر قیصر نے ابوسفیان کے جوابات پر تبصرہ کیا اور ان جوابات سے نبی ﷺ کے سچے نبی ہونے پر استدلال کیا۔

پھر اخیر میں فرمایا سنو اگر یہ باتیں سچی ہیں تو وہ عنقریب میرے ان دو پیروں کی جگہ یعنی بیت المقدس کے مالک ہو جائیں گے اور میں بالیقین جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میرا خیال یہ نہیں تھا کہ وہ تم میں ظاہر ہوں گے اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ان کی ملاقات کے لئے ہر مشقت برداشت کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پیر دھوتا۔

پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ طلب کیا جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عظیم بصری کو دیا تھا پس اس نے وہ ہرقل کو دیا اور ہرقل نے اس کو پڑھا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل وہ خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے پاس بہت شور اور آواز بلند ہوئی اور ہم نکال دیئے گئے پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ہمیں نکال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیئے گئے لقد امر امر ابن ابی کبشۃ بخدا! ابو کبشہ کے لڑکے کا معاملہ تو بڑا سنگین ہو گیا اس سے رومیوں کا بادشاہ ڈرتا ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں مجھے برابر یقین رہا کہ عنقریب آپ ﷺ غالب آجائیں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق دی۔ (تحفۃ القاری ۱۵۶/۱)

الإختبار السنوی

سوال: ۳۳، صفحہ: ۵۶۳

غزوہ بدر کے واقعات بیان کیجیے۔

(۱۴۲۰ھ)

الجواب:

غزوہ بدر کے واقعات سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۳۴، صفحہ: ۵۶۷

ذُکِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ. فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ. وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الْآنَ.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ پسماندگان کے رونے سے میت کو عذاب کس صورت میں ہوتا ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیا رائے تھی اور ان کے دلائل کیا تھے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

اعراب وترجمہ سوال نمبر ۳ میں گزر چکا ہے۔

(ب):

جن صورتوں میں میت کو پسماندگان کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے:

(۱) میت کو بکاء اہل کی وجہ سے عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جب میت نے بکاء اہل کی وصیت کی ہو اگر اس نے وصیت نہ کی اور گھر والے رو رہے ہیں تو ان کے رونے سے میت کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(۲) پسماندگان کے رونے سے میت کو عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ مرنے والے کو علم ہو کہ پسماندگان کا طریقہ اور عادت میت پر رونے کی ہے اس کے باوجود اس نے گھر والوں کو رونے سے نہیں روکا تو چونکہ اس نے اپنے گھر والوں کو نہیں روکا اس وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔ (فلیراجع: فتح الباری ۳/ ۱۵۴۔ کشف الباری ۸/ ۱۲۵)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور ان کے دلائل سوال نمبر ۲ میں گزر چکے ہیں۔

سوال: ۳۵، صفحہ: ۵۷۴

حَدِيثُ بَنِي النَّضِيرِ. وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
(۱۴۲۸ھ)

(الف) غزوۂ بنو النضیر کس سنہ میں واقع ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ اور محمد بن اسحاق کی کیا رائے ذکر کی ہے تحریر کریں۔

(ب) غزوہ بنو النضیر کی وجہ بیان کر کے واقعہ کی تفصیل لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

اس سوال کی پوری تفصیل سوال نمبر ۸ میں گزر چکی ہے۔

سوال:۳۶، صفحہ:۵۷۵

قَالَ اَنَسٌ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ. فَكَانَ بَعْدَ ذَالِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) جنگِ بنو قریظہ کے اسباب واحوال لکھیں۔

(ج) بنو نضیر کے ساتھ جنگ کے اسباب وکوائف لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص (یعنی انصاری صحابی) نبی ﷺ کے لئے کھجور کے چند درخت مقرر کیا کرتا تھا یعنی ہدیہ کے طور پر دیتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل کی پس اس کے بعد نبی ﷺ انصار کے درخت انہیں واپس کر دیا کرتے تھے (کیونکہ اب آپ ﷺ کو ضرورت نہیں رہی)۔

مطلب: انصاری صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں کھجور کے درخت پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ﷺ ان کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور اپنے لئے بھی رکھیں جب آپ ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو فتح کیا تو آپ ﷺ نے انصار کے وہ درخت واپس کر دیئے تھے، کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی اس لئے کہ بنو نضیر کے باغات زمین اور مکانات مال فئے قرار دیئے گئے تھے، آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ اسے اپنے لئے محفوظ رکھیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جسے چاہے دیں، کیونکہ مسلمانوں نے ان پر گھوڑے، اونٹ دوڑا کر بزورِ شمشیر ان کو فتح نہیں کیا تھا اس لئے آپ ﷺ اپنے خصوصی اختیار کے تحت اس مال کا کچھ صرف مہاجرین اولین پر تقسیم کیا اور دو انصاری صحابہ یعنی ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو ان کے فقر کی وجہ سے دیا باقی جائداد آپ ﷺ کی تحویل میں تھی اس سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچہ نکالتے تھے اور جو باقی بچتا تھا اس سے جہاد کی تیاری کرتے تھے۔

(ب) جنگ بنوقریظہ:

چونکہ یہود بنی قریظہ نے غزوۂ خندق میں کفار کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی تھی، اس لئے مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچ کر ابھی ہتھیار رکھے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے نبی ﷺ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کی تیاری کر رہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اللہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میں فرشتوں کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف جا رہا ہوں ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کردوں گا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈالوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے منادی کرائی کہ جو شخص سمع و طاعت پر قائم ہے وہ ظہر یا عصر بنوقریظہ میں پڑھے، صحابہ تیاری کر کے فوراً روانہ ہو گئے اور بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا بنوقریظہ قلعہ بند ہو گئے ان کے پاس رَسد کافی مقدار میں تھی لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو وہ پریشان ہو گئے ان کے سردار کعب بن اسد نے قوم کے سامنے تین باتیں پیش کیں: (۱) سب مسلمان ہو جاؤ (۲) بیوی بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو، پھر پوری قوت کے ساتھ اسلامی لشکر سے ٹکرا جاؤ (۳) یا آئندہ کل سنیچر کا دن ہے مسلمان غافل ہوں گے، اچانک اُن پر ٹوٹ پڑو۔ یہود نے ان میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی، اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ نبی ﷺ کے حوالہ کر دیں، چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے فیصلے پر راضی ہو کر بنو قریظہ قلعوں سے اُتر آئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، چنانچہ فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے بالغ مرد قتل کر دیئے گئے جن کی تعداد چار سو تھی چند حضرات فیصلہ سے پہلے مسلمان ہو گئے اور ان کی جان و مال محفوظ رہا اور بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنو قریظہ کے پاس قلعہ میں آ گیا تھا اس کی بھی گردن ماردی گئی۔

(تحفۃ القاری ۸/۵۸۲۔ کشف الباری ۸/۲۹۹)

(ج):

غزوہ بنو النضیر کے اسباب و کوائف سوال نمبر ۸ میں گزر چکے ہیں۔

سوال: ۷، ۳، صفحہ: ۵۷۵

يَقُوْلُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ: وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ ۞ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ. قَالَ فَأَجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ أَدَامَ اللهُ ذَالِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَتَعْلَمُ أَيَّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ.

(۱۴۲۶ھ)

(الف) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو کس موقع پر کہا ہے؟ ابوسفیان کون ہے؟ پھر ذکر کردہ اشعار کا ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) غزوہ بنو نضیر کس سن میں واقع ہوا ہے زہری کیا فرماتے ہیں اور محمد بن اسحاق کی کیا رائے ہے؟

(ج) پھر مختصر طور پر اس غزوہ کا حال بیان کریں نیز اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف) کس موقع پر یہ شعر کہا:

جب نبی علیہ السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بنو نضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو وہ قلعہ بند ہوگئے باہر نکل کر دوبدو جنگ کرنے پر راضی نہیں ہوئے تو رسول اللہ علیہ السلام نے بنو نضیر کے بویرہ نامی نخلستان کو جو ان کے قلعہ کو گھیر رکھا تھا جلانے کا حکم دیا۔

اس موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

تعارف ابوسفیان: ابوسفیان بن الحارث نبی کریم علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ترجمہ: ''اور آسان ہوگیا بنی لوئی کے سردار یعنی مہاجروں کے لئے بویرہ مقام میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے (شعلے) ہر سو اڑ رہے ہیں (پھیلے ہوئے ہیں)''

مطلب: چونکہ قریش اور بنو نضیر کے درمیان دوستانہ تعلق تھا اس لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کفار قریش پر چوٹ کی ہے اور عار دلائی ہے ان کو کہ وہ بنو نضیر کی کچھ مدد نہ کرسکے اور آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ بغیر کسی جنگ کے بڑی آسانی کے ساتھ مقامِ بویرہ میں باغات کو آگ لگادی۔

پس ابوسفیان بن الحارث نے جوابی اشعار کہے ۔

ترجمہ: ''اللہ ہمیشہ رکھے اس بات کو یعنی بویرہ میں آگ لگانے کو اور اللہ تعالیٰ مدینہ کے اِردگرد میں آگ بھڑکائے رکھے''

مطلب: اس شعر میں ابوسفیان نے بددعا کی کہ خدا کرے آگ بویرہ ہی میں نہ رہے مدینہ کے چاروں طرف پھیل جائے۔

ترجمہ: ''عنقریب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون بویرہ سے دُور ہے۔ اور تم جان لوگے کہ ہماری زمینوں میں سے کونسی زمین کو آگ نقصان پہنچارہی ہے''۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: اس شعر میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ ہماری مکہ کی زمین تو بویرہ سے بہت دور ہے اس کے شعلے ہماری زمین تک کیا پہنچیں گے۔ تمہاری مدینہ کی زمین اس سے قریب ہے وہ آگ بڑھ کر تمہاری زمینوں تک پہنچ سکتی ہے پس ہماری زمین کا کچھ نقصان نہیں ہوگا تمہاری زمینوں کو ہوگا۔

(ب):

"ب" اور "ج" کا جواب سوال نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۳۸، صفحہ: ۵۸۴

قَالَ قَتَادَةُ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ، وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) جنگِ اُحد کے مختصر حالات لکھیں بتائیں کہ اس کا سبب کیا تھا اور اس کا انجام کیا رہا؟

(ج) بئر معونہ کا واقعہ کب پیش آیا اس کی کچھ تفصیل قلمبند کرو۔

(د) جنگِ یمامہ کب اور کس کے ساتھ پیش آئی اس کا مفصل واقعہ لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم انصار سے زیادہ عرب کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ کو کثرتِ شہداء کے اعتبار سے اور قیامت کے دن اعزاز و اکرام کے اعتبار سے نہیں جانتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار میں سے جنگ اُحد میں ستر آدمی قتل کئے گئے اور بئر معونہ میں ستر آدمی اور جنگ یمامہ میں ستر آدمی قتل کئے گئے۔

(ب):

جنگِ اُحد کا واقعہ، سبب اور انجام سوال نمبر ۱۴ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

بئر معونہ کا واقعہ سوال نمبر ۱۶ میں گزر چکا ہے۔

(د):

جنگِ یمامہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسیلمۃ الکذاب اور اس کے پیروکار کے ساتھ پیش آئی تھی۔

مفصل واقعہ:

آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں مدعیانِ نبوت پیدا ہوگئے تھے، مسیلمہ کذاب نے اسی زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں یہ جھوٹی آواز صورِ صداقت کے سامنے نہ اُبھر سکی تھی، آپ ﷺ کی وفات کے بعد اور بہت سے حوصلہ مندوں کے دماغ میں یہ سودا سما گیا اور بہت ہی لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا۔

چنانچہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ جنگِ موتہ کی مہم سے فارغ ہوئے تو ان جھوٹے نبیوں کے استیصال کی طرف توجہ فرمائی۔

اور مسیلمہ کی مہم حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی، عکرمہ رضی اللہ عنہ ان کی مدد پر مامور ہوئے۔

چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے شرجیل رضی اللہ عنہ سے پہلے پہنچ کر مسیلمہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیروی بنی حنیفہ پر حملہ کر دیا لیکن انہیں شکست ہوئی ان کی شکست کی خبر سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جو مدعی نبوت طلیحہ کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے، شرجیل رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے بھیجا۔

مسیلمہ کے متبعین چالیس ہزار کی تعداد میں جمع تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک خونریز جنگ کے بعد بنی حنیفہ کو نہایت شکست فاش دی، مسیلمہ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مارا گیا اس کی بیوی سجاح جو خود مدعیہ نبوت تھی، شوہر کے قتل ہونے کے بعد بھاگ گئی، اس جنگ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے۔

(فلیراجع: تاریخ اسلام ۱/ ۱۲۵ الشاہ معین الدین احمد ندوی)

سوال: ۳۹، صفحہ: ۵۸۸

قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ، وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْاِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُهُمْ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ.
(۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) غزوۂ خندق کا واقعہ تفصیل سے قلمبند کریں جس سے اس غزوہ کا سبب بھی معلوم ہو جائے۔

(ج) اور بتائیں غزوۂ خندق کے بعد کونسا غزوہ پیش آیا؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مہاجرین وانصار مدینہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گرد خندق کھود رہے تھے، اور مٹی اپنی پیٹھوں پر ڈھو رہے تھے (پیٹھ پر لاد کر باہر پھینک رہے تھے) اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ہم نے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے
ہمیشہ جہاد کرنے پر جب تک ہم باقی رہیں

اور نبی ﷺ اُن کو جواب دے رہے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ ۞ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

"اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے ۞ پس انصار اور مہاجرین میں برکت فرما"۔

مطلب: جب غزوۂ خندق سے پہلے خندق کھودنے کا مشورہ طے ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام خندق کھودنے میں مشغول ہو گئے اور خندق کھود کر مٹی اپنے پیٹھوں پر لاد کر باہر پھینک رہے تھے اور اپنی تکلیف کو ہلکا کرنے کے لئے مختلف اشعار پڑھ رہے تھے ان میں سے ایک شعر یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے، ہمیشہ جہاد کرنے پر جب تک ہم باقی رہیں۔

اور نبی کریم ﷺ جوابی اشعار میں ان کے لئے دعا فرما رہے ہیں: (ترجمہ) اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے۔ پس انصار اور مہاجرین میں برکت فرما۔

(ب):

غزوۂ خندق کا واقعہ اور اس کا سبب سوال نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ ہے جس کا سبب غزوۂ خندق سے ظاہر ہوا ہے۔

سوال: ۴۰، صفحہ: ۵۹۱

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قُرَيْظَةَ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ كُمُ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

(۱۴۱۷، ۱۴۳۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) غزوۂ احزاب کا واقعہ قلمبند کریں۔

(ج) غزوۂ بنو قریظہ کا سبب اور واقعہ مع انجام قلمبند کریں۔

(د) بتائیں کہ روایت میں مذکور دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کا اجتہاد درست تھا یا کسی ایک فریق کا نیز بتایئے کہ مجتہد فیہ مسئلہ میں ہر رائے صواب ہو سکتی ہے یا خطا کا بھی احتمال رکھتی ہے اس بارے میں تحقیقی قول لکھیں۔

(ہ) نیز واضح کریں کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے کسی فریق کو تنبیہ نہیں فرمائی جبکہ ایک سریہ میں صحابی کو بجائے تیمم کے غسل کا فتویٰ دینے والے صحابی کو آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی۔

(ز) یوم الاحزاب سے کونسا دن مراد ہے؟ بنو قریظہ کون ہے؟ بنو قریظہ میں عصر پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا تھا جن حضرات نے راستہ میں نماز پڑھ لی انہوں نے بظاہر حضور ﷺ کے حکم کے صریح خلاف ورزی کی مگر ان کو تنبیہ نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس روایت سے کوئی اُصول مستنبط کر سکتے ہیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا جنگِ خندق سے واپس تشریف لانا اور بنی قریظہ پر حملہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آوری کے لئے نکلنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ غزوہ خندق سے واپس لوٹے (اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے چل دیئے) تو نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ہر شخص بنو قریظہ میں عصر کی نماز پڑھے راستہ میں جب نماز عصر کا وقت آیا (تو اختلاف ہو گیا) بعض نے کہا ہم بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی عصر پڑھیں گے اور بعض نے کہا کہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم نماز قضا کریں بعد ازاں آپ ﷺ کے سامنے اس اختلاف کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

(ب):

غزوہ احزاب کا واقعہ سوال نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔

(ج):

غزوہ بنو قریظہ کا واقعہ سبب انجام سوال نمبر ۴ میں گزر چکا ہے۔

(د):

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی کے قول کے مطابق دونوں فریق کا اجتہاد درست تھا۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا البتہ جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اور بنو قریظہ میں پہنچنے تک عصر کی نماز کو مؤخر کیا ان کو صرف ایک اجر اور ایک فضیلت حاصل ہوئی یعنی حکمِ نبوی کی تعمیل کا اجر ملا۔

اور جس فریق نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل نہیں کیا اور راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی ان کو دو فضیلت اور دو اجر ملے ایک حکمِ نبوی کی تعمیل کا، کیونکہ حکمِ نبوی کا مقصد صرف تعجیل اور جلدی سے بنو قریظہ میں پہنچنا تھا اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطیٰ کی محافظت کی۔

اور امام بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دونوں فریقوں میں سے ایک کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اجتہاد درست تھا اور وہ فریق ثانی جنہوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔

مجتہد فیہ مسئلہ میں ہر رائے صواب نہیں ہوسکتی ہے بلکہ خطاء کا بھی احتمال رکھتی ہے۔

تحقیقی قول یہ ہے کہ بعض حنفیہ اور شافعیہ کا قول یہ ہے کہ اگر مجتہد اپنے اجتہاد کے ذریعہ نفس الامری حقیقت کو پالے تو وہ شخص اپنے اجتہاد میں مصیب اور اس کی رائے درست ہوگی اور اگر اپنے اجتہاد کے ذریعہ نفس الامری حقیقت تک نہیں پہنچا تو وہ مخطی ہوگا لیکن اس کے لئے اجتہاد کے سبب ایک اجر ہوگا اگر مصیب ہوجاتا تو دو اجر ہوتے۔

(سیرت المصطفیٰ ۲/۳۲۸۔ فتح الباری ۷/۳۱۶۔ کشف الباری ۸/۳۰۳)

:(ہ)

(۱) بنی قریظہ والے واقعہ میں مخطی کو اس لئے تنبیہ نہیں فرمائی کہ ان کی خطا واضح نہیں تھی اور جب خطا واضح نہیں ہوتی تو ان کو معذور سمجھا جاتا ہے اور تیمم کے بجائے غسل کا فتویٰ دینے والے صحابی کی تنبیہ اس لئے فرمائی کہ ان کی خطاء واضح تھی اور جب خطا واضح ہوتی ہے تو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے۔

(۲) بنی قریظہ والے واقعہ میں مخطی کو اس لئے تنبیہ نہیں فرمائی کہ وہ لوگ اجتہاد کے قابل اور لائق تھے اور اجتہاد کی شرائط ان میں پائی جاتی تھیں اور تیمم کے بجائے غسل کا فتویٰ دینے والے صحابی میں اجتہاد کی شرائط موجود نہیں تھیں، ہوسکتا ہے وہ جدید الاسلام صحابی ہوں۔

:(ز)

یوم الاحزاب سے مراد غزوہ خندق سے واپسی اور بنو قریظہ کی طرف نکلنے کا دن ہے۔

مدینہ کے قریب یہود کے تین قبائل آباد تھے ان میں سے ایک کا نام بنو قریظہ ہے۔

بنو قریظہ تک پہنچنے میں تعجیل مقصود تھی اس لئے عصر کی نماز وہاں پڑھنے کا حکم دیا۔

جنہوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی ان کو اس لئے تنبیہ نہیں فرمائی کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے حکم پر حقیقی معنی میں عمل کیا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے حکم کا مقصد صرف تعجیل ہی تھی نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر نمازِ عصر کی قضا کر کے بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھنا۔

ہم روایت سے ایک اُصول مستنبط کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حدیث اور آیت کے ظاہری مفہوم یا مایقتضیهما النص ان دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے والے پر نکیر نہیں کی جائے گی بلکہ دونوں فریق درستگی پر ہوں گے۔

سوال: ۴۱، صفحہ: ۵۹۲

غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلاً. وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ. لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ. عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ.

(۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) غزوۂ ذات الرقاع کی مختصر تفصیل لکھیں۔

(ج) اس غزوہ کی وجہ تسمیہ بیان کریں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو وجہ بیان کی اس کو بھی نہ بھولیں۔

(د) غزوہ ذات الرقاع کے غزوہ خیبر کے بعد ہونے پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی شرکت اور حدیث جابر سے جو سوال میں مذکور ہے استدلال کیا آپ طریقِ استدلال کی وضاحت کریں نیز بتائیں اس غزوہ کے بارے میں اہلِ سِیَر کی کیا رائے ہے؟

(ہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہونے کے باوجود اس کو خیبر سے پہلے کیوں ذکر فرمائی ہے۔

(ز) غزوہ محارب بن خصفہ کہنے کی وجہ اسی طرح نخلا کا مفہوم واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: غزوہ ذات الرقاع کا بیان اور یہ غزوہ بنو محارب بن خصفہ کے ساتھ پیش آیا ہے اور بنو ثعلبہ کے ساتھ پیش آیا ہے جو قبیلہ غطفان کی شاخ ہے پس آپ ﷺ مقام نخلہ میں اُترے اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے صحابہ کے ساتھ خوف کی وجہ سے ساتویں غزوے میں یعنی غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

(ب) غزوہ ذات الرقاع:

نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے محارب و ثعلبہ مسلمانوں کے خلاف منظم ہورہے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے چار سو یا سات سو صحابہ کے ساتھ بلادِ نجد کا رُخ کیا اور مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر مقام نخل میں پڑاؤ ڈالا بنو غطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی البتہ اس جنگ میں صلاۃ الخوف پڑھی گئی اس لئے اس غزوہ کو اہمیت حاصل ہوگئی۔

واپسی میں آپ ﷺ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار ایک درخت سے لٹکا دی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے فرمایا: ''اللہ'' فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور آپ ﷺ نے اُٹھالی اور فرمایا: بتلاؤ! میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا، اس نے کہا کوئی نہیں آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا بعد میں یہ شخص مسلمان ہو گیا۔

(ج) وجہ تسمیہ:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس غزوہ میں صحابہ کے پاس جوتے چپل نہیں تھے اور زمین پتھریلی تھی اس لئے ننگے پیر زیادہ دُور چلنے کی وجہ سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پاؤں زخمی ہوگئے تھے اور صحابہ نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) پڑ گیا۔

(۲) رقاع: ایک پہاڑ کا نام ہے جس میں سرخ وسفید اور سیاہ دھبے تھے یا اس علاقہ کی زمین سیاہ وسفید تھی گویا پیوند لگی ہوئی تھی، اس لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع کر کے نام رکھا گیا۔

(۳) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مجاہدین کے اپنے جھنڈوں کو مختلف رنگ کے کپڑوں کا پیوند لگا کر بنانے کی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا۔

(۴) علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں مجاہدین کے گھوڑے سیاہ وسفید رنگ کے تھے اس لئے اس کو غزوہ ذات الرقاع کے نام سے موسوم کیا گیا۔

(۵) بعض علماء مالکیہ فرماتے ہیں چونکہ اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھی گئی اس لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا گیا۔

(فتح الباری ۷/ ۴۱۹ ۔کشف الباری ۸/ ۳۱۲ ۔تحفۃ القاری ۸/ ۲۲۷)

(و):

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ استدلال یہ ہے کہ روایت میں صراحت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے طریق استدلال یہ ہے کہ اس روایت کے اندر یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ نے ساتویں غزوۂ میں صلاۃ الخوف پڑھائی اور غزوۂ ذات الرقاع ساتواں غزوہ ہے کیونکہ پہلا غزوہ (۱) بدر (۲) اُحد (۳) خندق (۴) بنوقریظہ (۵) مریسیع (۶) خیبر (۷) ذات الرقاع اس ترتیب سے معلوم ہوا ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد کا ہے اس طریقہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے۔

(۱) اہل سیر میں سے اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ بنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نضیر کے بعد غزوۂ خندق سے پہلے ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔

(۲) ابن سعد اور ابن حبان کہتے ہیں ۵ھ میں واقع ہوا ہے۔

(و):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہونے کے باوجود غزوۂ خیبر سے پہلے ذکر کرنے کی وجہ (۱) شاید اہلِ مغازی کی رائے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

(۲) اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع دو مرتبہ پیش آیا ہے ایک مرتبہ غزوۂ خیبر کے بعد ایک مرتبہ غزوۂ خیبر سے پہلے۔

(۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان سے صحیح بخاری کی روایت کرنے والوں نے اس کو خیبر سے پہلے ذکر کیا ہے۔

(کشف الباری ۸/۱۴۲۔ فتح الباری ۷/۲۱۸۔ تحفۃ القاری ۸/۲۲۸)

(ز):

اس غزوہ کو غزوۂ محارب بن خصفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غزوہ محارب بن خصفہ سے پیش آیا تھا اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ محارب بن خصفہ کہتے ہیں۔

نخلًا کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مقام کا نام ہے جو نجد میں مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے اسی جگہ میں جا کر آپ ﷺ نے اس غزوہ میں پڑاؤ کیا تھا۔

سوال: ۴۲، صفحہ: ۵۹۳

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَذَلِكَ سَنَةَ سِتٍّ. وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

(۱۴۲۷ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) غزوۂ بنی المصطلق اور غزوہ مریسیع کہنے کی وجہ بیان کریں۔

(ب) ابن اسحاق وموسیٰ بن عقبہ کے اقوال ذکر کر کے بتلائیں کہ موسیٰ بن عقبہ کا یہی قول ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا یا دوسرا اور بھی کوئی قول ہے؟

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا اور اِفک کا واقعہ اسی طرح ان کے ہار کا گم ہونا اور آیت تیمم کے نزول دونوں ایک غزوہ میں پیش آئے یا الگ الگ غزوہ میں، غزوہ بنی مصطلق میں اِفک کا واقعہ پیش آیا یا آیتِ تیمم کا نزول جو بھی ہو مدلل تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

غزوۂ بنی المصطلق اور غزوہ مریسیع کہنے کی وجہ سوال نمبر ۲۱ میں گزر چکی ہے۔

(ب):

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوۂ بنی مصطلق شعبان ۶ ھ میں واقع ہوا ہے۔

اور موسیٰ بن عقبہ کا قول جو امام بخاری نے نقل کیا وہ یہ ہے کہ غزوہ بنی المصطلق ۴ ھ میں واقع ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کا اصح قول جو ابوسعید اور دیگر اصحاب مغازی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ غزوہ ۵ ھ میں واقع ہوا ہے۔

(ج):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا اور اِفک کا واقعہ دونوں غزوہ بنی المصطلق سے متعلق ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور ان کے ہار کا گم ہونا اور آیت تیمم کا نزول دونوں کا تعلق دوسرے غزوہ یعنی غزوہ ذات الرقاع سے ہے۔

دلیل: طبرانی میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ میرا ہار گم ہو گیا جس پر اہلِ اِفک کو جو کچھ کہنا تھا کہا اس کے بعد پھر ایک دفعہ دوسرے سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور میرا ہار گم ہو گیا۔ (الحدیث)

اسی سفر میں تیمم کا واقعہ پیش آیا اس سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ یہ کسی دوسرے غزوہ کا قصہ ہے۔

غزوۂ بنی المصطلق میں اِفک کا واقعہ پیش آیا۔

دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ میرا ہار گم ہو گیا اور منافقین نے شرارت کی اور اِفک کا واقعہ پیش آیا اور وہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی میں مقامِ بیداء یا ذات الجیش میں پیش آیا۔

سوال: ۴۳، صفحہ: ۶۹۹

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ أَتَأْذَنِيْنَ لِهٰذَا قَالَتْ أَوَلَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِيْ ذَهَابَ بَصَرِهِ. فَقَالَ

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ ❁ وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ لٰكِنْ أَنْتَ

(۱۴۳۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) اور واقعۂ اِفک لکھیں اور بتائیں کہ اس میں کس کس نے حصہ لیا ہے اور ان کو کیا سزا ملی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگی، مسروق کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ رضی اللہ عنہا اس کو آنے کی اجازت دیتی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا انہیں بڑا عذاب پہنچا نہیں۔ سفیان راویِ حدیث کہتے ہیں کہ عذابِ عظیم سے مراد آنکھ کی بینائی کا جانا پس حضرت حسان نے شعر پڑھا۔ پاک دامن باوقار ہیں کسی شک کے ساتھ متہم نہیں کی جاتیں اور صبح کرتی ہیں بھوکی گناہ سے بے خبر عورتوں کے گوشت سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لیکن آپ؟۔

مطلب: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت مانگی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دیدی اس وقت حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے اعتراض کیا عائشہ رضی اللہ عنہا پر کہ آپ رضی اللہ عنہا ان کو کیوں اپنے پاس آنے کی اجازت دیتی ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا: "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" اور جس نے ان میں سے اس الزام تراشی میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے اس کو سخت سزا ملے گی یعنی ایسے مجرم کو آپ رضی اللہ عنہا اپنے پاس کیوں آنے دیتی ہیں۔ حضرت صدیقہ نے فرمایا: انہیں تو سخت سزا پہنچی ہے اور وہ ان کی بینائی کا سلب ہونا ہے۔

یعنی حضرت مسروق نے حضرت حسان کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو علیٰ سبیل التنزل جواب دیا کہ بالفرض تمہاری بات بھی لی جائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ حضرت حسان وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ کا مصداق ہیں تو اندھا ہونے سے سخت عذاب کیا ہوسکتا ہے۔

شعر کا مطلب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل سیدھی سادی پاکدامن باوقار عورت ہیں، جنہیں زنا اور دواعیِ زنا جیسے بات کی خبر بھی نہیں ہے پھر اس سے کیسے ایسا کام ہوسکتا ہے جو منافقین نے نقل کیا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا لیکن آپ ایسے نہیں جیسا کہہ رہے ہو کیونکہ آپ نے بھی واقعۂ اِفک میں حصہ لیا تھا۔

(ب):

واقعۂ اِفک اور اہلِ اِفک کی سزا سوال نمبر ۲۱ میں گزر چکی ہے۔

سوال: ۴۴، صفحہ: ۷۰۳

(۱۴۱۶ھ)

(الف) غزوۂ ذات القرد کس سن میں پیش آیا امام بخاری کی کیا تحقیق ہے، جمہور اہلِ سیر کی کیا رائے ہے۔

(ب) اس کے اسباب کیا ہیں حضرت سلمہ بن الاکوع کا کوئی خاص کارنامہ ہو تو اس کو بھی تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غزوہ ۷ھ غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے پیش آیا ہے جمہور علماء کے نزدیک غزوۂ ذات القرد ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے پیش آیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علماء نے دونوں قول میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ایک حدیبیہ سے پہلے دوسرا حدیبیہ کے بعد لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری کی تحقیق اصح ہے۔

(ب):

غزوۂ ذات القرد کا سبب یہ ہے کہ ذوقرد نبی علیہ السلام کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ اس پر ڈاکہ ڈالا اور آپ علیہ السلام کی بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور تھے قتل کر ڈالا۔

کارنامہ سلمہ بن الاکوع: حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے وقت اپنے کھیت (غابہ) میں جا رہے تھے مدینہ کے باہر ان کو اس حادثہ کی اطلاع ملی، انہوں نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر تین نعرے لگائے، ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت، اس نعرہ کی آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ڈاکوؤں کا پیچھا کیا حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بڑے تیرانداز تھے تیر برساتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے۔

انا ابن الاکوع ❁ الیوم یوم الرضع

”میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے“

انہوں نے تمام اونٹنیاں چھڑا لیں اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں، جب مدینہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی آواز پہنچی تو رسول اللہ علیہ السلام پانچ یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے دشمن کو پکڑ لیا دو آدمی مشرکین کے مارے گئے اور حضرت محرز بن نضرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے آپ علیہ السلام نے ایک شبانہ وہاں قیام کیا وہاں نماز خوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد واپسی ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۴۵، صفحہ:۶۰۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنِ افْتَتَحَ خَیْبَرَ، فَقَسَمَ لَنَا، وَلَمْ یَقْسِمْ لِأَحَدٍ لَمْ یَشْهَدِ الْفَتْحَ غَیْرَنَا.

(۱۴۱۴، ۱۴۱۹ھ)

(الف) غزوۂ خیبر کس سن میں واقع ہوا ہے اور کن اسباب کے تحت حضور ﷺ نے یہ غزوہ کیا ہے۔

(ب) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں کس طرح اور کیسے پہنچے؟

(ج) اور جب یہ شریک نہیں تھے تو خیبر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ کیوں دیا گیا؟ جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور آبان بن سعد رضی اللہ عنہ بعد میں پہنچے اور مالِ غنیمت کی درخواست بھی کی، لیکن ان کو نہیں دیا گیا۔

(د) مالِ غنیمت میں حصہ داروں کے حصص متعین ہوتے ہوئے ابوموسیٰ اشعری وغیرہ کو آپ ﷺ نے کس حصہ سے دیا اس کو تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

غزوۂ خیبر محرم کے ھ میں واقع ہوا ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خیبر ۶ھ میں پیش آیا ہے اور ابن حزم اسی کو زیادہ صحیح کہتے ہیں۔

غزوۂ خیبر کا سبب: غزوۂ خیبر کا سبب سوال نمبر ۲۴ میں گزر چکا ہے، نیز جب حضور ﷺ حدیبیہ سے مدینہ واپس آرہے تھے کہ راستہ میں سورہ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں جس میں یہ بھی ہے: وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَمَغَانِمَ كَثِیْرَةً چونکہ دولت کے اعتبار سے خیبر مشہور جگہ تھی اس لئے سب نے سمجھا یہ فتح خیبر کی پیشین گوئی ہے لہٰذا یہ بھی ایک سبب بنا جنگِ خیبر کا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کی خبر ملی تو میں اور میرے دو بڑے بھائی ابورہم رضی اللہ عنہ اور ابوبردہ رضی اللہ عنہ بغرضِ ہجرت مدینہ یمن سے کشتی پر سوار ہو کر چلے اور ہمارے ساتھ اور بھی باون یا ترپن آدمی تھے اتفاق سے یہ کشتی حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے پاس پہنچی اور وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ملے، انہوں نے ہمیں روک لیا، یہاں تک کہ ہم سب کے سب نے ایک ساتھ مدینہ کی طرف سفر کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے۔

لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو غنیمت میں سے حصہ دیا مگر اور کسی شخص کو جو فتح سے غائب تھے حصہ نہیں دیا۔

(ج):

آنحضرت ﷺ نے اصحابِ سفینہ کو جنگ میں عدمِ شرکت کے باوجود اس سے حصہ دیا۔

(۱) یہ حضرات نہایت غریب تھے ان کی غربت کی وجہ سے تعاون کے طور پر مالِ غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا۔

یا اصل غنیمت ہی سے حصہ دیا، لیکن غانمین کی رضامندی سے اور جب غانمین راضی ہوں تو ایسے شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ دینا جائز ہے۔

(۲) یہ بھی احتمال ہے کہ اصحابِ سفینہ جس وقت خیبر میں پہنچے تھے اس وقت خیبر کی فتح مکمل نہیں ہوئی بلکہ بعض قلع فتح ہو گئے بعض فتح نہیں ہوئے تھے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا اصحابِ سفینہ خیبر کے دار الاسلام بننے سے پہلے آئے اس لئے ان کو مالِ غنیمت سے حصہ ملا۔ (بذل المجہود ۴/۱۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اَبان بن سعد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو اس لئے حصہ نہیں دیا کہ وہ دونوں جب خیبر پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا اور دار الاسلام بن گیا۔

(د):

مالِ غنیمت میں حصہ داروں کے حصص متعین ہوتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اصحاب سفینہ کو حصہ یا تو مالِ غنیمت کے خمس میں سے دیا۔

یا مجاہدین کی رضامندی سے عام مالِ غنیمت سے دیا اور رضا غانمین کی صورت میں ایسے شخص کو عام غنیمت سے حصہ دینا جائز ہے۔ (بذل المجہود ۴/۴۱ باب من جاء بعد الغنیمة)

سوال: ۴۶، صفحہ: ۶۰۹

اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) ربا القرض اور ربا الفضل اور ربا النسیہ کی تفصیل لکھیں۔

(ب) اشیاءِ ستہ کی حدیث میں علت ربا کیا ہے ائمہ مجتہدین کی رائے مفصل لکھیں۔

(ج) عبارت میں جو حدیث ہے اس کو مفصل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

جاننا چاہیے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں: (۱) ربا فی الذمہ (۲) ربا فی البیع۔

ربا فی الذمہ جس کو ربا القرض کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو بیع یا قرض یا کسی وجہ سے ذمہ میں ثابت ہو اور اس میں زیادتی ہو۔

پھر ربا القرض فی الذمہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ربا الجاہلیہ (۲) وضع و تعجل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ربا الجاہلیۃ کی تعریف: هو القرض المشروط فيه الاجل وزيادة مال على المستقرض یعنی وہ زیادتی جو قضاء دین کی تاخیر کے لئے لی جائے اس کی دو صورتیں تھیں:

(۱) شروع ہی سے اُدھار لیا جائے اور اس مدت کے بدلہ میں زیادتی کو وصول کیا جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ تھی کہ پہلی مدت کے بدلہ میں زیادتی نہ لی جائے لیکن جب اس مدت پر ادائیگی نہ ہو سکے تو اس کے لئے نئی مدت مقرر کی جائے اور اس کے بدلہ میں زیادتی لی جائے۔

یہی ربا الجاہلیۃ و ربا القرض ہے جس کی حرمت قطعی اور قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ربا فی البیع کی دو قسمیں ہیں: (۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئہ۔

ربا الفضل کی تعریف: اموالِ ربویہ کو اموالِ ربویہ کی جنس سے کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا۔

(۲) ربا النسیئہ: اموالِ ربویہ کو اموالِ ربویہ کے عوض اُدھار خرید و فروخت کرنا۔

حرام ہونے کی وجہ: جاننا چاہئے کہ اموالِ ربویہ کو اموالِ ربویہ کی جنس سے تبادلہ کا مقصد لازمی طور پر باہمی تفاوت ہے اگر اس تفاوت کا لحاظ کرتے ہوئے زیادتی کمی کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیا جائے تو اس نقد نفع سے آہستہ آہستہ اُدھار نفع شروع ہو جائے گا جو ربا القرض ہے اسی طرح اگر اس کے اوصاف کا لحاظ کرتے ہوئے ردّی چیز کی زیادہ مقدار کو اس عمدہ چیز کی قلیل مقدار سے بیچنے کی اجازت دی جائے تو اس میں بڑا غرر لازم آئے گا، پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کس کو نفع ہوا کس کو خسارہ ہوا اسی کو نبی ﷺ نے فرمایا: "انی اخاف علیکم الربا" اور اسی وجہ سے ربا الفضل کو حرام قرار دیا تا کہ وہ ربا القرض کے لئے سدِّ ذرائع ہو جائے۔

اور ربا النسیئہ فی البیع یہ قریب ترین ذریعہ ہے ربا الجاہلیہ کا اس لئے کہ ربا النسیئہ فی البیع میں مدت کے پوری ہونے کے وقت میں بس یہی کہنا رہ جائے گا کہ میں مدت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بڑھا دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم مقدار میں اضافہ کردو جو بعینہ ربا الجاہلیہ ہے۔

حاصلِ کلام: ربا الفضل اور ربا النسیئہ فی البیع کی حرمت حدیث نبوی سے ثابت ہے اور یہ حرمت ان کا ربا القرض کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہونا ہے، اس لئے سدا للذرائع کے طور پر اس کو حرام قرار دیا ہے۔ (نعمت المنعم ۱۱۸/۲)

(ب):

اشیاء ستہ کی حدیث میں ربا کی علت کیا ہے اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اس میں تین مذہب ہیں:

(۱) امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت میں ربا کی علت دو ہیں:

(۱) اتحاد القدر . (۲) اتحاد الجنس

اتحاد القدر سے مراد کیلی یا وزنی ہونا ہے، لہٰذا جو چیزیں کیلی یا وزنی ہیں ان سب میں ربا جاری ہوگا اور جو چیزیں کیلی یا وزنی نہیں ان میں ربا الفضل جائز اور ربا النسیئہ حرام ہوگا بشرطیکہ جنس ایک ہو۔

دلیل: (۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال ان النبی ﷺ قال ما وزن مثل بمثل اذا کان نوعا واحداً وما کیل فمثل ذالك فاذا اختلف النوعان فلا بأس. رواہ الدار قطنی

(۲) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال التمر بالتمر والحنطة بالحنطة والشعیر بالشعیر والذهب بالذهب والفضة بالفضة یدا بید عینا بعین مثلًا بمثل فمن زاد فهو ربا ثم قال کذالك ما یکال اور یوزن ایضًا.

(اخرجه الحاکم وقال هذا حدیث صحیح الاسناد)

(۳) الدلیل العقلی: ربا کے حرام کئے جانے کی علت لوگوں کے اموال کو ظلم سے بچانا اور اس میں عدل قائم کرنا ہے اسی لئے وزنوا بالقسطاس المستقیم. ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوهم اووزنوهم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس طرح کی آیت نازل ہوئی اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے زیادتی کو حرام
بخسرون،
اور مماثلت کو واجب وضروری قرار دیا اور زیادتی اور مماثلت کا پتہ کیل اور وزن ہی سے
ہوسکتا ہے اس لئے کیل ووزن کو علت ٹھہرانا مناسب ہوگا۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علت ذہب وفضہ میں ثمنیت ہے جنس کے
ایک ہونے کے ساتھ اور بقیہ چار کے اندر مطعوم ہونا ہے۔

دلیل: نہٰی رسول اللہ ﷺ عن بیع الطعام الا مثلاً بمثل.

وجہِ استدلال: اس روایت میں نبی علیہ السلام نے مطعوم ہونے کے وصف کو ذکر کیا ہے نیز آپ علیہ السلام نے ان اموال ربویہ کی بیع کے جائز ہونے کے لئے دو شرطوں کا اضافہ فرمایا ہے ایک مساوات، دوسرے یداً بید یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا محل بہت اہم اور مہتم بالشان ہو جس طرح سے اور عقود کی بہ نسبت عقدِ نکاح کی صحت کے لئے شہادت کو لازم قرار دیا ہے مِلکِ بُضع کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے تو اموالِ ربویہ میں ثمنیت ایک اہم وصف ہے اس لئے کہ اموال کی زندگی اسی سے ہے اور مطعوم ہونا اس سے زندگی کا قوام ہے اس لئے حضرت نے ان دونوں کو علت ٹھہرایا تا کہ ان دونوں کا شرف ظاہر ہو۔

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذہب وفضہ میں ثمنیت مع الجنس اور اس کے علاوہ میں مطعوم ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ ذخیرہ ہونا بھی شرط ہے۔ قابلِ ذخیرہ سے مراد ضرورت سے زیادہ تاخیر ہو تو خراب نہ ہو۔

دلیل: ان کی دلیل وہی ہے جو امام شافعی کے مذہب کے تحت ذکر کی گئی، البتہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر صرف مطعومیت آپ علیہ السلام کے پیش نظر ہوتی تو ان چار کے بجائے ایک ہی کے ذکر پر اکتفاء کر لیتے، مگر جب آپ نے ذکر فرمایا ان چار چیزوں کو تو اس کے درمیان مشترک وصف قابلِ ذخیرہ ہونا اور لوگوں کی خوراک ہونا ہے اس لئے حضرت نے مطعوم کے ساتھ ادخار یعنی قابلِ ذخیرہ ہونے کی بھی شرط لگائی۔

(نعمت المنعم ۱۱۲۶/۲ البحر العلوم العلامۃ نعمت اللہ الاعظمی حفظہ اللہ ودرعاہ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

پوری حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا. قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا.

پورا واقعہ: جب خیبر کا علاقہ اسلامی قلم رو میں آیا تو نگرانی کے لئے نبی ﷺ نے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر امیر مقرر کیا وہ وہاں کے جنیب کھجور لایا (یہ کھجوروں کی اعلیٰ قسم ہے) نبی ﷺ نے پوچھا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں بخدا! اے اللہ کے رسول! ہم اس کا ایک صاع لیتے ہیں دو صاع کے بدلہ میں دو صاع لیتے ہیں تین صاع کے بدلہ میں نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو بلکہ معمولی کھجوروں کو دراہم کے بدلے میں بیچ دو پھر دراہم کے بدلے میں جنیب کھجوریں خرید لو۔

سوال: ۷، ۴، صفحہ: ۶۱۰

بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَمَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ. وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ.

(۱۴۱۴ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز حدیث سے ترجمۃ الباب کی مناسبت بیان کریں۔
(ب) غزوہ زید بن حارثہ کو مختصر بیان کیجیے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: غزوۂ زید بن حارثہ کا بیان: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کا امیر مقرر کیا بکچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان کی اَمارت پر اعتراض کرتے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد کی اَمارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! وہ ہر طرح سپہ سالاری اور اَمارت کے لائق تھے اور وہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت: آپ ﷺ نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا تو لوگوں نے ان کی اَمارت پر اعتراض کیا کہ بھلا یہ کمسن لڑکا کیسے امیرِ لشکر ہو سکتا ہے تو اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ آج تم اُسامہ کی اَمارت پر اعتراض کر رہے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ اس سے پہلے بھی تم ان کے والد محترم زید بن حارثہ کی اَمارت پر اعتراض کر چکے ہو حالانکہ وہ اَمارت کے لائق تھے یہ آخری جملہ یعنی لقد کان خلیقا للأمارۃ سے ترجمۃ الباب کی مناسبت ہے۔

(ب):

غزوۂ زید بن حارثہ: یہ غزوہ رمضان المبارک ۶ھ میں حضرت زید بن حارثہ کی اَمارت میں قبیلہ بنی فزارہ سے پیش آیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے شام گئے تھے، صحابہ کا مال بھی ان کے ساتھ تھا واپسی پر بنی فزارہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لوگوں نے حملہ کیا اور سارا مال چھین لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا جس نے بنی فزارہ پر حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور باقی لوگ بھاگ گئے بنو فزارہ کے سردار ام قرفہ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دو گھوڑوں کی دُم میں باندھ کر کھینچا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ایک خوبصورت لڑکی گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائی گئی۔

(عمدۃ القاری ۱۲/ ۲۴۴۔ کشف الباری ۸/ ۴۶۵)

سوال: ۴۸، صفحہ: ۶۱۲

بَاب غَزْوَةِ الْفَتْحِ. وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُوْلُ عَلِيٌّ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرُ وَالْمِقْدَادُ وَفِيهِ لَمْ اَفْعَلْهُ اِرْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رِضىً بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ. قَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ. فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.

(۱۴۱۰، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۳۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور حاطب سے متعلق جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس کو پورا لکھیں۔

(ب) جب آپ ﷺ نے انہ قد صدقکم فرمادیا جس سے حضرت حاطب کے مرتد اور منافق ہونے کی نفی ہوگئی اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو منافق کہتے ہیں اس کی توجیہ بیان کریں۔

(ج) حضور ﷺ نے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم سے حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حاطب کے منافق نہ ہونے پر استدلال کیا ہے آپ طریقِ استدلال واضح کریں۔

(د) فتح مکہ کس سن میں، کس ماہ میں واقع ہوا اس کے اسباب کو مختصر طور پر لکھیں۔

(ہ) فتح مکہ عنوۃ ہوا یا صلحا ہوا اگر عنوۃ ہوا ہے تو اس کی دلیل لکھیں مکہ مکرمہ کے صلحا فتح ہونے کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ کی سرزمین کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا ہے آپ اس دلیل کا جواب لکھیں۔

(ز) انه قد شهد بدراً الی.........يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا.........الی قوله فقد ضل سواء السبیل. مطلب بیان کریں نیز آیت کا ماسبق سے کیا جوڑ ہے بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: فتح کا بیان: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا مکہ والوں کی طرف خط بھیجنا۔ وہ اطلاع دے رہے ہیں ان کو نبی ﷺ کی فوج کشی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے مجھے زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور اس حدیث میں ہے حاطب رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں نے یہ کام میرے دین سے پھرنے کی وجہ سے اور نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا سنو! بیشک حاطب رضی اللہ عنہ نے تم سے سچ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! چھوڑیئے مجھے اُڑا دوں میں اس منافق کی گردن آپ ﷺ نے فرمایا حاطب رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور تمہیں کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ بدریوں کے حال سے واقف ہو گئے جو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے متعلق واقعہ سوال نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

:(ب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حاطب رضی اللہ عنہ کو منافق کہنے کی توجیہ سوال نمبر ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

:(ج)

(۱) حضور علیہ ﷺ نے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم سے حضرت حاطب کے منافق نہ ہونے پر استدلال کیا ہے اس کا طریقِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے بارے میں فرمایا: اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم. ترجمہ: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے تم سے جو بھی گناہ صادر ہوگا میں تمہیں توبہ کی توفیق عنایت فرماؤں گا یعنی بدریوں سے جو بھی گناہ صادر ہوگا ان کو توبہ کی توفیق ملے گی اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقین جہنم کے بالکل نیچے کے درجہ میں ہوں گے یعنی انہیں اپنے گناہوں سے توبہ کی توفیق نہیں ملے گی، دنیا میں جس کے سبب آخرت میں عذاب کے مستحق ہوں گے اس اعتبار سے آپ علیہ ﷺ نے استدلال کیا یعنی چونکہ بدریوں کے بارے میں اللہ نے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم فرمادیا تو سمجھا گیا بدریوں میں سے کوئی منافق نہیں ہوسکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) نیز ارشادِ باری اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ بدریوں کے بارے میں فرمایا گیا اور حاطب بھی بدری ہیں یعنی بدریوں سے جو بھی گناہ صادر ہوا نہیں اللہ توبہ کی توفیق دے گا اور اللہ تعالیٰ نے کافر و مشرک کے بارے میں فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اس سے سمجھا گیا اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ سب گناہ معاف فرمائیں گے، شرک معاف نہیں فرمائیں گے، اور اللہ نے بدریوں کی معافی کا اعلان فرمایا ہے تو سمجھا گیا حاطب کافر نہیں ہیں اور منافق اگرچہ اسلام ظاہر کر رہے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن وہ درحقیقت کفر کے محب ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: المرأ مع من احب اس لئے منافق بھی اس آیت کے ماتحت داخل ہیں یعنی منافق کو بھی معاف نہیں کریں گے۔

ادھر بدریوں کی معافی کا اعلان ہو چکا ہے اور حاطب رضی اللہ عنہ بھی بدری ہیں، لہذا سمجھا گیا حاطب رضی اللہ عنہ منافق نہیں ہیں۔

(د):

فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں پیش آیا ہے۔

(ہ):

فتح مکہ ہمارے یعنی احناف کے نزدیک عنوۃ فتح ہوا ہے۔

دلیل: آپ ﷺ نے باقاعدہ اپنی فوج کا میمنہ، میسرہ مرتب کیا اور ایک طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کی جانب میں اگرچہ جنگ پیش نہیں آئی لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جانب میں جنگ پیش آئی اور دو مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین کے بارہ آدمی مارے گئے باقی بھاگ گئے، اس سے معلوم ہوا مکہ عنوۃ فتح ہوا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلحاً فتح ہوا۔

ان کی دلیل کا جواب: مکہ کی سرزمین کو مجاہدین پر تقسیم نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ صلحاً فتح ہوا بلکہ تقسیم اس لئے نہیں کی کہ اراضی مفتوحہ میں امام کو اختیار ہوتا ہے چاہے تقسیم کرے یا مصالح عامہ کے لئے محفوظ کر رکھے، لہٰذا تقسیم نہ کرنے کو بطور دلیل پیش کرنا کہ فتح مکہ صلحاً ہوا ہے صحیح نہیں ہے۔

(ز):

انہ قد شهد بدرا الی قولہ فقد ضل سواء السبیل کا مطلب:

جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کفار کو رسول اللہ ﷺ کے ارادہ کے بارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

میں خط لکھا اور رسول اللہ ﷺ کے پوشیدہ راز کو فاش کر دیا تو اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! مجھے چھوڑ یئے میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں آپ ﷺ نے فرمایا حاطب بدر میں شریک ہوئے ہیں اور بدریوں کے منافق نہ ہونے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اِعۡمَلُوۡا مَاشِئۡتُمۡ فَقَدۡ غَفَرۡتُ لَکُمۡ کے ذریعہ فرمایا ہے لہٰذا تم اس کے معاملہ کو چھوڑ دو۔

اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَ عَدُوَّكُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ.

مطلب: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی ڈالتے ہو یعنی ان کو تو تم سے کوئی محبت نہیں وہ تو تمہارے کٹر دشمن ہیں اور تم محبت کا اظہار کرتے ہو، جب کہ وہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں اور رسول کو اور تم کو شہر بدر کر چکے ہیں بایں وجہ کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو یعنی ایسے دشمنوں سے دوستانہ برتاؤ کے کیا معنیٰ ہیں، اگر تم راستہ میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اعداء اسلام سے کسی طرح کا تعلق خاطر نہ ہو تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو یعنی خفیہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ مجھے سب چیزوں کی خبر ہے۔ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو شخص تم میں سے یہ حرکت کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا۔

آیت کا ماسبق سے جوڑ: چونکہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے خفیہ خط بھیجا ہے اگرچہ محبت کی بنا پر نہیں تب بھی وہ محبت کے مشابہ ہے، اس لئے آیت میں اس کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:۴۹، صفحہ:۲۱۰-۶۲۰

خَطَبَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللهُ بِي، وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللهُ بِي. كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ. قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ. قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا. أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ، وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ.

وَفِي رِوَايَةٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ، وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ. قَالُوا بَلَى. قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ.

(۱۴۱۸،۱۴۳۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رسول اللہ ﷺ نے کس موقع پر کیوں یہ تقریر فرمائی اس کا پسِ منظر تحریر کریں۔

(ج) نبی کریم ﷺ نے قریش کو غنیمت کے اخماسِ اربعہ میں سے دیا تھا جو مجاہدین کا حق ہے یا اس خمس میں سے دیا تھا جو حکومت کی تحویل میں ہے بصورتِ ثانی انصار کی شکایت کی وجہ کیا ہے تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے انصار سے خطاب فرمایا اور کہا: اے انصار کے لوگو! کیا نہیں پایا میں نے تم کو گمراہ پس ہدایت دی تم کو اللہ نے میرے ذریعہ اور تم بکھرے ہوئے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعہ جوڑ دیا؟ اور تم تہی دست تھے پس بے نیاز کر دیا اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعہ؟ جب جب آپ علیہ السلام کوئی بات فرماتے انصار جواب دیتے، اللہ اور اس کے رسول کا بڑا احسان ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا چیز روکتی ہے تم کو اس بات سے کہ تم اللہ کے رسول کو جواب دو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آئے آپ علیہ السلام ہمارے پاس ایسے اور ایسے۔ کیا خوش نہیں ہو تم کہ لے جائیں لوگ بکریاں اور اونٹ اور لے جاؤ تم نبی علیہ السلام کو اپنے گھروں کی طرف۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا بیشک قریش کا زمانہ جاہلیت کے ساتھ اور مصیبت کے ساتھ قریب ہے یعنی وہ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور وہ اسلام سے پہلے جنگوں میں نقصان سے دوچار ہوئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو انعام دوں اور ان کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑوں۔ کیا خوش نہیں ہو تم کہ لوگ دنیا لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کی طرف لوٹو، انصار نے کہا: ہاں! آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگ کسی میدان میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے میدان میں چلوں گا یا فرمایا انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

(ب):

آپ علیہ السلام نے مقامِ جعرانہ میں یہ تقریر فرمائی ہے انصار میں سے کچھ لوگوں کی شکایت کی بنا پر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پسِ منظر: آپ ﷺ طائف سے واپسی میں جعرانہ پہنچے جہاں جنگ حنین کے قیدی اور اموالِ غنیمت جمع تھے، آپ ﷺ نے دس بارہ روز وہاں ہوازن کا انتظار کیا، شاید وہ لوگ تائب ہو کر اپنے اہل و عیال کو چھڑانے آئیں، لیکن جب وہ لوگ نہیں آئے تو مالِ غنیمت تقسیم کر دیا، اور تالیفِ قلوب کے خیال سے جدید الاسلام کو اموال کی ایک بڑی مقدار عنایت کی ان عطایا اور انعامات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرات انصار میں سے کچھ افراد ناراض ہو گئے اور غائبانہ طور پر شانِ نبوت کے خلاف کچھ الفاظ ان کی زبان سے نکل گئے بعض انصار نے کہا قریش کو مالِ غنیمت ملتا ہے اور ہم جن کی تلواروں سے قریش کا خون ٹپکتا ہے پھر بھی محروم رکھے جاتے ہیں بعض نے کہا مشکلات و شدائد میں ہماری یاد ہوتی ہے اور مالِ غنیمت کے وقت دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے ایسے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو جہاں انصار کے علاوہ کوئی نہ ہو جب انصار جمع ہوئے تو آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ تقریر فرمائی اے انصار کی جماعت کیا یہ صحیح ہے جو میں سن رہا ہوں کہ تم لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے انصار نے جواباً کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے اہل الرائے اور سمجھدار لوگوں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا البتہ کچھ نوجوانوں نے ایسا کہا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے انصار کے گروہ! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا پھر اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ سے ہدایت دی اور تم آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ آپس میں ملا دیا، تم محتاج تھے اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ غنی کر دیا پھر انصار آپ ﷺ کے ہر جواب میں کہتے اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ اے پیغمبر جب لوگوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی تو ہم لوگوں نے تصدیق کی جب سب نے آپ ﷺ کو وطن سے نکال دیا ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی اور تم اس بات میں بالکل سچے بھی ہو گے اے گروہِ انصار! تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیاوی مال و متاع لے جائیں اور تم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی لے جاؤ اور سنو مجھے تم سے اتنی محبت ہے کہ اگر ہجرت کی نسبت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا اے اللہ! انصار پر اور ان کی اولاد پر رحم فرما، یہ فرمانا تھا کہ سب رونے لگے اور سبھی کہنے لگے ہم اس تقسیم پر راضی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصہ میں آئیں اور دوسروں کے حصے میں مال ومتاع۔

(ج):

رسول اللہ ﷺ نے قریش کو غنیمت کے اخماسِ اربعہ میں سے دیا تھا جو انصار کا حق ہے یا اس خمس میں سے دیا تھا جو حکومت کی تحویل میں ہے اس میں اختلاف ہے حافظ ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پوری غنیمت میں سے حصہ دیا تھا اور حضور ﷺ کو اموالِ غنیمت میں اس قسم کے تصرفات کا اختیار تھا باری تعالیٰ کے قول قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کی وجہ سے اور امام مالک وشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ قریش کو یہ مالِ خمس الخمس میں سے دیا تھا۔

اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُصولِ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مال آپ ﷺ نے خمس میں سے دیا تھا۔

اس صورت میں انصار کی شکایت کی وجہ: انصار کی شکایت کی کیا وجہ ہے آپ ﷺ نے اس کو سمجھ لیا تھا اس لئے ان کو بلا کر ان کے سامنے جب حقیقت واضح کر دیا سب اشکال ختم ہو گیا۔

اور وہ وجہ یہ ہے کہ طبع انسانی میں فطرۃً مال کی طرف محبت ہوتی ہے مگر یہ کہ کسی پاکیزہ ہستی کی صحبت سے طبیعت انسانی پاکیزہ بن جائے اور ظاہر ہے کہ لوگ اپنے محبوب شیٔ کی راہ میں رُکاوٹ کو پسند نہیں کرتے چاہے وہ رُکاوٹ جہاں سے آئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تو آخر انسان تھے اس لئے اشکال کر بیٹھے لیکن یہ وہی حضرات تھے جن کا اسلام دیر پا نہیں تھا جیسا کہ انصار کے بڑے حضرات یہی کہہ کر معذرت پیش کی تھی، دوسرے یہ کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کچھ منافقین تو ہر وقت مواقع ہی کی تلاش میں رہتے تھے اور یہاں بھی ابتداء اشکال ان ہی کی طرف سے تھا جیسا کہ بخاری شریف کی اسی جگہ میں بعض روایت میں صراحت ہے۔

اور ان کے جال میں پھنس کر وہ حضرات جو کہ نفاق سے پاک تھے اشکال کرنے لگے جبکہ آنحضرت علیہ السلام تک بات پہنچ گئی تو آپ علیہ السلام نے بلا کر حقیقت واضح کر دیا کہ بھائی دیکھو تم کو سوچنا چاہئے کہ تم کس حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تم کو کہاں پہنچا دیا اور اسلام تمہارے دل کی زمین میں آباد کیا گیا لیکن یہ لوگ تو ابھی مسلمان ہوئے اس لئے ان کو اسلام کی طرف کھینچنا چاہئے تاکہ اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا بن جائے اس لئے ہم نے مالِ غنیمت میں ان کو ترجیح دی اگر میرا بذاتِ خود یہاں رہنا ہوتا تو وہ مقصد اس کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا۔ لیکن میرا جینا مرنا تو تمہارے ساتھ ہے کیا اب تم چاہتے ہو کہ ہم نے جس بھلائی کا ارادہ تمہارے لئے کیا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرو۔

الغرض! جب ان حضرات کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی تو سر جھکا لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی جواب مختصراً لکھا ہے۔

(فتح الباری ۶۴/۷ المکتبۃ السلفیۃ القاہرۃ)

سوال: ۵۰، صفحہ: ۶۳۱

بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ. ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ. وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ. وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ. فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ. قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا.

(۱۴۰۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کیجئے۔

(ب) کتاب المغازی میں باب حجۃ الوداع کس مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

(ج) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ قارن تھے مگر (ج ۱، ص ۲۱۲) کی روایت عائشہ اہل رسول اللہ ﷺ بالحج سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مفرد تھے دونوں روایتوں میں تطبیق کیا ہے؟

(د) قارن کو کتنے طواف کرنے چاہئیں ائمہ کے اس سلسلہ میں کیا مذاہب ہیں۔

(ہ) حضرت عائشہ قارن تھیں یا مفرد یا متمتع جو بھی جواب ہو مدلل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ وتشریح: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا (یہ آخری حالت کے اعتبار سے کہا ہے) پھر نبی ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ قربانی ہے پس چاہئے کہ وہ تلبیہ پڑھے حج کا عمرہ کے ساتھ پھر حلال نہ ہو یعنی احرام نہ کھولے جب تک دونوں حج اور عمرہ سے یکبارگی حلال نہ ہو یعنی فارغ نہ ہو پھر میں مکہ مکرمہ پہنچی آپ ﷺ کے ساتھ درآنحالیکہ میں حائضہ تھی اور میں نہ تو بیت اللہ کا طواف کرسکی اور نہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی (بلکہ وہ پاکی کے انتظار میں تھیں) یہاں تک کہ حج کا وقت آگیا) تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں شکوہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چوٹیاں کھول لو اور کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ توڑ دو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا پس میں نے عمرہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے توڑے ہوئے عمرہ کا بدل ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے پس جن لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا یعنی نیت بدل لی تھی انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر احرام کھول دیا انہوں نے پھر انہوں نے دوسرا طواف کیا منی سے لوٹنے کے بعد اور رہے وہ لوگ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا یعنی دونوں کی نیت کی انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔

(ب):

کتاب المغازی میں حجۃ الوداع کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ (۱) بعض نے کہا یہ ناسخ کی غلطی حجۃ الوداع غزوۂ تبوک کے بعد تھا۔

(۲) یہ اشکال یعنی عدمِ مناسبت کا اشکال عنوان سے پیدا ہوا ہے صحیح عنوان مابعد الہجرۃ ہے یعنی ہجرت کے بعد کے احوال تا وفات ان احوال میں حج بھی آتا ہے۔

(تحفۃ القاری ۸/ ۴۸۵)

(۳) حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا اپنی کتاب الابواب والتراجم میں کہ باب حجۃ الوداع کو وفود کے بیان کے بعد اور غزوۂ تبوک سے پہلے لانے میں امام بخاری کا اس طرف اشارہ کرنا مقصد ہے کہ وفود کا سلسلہ جو پہلے سے آرہا تھا وہ حجۃ الوداع تک چلا اور حجۃ الوداع کے بعد کوئی وفد نہیں آیا۔

(۴) اس کتاب کا عنوان کتاب المغازی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوہ پر کتاب کا اختتام کرنا چاہتے ہیں اس لئے حجۃ الوداع جو غزوۂ تبوک سے مؤخر اور کتاب المغازی سے اس کا تعلق نہ ہونے کے باوجود اس کو مقدم کر دیا تاکہ غزوہ کے بیان پر کتاب کا اختتام کرنا ممکن ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حقیقتاً آپ ﷺ قارن ہی تھے، جیسا کہ سترہ صحابہ سے عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور جن روایت میں مفرد ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ چار صحابہ سے مروی ہے وہ ابتدائی حالت پر محمول ہے یعنی آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے صرف حج کا احرام باندھا تھا اس لئے کہ زمانہ جاہلیت سے یہ تصور چلا آرہا تھا کہ جس سال حج کرنا ہو اس سال اشہر حج میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور شریعت کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا اس لئے آپ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا افراد کی روایات کا محمل یہی ہے۔

اور تمتع کی روایات لغوی معنیٰ پر محمول ہے جیسا کہ پانچ صحابہ سے مروی ہے یعنی چونکہ آپ ﷺ نے بھی ایک سفر میں حج اور عمرہ بصورتِ قران ادا فرما کر فائدہ اُٹھایا اس لئے رُوات نے اس کو تمتع سے تعبیر کر دیا۔ (ملخص من تحفۃ الالمعی ۳/ ۲۱۳)

(د):

قارن کو کتنے طواف کرنے چاہئیں اس سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل سوال نمبر ۲۳ میں گزر چکا ہے۔

(ہ):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قارن تھیں یا مفرد تھیں یا متمتع اس سلسلہ میں دو مذہب ہیں۔

اس سلسلہ میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں۔

دلیل: قوله عليه السلام انقضي رأسك وامتشطي واهلي بالحج ودعي العمرة.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہ استدلال: تو اپنی چوٹیاں کھول لو اور کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو عمرہ توڑ دو یعنی عمرہ کے احرام کو حج کے احرام سے ملا لو اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا کا قارنہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متمتعہ تھیں۔

دلیل: قوله عليه السلام لها دعي العمرة ففعلت فلما قضينا الحج ارسلني رسول الله ﷺ مع عبدالرحمٰن بن ابي بكر الصديق الى التنعيم فاعتمرت.

وجہ استدلال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے عمرہ کو توڑ دیا اور عمرہ نہیں کیا بلکہ حج کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد دوسرا نیا احرام باندھ کے اپنے سابقہ عمرہ کی قضا کی اس سے معلوم ہوا آپ رضی اللہ عنہا متمتعہ تھیں۔

سوال: ۵۱، صفحہ: ۶۳۳

عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي.

(۱۴۳۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) غزوۂ تبوک کس سن میں پیش آیا نیز اس غزوہ کا مختصر حال تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف نکلے پس آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ مجھے بچوں میں اور عورتوں میں جانشین بنا رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خوش نہیں ہو تم کہ ہو تو مجھ سے ہارون علیہ السلام کی جگہ میں موسیٰ علیہ السلام سے مگر بیشک شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مطلب: جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے چلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تا کہ وہ آپ ﷺ کے گھروں کو سنبھالیں اور مجاہدین کے گھروں کی خبر گیری کریں، جب لشکر روانہ ہوا تو منافقین نے کہنا شروع کیا ما خلفہ الا استنقالا لہ و تخفیفا منہ علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے اس لئے چھوڑا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لئے بوجھ تھا اس لئے خود کو ہلکا کر لیا، جب علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو انہوں نے ہتھیار اُٹھائے اور جُرف مقام میں آپ ﷺ سے جا ملے اور عرض کیا یا رسول اللہ! منافقین یہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا غلط کہتے ہیں، میں نے تم کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے اور فرمایا اے علی! کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے یعنی ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کی تھی جب موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر تشریف لے گئے تھے اسی طرح تم میرے پیچھے میری نیابت کرو گے، البتہ یہ بات ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری ۸/۵۰۸۔ کشف الباری ۸/۶۳۹)

(ب):

غزوۂ تبوک رجب المرجب ۹ھ میں پیش آیا۔

مختصر واقعہ: تبوک: مدینہ منورہ سے شمال کی جانب جزیرۃ العرب کی سرحد پر ایک شہر ہے اس غزوہ میں نبی ﷺ تبوک مقام تک تشریف لے گئے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ تبوک پڑا۔

اور اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۃ العسرہ (تنگی کا غزوہ) ہے اس غزوہ میں اسلامی لشکر طرح طرح کی مشکلات سے دو چار تھا اس لئے یہ نام پڑا۔

واقعہ: جنگِ موتہ میں رومیوں سے خوفناک ٹکر ہوئی تھی وہ لشکر اگرچہ پوری طرح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتقام نہیں لے سکا تھا مگر سرحد پر بسے ہوئے عربوں پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے تھے قیصر روم ان اثرات سے غافل نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا کہ عرب قبائل مسلمانوں کی طرف مائل ہو گئے اور روم سے ان کا رابطہ کٹ گیا تو اس کی حکومت کو بڑا خطرہ لاحق ہوگا اس لئے اس نے مسلمانوں کی قوت کو ناقابلِ شکست صورت اختیار کرلے اس سے پہلے ہی کچلنے کا ارادہ کیا، چنانچہ جنگِ موتہ پر ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں لخم، جذام، عاملہ اور غسّان پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کردی اور فیصلہ کن معرکہ کی تیاری میں لگ گیا، شام کے نبطی سوداگر زیتون تیل فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے، ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل نے چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے جس میں عرب عیسائی قبائل لخم، جذام وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے اور ان کا ہراوّل دستہ بلقاء تک پہنچ گیا ہے قیصر نے فوج کو ایک سال کی تنخواہیں بھی دیدی ہیں اس طرح ایک بڑا خطرہ مسلمانوں کے سروں پر منڈلانے لگا۔

ادھر صورتِ حال یہ تھی کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا لوگ قحط سالی سے دوچار تھے، سفر دور دراز کا تھا اور سواریاں کم تھیں، تاہم نبی ﷺ نے ایک انقلابی فیصلہ کیا کہ مسلمان رومی حکومت کی طرف پیش قدمی کریں اور ان کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً جنگ کی تیاری کرنے کا اعلان فرمایا اور قبائل عرب اور اہلِ مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، اس غزوہ میں آپ ﷺ نے توریہ نہیں کیا بلکہ صاف اعلان کردیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تاکہ لوگ مکمل تیاری کرلیں، آپ ﷺ نے چندہ شروع کیا، مؤمنین مخلصین نے ایک دوسرے سے بڑھ کر مال حاضر کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کل مال لے کر حاضر ہوئے جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آدھا مال لے کر آئے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دوسو اوقیہ چاندی پیش کی، عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں، حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار دینار پیش کیے۔

جب تیاری مکمل ہو گئی تو رجب المرجب ۹ ہجری بروز جمعرات نبی ﷺ تیس ہزار مردانِ جنگ کو لے کر دشمن کی طرف چلے، پندرہ دن چل کر اسلامی لشکر تبوک میں خیمہ زن ہوا، روم اور اس کے حلیفوں میں اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ان میں آگے بڑھنے کی اور ٹکر لینے کی ہمت نہ رہی وہ مختلف شہروں میں بکھر گئے، آپ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور ارد گرد کے قبائل کو رام کیا، پھر اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس لوٹا۔ (تحفۃ القاری ۸/۵۹۰)

سوال: ۵۲، صفحہ: ۶۳۷

أَرْجَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا حَتَّى قَضَى اللهُ فِيهِ، فَبِذَٰلِكَ قَالَ اللهُ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ إِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ.

(۱۴۲۷ھ)

(الف) اس عبارت کی روشنی میں خلّفوا کی تفسیر کریں۔

(ب) وہ تین حضرات کون ہیں ان کی تعیین کریں اور یہ قصہ کب پیش آیا اور اس کا تعلق کسی غزوہ سے ہو تو اس غزوہ کو مختصر تشریح کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

عبارت کی روشنی میں خلّفوا کی تفسیر: آیت کریمہ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا میں خُلِّفُوْا سے تخلف عن الغزو غزوہ سے پیچھے رہنا مراد نہیں کیونکہ غزوہ میں صرف یہ تین آدمی متخلف نہیں ہوئے تھے بلکہ اسّی سے زائد متخلف تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس تخلف سے مراد تخلف عن التوبۃ ہے کہ ان کا معاملہ پیچھے کر دیا گیا فوراً ان کی توبہ قبول نہیں کی گئی، پچاس دنوں کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

باقی مخلفین نے جھوٹی قسمیں کھا کر بہانے بنائے رسول اللہ ﷺ نے ان کے بہانے ظاہراً قبول فرمالئے تھے۔

(ب):

وہ تین حضرات یہ ہیں: (۱) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (۲) ہلال بن امیہ بدری رضی اللہ عنہ (۳) مرارہ بن الربیع بدری رضی اللہ عنہ۔

یہ قصہ ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز حجۃ الوداع سے پہلے غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آیا۔

اس کا تعلق غزوہ تبوک سے ہے۔

غزوہ تبوک کے مختصر احوال سوال نمبر ۱۹ میں گزر چکے ہیں۔

سوال: ۵۳، صفحہ: ۶۵۰

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَجْلِسٍ فِيهِ عُظْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفِيهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، فَذَكَرْتُ حَدِيثَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰكِنْ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذٰلِكَ. فَقُلْتُ إِنِّي لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوفَةِ. وَرَفَعَ صَوْتَهُ. قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ. وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولٰى.

(۱۴۲۸ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سبیعہ بنت الحارث کا کیا قصہ ہے ایسی عورت کی عدت میں کیا اختلاف ہے اس کو مدلل لکھیں۔ ابن مسعود کے قول کی توضیح بھی کریں۔

الجواب:

پورے سول کا جواب سوال نمبر ۳۱ میں گزر چکا ہے۔

سوال: ۵۴، صفحہ: ۶۵۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ الْاٰیَةَ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّةٍ.

(۱۴۲۱ھ)

(الف) پہلے آیتِ شریفہ کا ترجمہ و مطلب تحریر کریں۔

(ب) اولی الامر سے کون لوگ مراد ہیں حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سریہ کا مفصل واقعہ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ الْاٰیَةَ ترجمہ اللہ اور رسول ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اور فرمایا آیت عبداللہ بن حذافہ کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک سریہ میں بھیجا تھا۔

مطلب: آیت کا مطلب شانِ نزول سے واضح ہوجاتا ہے۔ شانِ نزول یہ ہے کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم کو کسی مہم پر سریہ بھیجنا تھا، مگر امیر بنانے کے لئے کوئی موزوں نام سمجھ میں نہیں آرہا تھا، چنانچہ افراد منتخب کر کے سریہ روانہ کردیا اور ان کو ہدایت کی کہ فلاں راستہ پر روانہ ہو جاؤ میں پیچھے سے کسی کو امیر بنا کر بھیجوں گا، سریہ روانہ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اور ان کو ایک تحریر لکھ دی کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہیں ان کا حکم مانو، وہ تحریر لے کر روانہ ہو گئے اور قافلہ سے جا ملے جب سریہ کے لوگوں نے تحریر دیکھی تو ان کو امیر مان لیا، باب کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی بات بیان کی ہے۔

(ب): اولی الامر سے مراد:

(۱) خلفاء راشدین (۲) خلفاء راشدین کے متبعین اور ان کے مسلک پر چلنے والے تمام مجتہدین مراد ہیں۔

حاصلِ کلام: اولی الامر سے مراد حاکمِ اسلام، بادشاہ، اس کا صوبہ دار، قاضی، سردار، لشکر اور ہر وہ شخص ہے جو حکومت کی طرف سے کسی کام پر مقرر ہو۔

(تحفۃ القاری ۹/۸۹۶)

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سریہ کا مفصل واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور انصار کے ایک شخص عبداللہ بن حذافہ بن عدی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کریں۔ امیر کو کسی بات پر غصہ آیا انہوں نے لوگوں سے کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ انہوں نے کہا: سوختہ جمع کرو۔ لوگوں نے جمع کیا، انہوں نے کہا اس میں آگ لگاؤ، لوگوں نے آگ لگائی، امیر صاحب نے حکم دیا کہ سب اس میں گھس جاؤ، لوگوں نے گھسنے کا ارادہ کیا، لیکن ان فوجی صحابہ میں سے ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے بھاگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر آئے ہیں کہ آگ سے بچ جائیں ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا جب نبی ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ امیر کے حکم کی تعمیل میں آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نہ نکلتے، کیونکہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں کرنی ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

سوال:۵۵، صفحہ:۲۶۵

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ۔

(۱۴۲۶ھ)

(الف) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ان چاروں الفاظ کی تشریح نقل کی ہے آپ اس کو بیان کریں۔

(ب) ان چاروں اور ما اُھِلَّ لغیر اللہ کے حکم میں کیا فرق ہے اگر ان کو شرعی طریقے پر ذبح کیا جائے تو ما اُھل لغیر اللہ کے حکم میں ہوں گے یا نہیں اس کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف):

قال سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ:

(۱) البحيرة: التی یمنع درھا للطواغیت فلا یحلبھا احد من الناس۔
وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ مورتیوں کے لئے روکا جاتا تھا پس اس کو کوئی نہیں دوہتا تھا۔

(۲) السائبة: التی کانوا یسیبونھا لآلھتھم لا یحمل علیھا شیئ۔
وہ اونٹنی ہے جس کو عرب اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے آزاد چھوڑا کرتے تھے اس پر کچھ لادا نہیں جاتا تھا یعنی اس سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) الوصیلة: الناقة البکر تبکر فی اوّل نتاج الابل ثم تثنی بعد بانثی وکانوا یسیبونہا لطواغیتھم ان وصلت احداھما بالاخری لیس بینھما ذکر۔
وہ جوان اونٹنی ہے جو پہلی بار مادہ بچہ جنے، پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جنے، درمیان میں نر بچہ نہ جنے اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

(۴) الحام: فحل اللابل یضرب الضراب المعدود فاذا قطی ضرابه ودعوہ للطواغیت واعفوہ من الحمل فلم یحمل علیه شیئ وسموہ الحام۔
وہ مذکر اونٹ ہے جو متعین تعداد سے جفتی کرتا تھا پس جب وہ اپنی جفتی کی تعداد پوری کر لیتا تو عرب اس کو مورتیوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس کو بوجھ لادنے سے معاف کر دیا کرتے تھے، چنانچہ اس پر کوئی چیز لادتے نہیں تھے، یعنی اس سے کام نہیں لیتے تھے اور وہ لوگ اس کو حام کہتے تھے۔

(ب):

ان چاروں اور مَا اُهِلَّ لغیر اللہ میں فرق: ان کے مابین فرق، ان کی تعریف ہی سے واضح ہے پہلے چاروں قسم کی تعریف تو گزر چکی اور ما اُھل لغیر اللہ سے مراد: ھو ماوقع متلبسا بذبحه الصوت لغیر اللہ۔ جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جس کو بقصد تقرب غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا۔ (بیان القرآن) پس واضح ہوا کہ پہلے اقسام اور اس کے ساتھ مابہ الاشتراک غیر اللہ کا مقصود ہونا اور مابہ الافتراق پہلے اقسام میں بغیر ذبح کے چھوڑ دینا اور اس میں ذبح کر دینا اور ایک فرق سامنے واضح ہوگا۔

یہ جانور ذبح سے حلال ہوگا یا حرام: ان جانوروں کو ذبح کر دینے سے حلال ہوں گے اور ما اُھل بہ لغیرہ کو تقرب الی اللہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دیا جائے تو یہ حلال ہوگا، کیونکہ جانور کے گوشت کا حلال ہونا یا حرام ہونا اس کے روح نکلنے کے وقت جو فعل ہو اسی اعتبار سے ہوگا اگر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے تو وہ حلال اور اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوا صورتیں چاہے غیر اللہ کے نام پر مذبوح ہو یا خود بخود مرجائے وہ حرام ہے مگر چونکہ یہ جانور شرعی اُصول کے مطابق اپنے مالک کی ملکیت سے نہیں نکلا اس لئے اس کو ذبح کرنے کے لئے مالک کی اجازت کی ضرورت ہے۔

(ملخصاً از معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سورۃ بقرہ آیت: ۱۷۴)

سوال: ۵۶، صفحہ: ۶۸۰

حَتّٰی إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ يَسْأَلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ. قَالَ قُلْتُ أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوا. قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ. فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الْآيَةُ. قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

(۱۴۱۹، ۱۴۲۲ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آیت قرآنی أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا میں كُذِبُوا بالتخفیف کی صورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا کیا مطلب اپنی فہم کے مطابق بیان کرتی ہیں جس کی وجہ سے عروہ اس کی تردید کرتے ہیں آپ ان کے بیان کردہ مطلب کو تحریر کریں۔

(ج) كُذِبُوا بالتخفیف قراءتِ متواترہ ہے کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس قراءت کی تحقیق ضروری نہیں تھی آپ ان کے انکار کی توجیہ بیان کریں۔

(د) اور كُذِّبُوا بالتشدید پر عروہ کا اعتراض اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کو واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسولوں کو مدد پہنچنے میں دیر ہوئی یہاں تک کہ جب رسول نا اُمید ہو گئے اور انہیں خیال آنے لگا کہ واقعی وہ سچے نہ نکلے۔ حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشادِ باری تعالیٰ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ (یہاں تک کہ رسول نا اُمید ہو گئے) کے متعلق پوچھ رہے تھے، عروہ کہتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آیتِ کریمہ میں کُذِبُوْا ہے یا کُذِّبُوْا بالتشدید ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کُذِّبُوْا بالتشدید ہے۔ میں نے کہا کہ پیغمبروں کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم انہیں جھٹلائے گی پھر ظن سے کیا مراد ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں اپنی زندگی کی قسم پیغمبروں کو اس کا یقین تھا یعنی تم نے صحیح کہا۔ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بعد کہا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (بالتخفیف) یعنی میں نے کہا اگر آیت کو بلا تشدید تخفیف ذال کے ساتھ پڑھیں جس کے معنی ہیں یہاں تک کہ جب رسول نا اُمید ہو گئے اور انہیں خیال آنے لگا کہ واقعی وہ سچے نہ نکلے (وعدۂ نصرت میں) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معاذ اللہ! پیغمبروں کو اپنے پروردگار کے ساتھ اس طرح کا کوئی گمان نہیں تھا، میں نے کہا: پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مراد رسولوں کے متبعین ہیں۔

(ب) آیتِ کریمہ کی تفسیر:

آیت کریمہ کی صحیح تفسیر وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو عذاب دینے کے متعلق انبیاء کرام سے وعدہ فرمایا تو انبیاء کرام نے اپنے قیاس و اندازہ سے نزولِ عذاب کا ایک وقت متعین کیا لیکن جب اپنے متعین و

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقرر کئے ہوئے وقت پر عذاب نہیں آیا تو انہیں خیال آنے لگا وہ جھوٹ کہے گئے یعنی آیتِ کریمہ میں کُذِبُوْا بمعنی اُخلِفُوْا یعنی انبیاء کرام کو خیال ہونے لگا کہ وہ وعدہ خلافی کئے گئے اللہ پاک ان سے جو نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت نہ ہوا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی تفسیر کی تائید میں سورہ بقرہ کی یہ آیت پیش کی ہے مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (تم سے پہلے جو مؤمنین گزرے ہیں ان پر ایسی تنگیاں اور سختیاں آئیں اور ان کو آزمائشوں سے یہاں تک جنبش دی گئی کہ پیغمبروں اور ان کے ہمراہی بول اُٹھے اللہ پاک کی مدد کب آئے گی؟ یاد رکھو اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے یعنی بہ مقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسی کے کلمات نکل گئے، جب تشویش یہاں تک پہنچی تو رحمتِ الٰہی متوجہ ہوئی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیتِ کریمہ کی دو تفسیریں کی ہیں:

(۱) کذبوا بالتخفیف کی تقدیر پر (۲) کذّبوا بالتشدید کی تقدیر پر۔

(۱) کُذِبُوْا بالتخفیف کی تقدیر پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی فہم کے مطابق یہ تفسیر کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے منکرین پر نزولِ عذاب کے متعلق وعدہ کیا ہے تو انبیاء نے اپنے قیاس واندازہ کے ذریعہ ایک وقت مقرر کیا نزولِ عذاب کا، جب اس وقت پر عذاب نہیں آیا تو نبیوں پر ایمان لانے والوں کو ایسا خیال ہونے لگا کہ نبیوں سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورے نہیں ہوا۔

یعنی آیتِ کریمہ میں ظنّوا کی ضمیر کا مرجع مؤمنین کو بنایا اور اَنَّهُمْ و کذبوا کی ضمیر کا مرجع انبیاء کرام کو بنایا، لیکن ظنوا کی ضمیر کا مرجع انبیاء کرام کو بنانے پر کوئی قرینہ نہیں اور انتشار ضمیر کی خرابی بھی لازم آرہی ہے جو فصاحت کے خلاف ہے اسی وجہ سے عروہ نے ان کی تردید کی ہے۔

(۲) ایک تفسیر صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کذّبوا بالتشدید کی تقریر پر کی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے منکرین کے عذاب کے متعلق انبیاء کرام سے وعدہ کیا اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے اپنے فہم و قیاس سے اس عذاب کا ایک وقت متعین کیا لیکن جب اس وقتِ مقررہ پر عذاب نازل نہ ہوا تو قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا (اس کی پوری تفصیل جزء "د" میں آرہی ہے)۔

(ج):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالتخفیف والی قرأتِ متواترہ ہونے کے باوجود اس کا انکار کیوں فرمایا:

(۱) علامہ کرمانی نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرأتِ متواترہ کا انکار نہیں کیا بلکہ خلافِ ظاہر تاویل کا انکار کیا۔

(۲) ممکن ہے قرأت بالتخفیف اوروں کے نزدیک اگرچہ قرأتِ متواترہ تھی لیکن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک متواتر نہیں تھی۔

(۳) شاید قرأت بالتخفیف متواتر ہونے کی خبر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پہنچی ہے۔

(۴) شاید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ظن بمعنی یقین سمجھ کر اس قرأت کا انکار کیا ہے۔ (کمافی الحاشیۃ)

(د):

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خالہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قرأت کذبوا کے بارے میں پوچھا کہ کُذِبوا بالتخفیف ہے یا کُذِّبوا بالتشدید ہے۔

بالتخفیف کے معنی ہیں جھوٹ کہے گئے یعنی اللہ کی طرف سے عذاب آنے کی جو بات انہوں نے قوموں سے کہی تھی وہ سچی نہ نکلی۔

اور بالتشدید کے معنی ہیں جھٹلائے گئے یعنی قوموں نے رسولوں کی تکذیب کی حضرت صدیقہ نے جواب دیا کُذِّبوا بالتشدید ہے یعنی قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا۔

اس پر حضرت عروہ نے اعتراض کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے قول ظنّوا (گمان لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے) کیوں ہے؟ نبیوں کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔

اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا پیارے عروہ تیری بات ٹھیک ہے انبیاء کو یقین تھا کہ ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا۔

اس پر حضرت عروہ نے دوبارہ اعتراض کیا پس شاید قرأت کُذِبُوا بالتخفیف ہے یعنی جھوٹ کہے گئے یعنی اللہ کی طرف سے عذاب آنے کی جو بات انہوں نے قوموں سے کہی تھی وہ سچی نہ نکلی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ معاذ اللہ پیغمبر اپنے پروردگار کے بارے میں ایسا گمان نہیں کر سکتے کہ اللہ نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا اور رہی یہ آیت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ رسولوں کی پیروی کرنے والے ہیں جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء کی تصدیق کی اور ان کی آزمائش لمبی ہوگئی اور ان سے مدد خداوندی پیچھے رہ گئی یہاں تک کہ جب وہ مایوس ہوگئے ان لوگوں سے جنہوں نے ان کی قوم میں سے نبیوں کو جھٹلایا گمان کیا انہوں نے کہ ان کی پیروی کرنے والوں نے ان کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچی۔ (تحفۃ القاری ۶/۵۹۱۔ ۹/۳۱۲)

سوال: ۵۷، صفحہ: ۷۰۱

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَرَحَلْتُ فِيهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا نَزَلَ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْهُ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ قَالَ لَا تَوْبَةَ لَهُ وَعَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ حَتّٰى بَلَغَ إِلَّا مَنْ تَابَ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

(۱۴۰۷، ۱۴۲۴ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) ان دونوں حدیثوں کی تشریح کیجئے۔

(ج) اور بتایئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں تفسیر میں بظاہر تخالف ہے، کیونکہ نسخ کے لئے ناسخ و منسوخ کا محل ایک ہوتا ہے مگر روایت ثانیہ میں سورہ نساء کا محل مؤمنین ہے اور سورہ فرقان کا محل مشرکین ہے۔

(د) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے اور توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ صحیح نہیں ہے؟ جمہور علماء کا کیا مذہب ہے؟ ابنِ عباس کے لاتوبۃ لہ فرمانے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہی ہے اگر اس کی کوئی اور توجیہ ہے تو آپ تحریر کریں۔

(ہ) کانت ھٰذہ فی الجاھلیۃ ان پر کیا اعتراض واقع ہوتا ہے جس کا انہوں نے اس جملہ کے ذریعہ جواب دیا آپ سوال و جواب دونوں کو واضح طور سے بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اہلِ کوفہ میں قتلِ مسلم کے مسئلہ میں اختلاف ہوا (کہ اس کے قاتل کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں) تو میں سفر کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۂ نساء کی آیت وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ اس سلسلہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حکم جاہلیت میں تھا یعنی جاہلیت کے لوگوں کے بارے میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

پہلی حدیث کی تشریح یہ ہے کہ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ کے متعلق اہلِ کوفہ میں اختلاف ہوگیا کہ اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے، چنانچہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر معلوم کرنے کی غرض سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق دریافت کیا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت اس باب کی سب سے آخری آیت ہے اور کسی آیت سے منسوخ نہیں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قصداً مؤمن کو قتل کرنے والا مخلّد فی النار ہوگا۔

دوسری حدیث کی توضیح یہ ہے کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول خداوندی فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ حکم زمانہ جاہلیت میں تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کفر کے زمانہ میں کسی کو قتل کردے پھر مشرف بہ اسلام ہوجائے تو اس کا حکم اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص کی توبہ مقبول ہوگی، لیکن اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ناحق قتل کردے تو اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی اور وہ مخلّد فی النار ہوگا۔

(ج):

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں تفسیروں میں بظاہر تخالف ہے لیکن حقیقتاً کوئی تخالف نہیں ہے اولاً دونوں قول کے درمیان تعارض کو سمجھئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کبھی ان دونوں آیتوں کا محل ایک قرار دے کر ان کو ناسخ ومنسوخ کہتے ہیں جیسا کہ بخاری (ج۱/۲، ص۱/۷۰۱) کی روایت میں ہے کہ لا يقتلون النفس التي یہ مکی آیت ہے جس کو سورۂ نساء کی مدنی آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا الخ نے منسوخ کردیا۔

اور کبھی تو ابن عباس دونوں آیتوں کا محل مختلف مان کر ناسخ ومنسوخ کی نفی کرتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسا کہ بخاری شریف (ج/۱، ص/۷۰۲) کی روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت کسی بھی چیز سے منسوخ نہیں ہے اور دوسری آیت وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ کے متعلق فرمایا کہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ دونوں آیتیں ناسخ ومنسوخ نہیں ہیں اور پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ دونوں آیتیں ناسخ ومنسوخ ہیں۔

اور دونوں تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں تخالف اس وقت ہوتا جب کہ مختلف محل مان کر آیت کو ناسخ ومنسوخ مانتے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ مختلف محل کے وقت ناسخ ومنسوخ کے قائل نہیں بلکہ نسخ کے قائل اس وقت ہوتے جب کہ دونوں کا محل ایک ہوتا لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دونوں تفسیروں کے درمیان شارحین نے اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ سورہ فرقان کی آیت عام ہونے کے باوجود مباشرۃ المؤمن القتل متعمدا کو عام مخصوص منہ البعض کے قاعدہ کے مطابق خاص قرار دیا ہے لہٰذا اس صورت میں پہلی تفسیر اور دوسری تفسیر دونوں کے اعتبار سے محل ایک ہو گیا پس ان کے قول میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ (کمافی حاشیۃ البخاری: ج/۱، ص/۷۰۲)

(د):

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے اور توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ صحیح ومقبول ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں جمہور اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

ان کی دلیل: قولہ تعالیٰ: وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا أَلِيمًا۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاتل مؤمن کی سزا الخلد فی النار قرار دی ہے اور یہ آیت محکم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے پس اس کے جہنم سے نکلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔
جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک اس کی توبہ قبول کی جائے گی یعنی اس کی نجات ہوگی البتہ حق العبد کی ادائیگی لازم ہوگی۔
جمہور کی دلیل: (۱) سورۃ النساء میں دو جگہ (آیت ۴۷-۱۱۶) یہ آیت کریمہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ.

اس آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا شرک کے علاوہ سب گناہ بخش دیں گے جس کے لئے منظور ہوگا اور قتلِ مسلم اس کے سوا میں داخل ہے پس اگر اللہ کو منظور ہوگا تو اس کی توبہ قبول کر کے بخش دیں گے۔

(۲) سو آدمیوں کو قتل کر کے توبہ کرنے والے کی حدیث ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہ بنی اسرائیل کا واقعہ ہے مگر گزشتہ اُمتوں کے لئے احکام بھاری تھے اور اس امت پر امم سابقہ کے احکام مثقلہ کو تخفیف کی گئی ہے۔ پس یہی حکم بدرجہ اولیٰ ہمارے لئے بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی توجیہ:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مستحل پر محمول ہے یعنی اگر حلال سمجھ کر قتل کرے گا تو وہ بلاشبہ کافر ہوگا اور کافر کے لئے ابدی جہنم ہے۔
(۲) هذا جزاءه ان جوزی یعنی قتل مؤمن اتنا سنگین جرم ہے کہ اگر اس کی سزا دی جائے گی تو بتقاضائے عدل اس کی سزا دوامی جہنم ہے، مگر ایمان کی وجہ سے حق تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔

(۳) خلود سے مکثِ طویل مراد ہے۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زجر و تغلیظ پر محمول ہے۔

(ہ):

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی مؤمن کو قصداً قتل کرنے والے کے بارے میں پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے۔

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی حالانکہ سورۂ فرقان کی آیت وَلَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ الی قوله اِلَّا مَنْ تَابَ میں کہا گیا جو شخص سچی اور صدقِ دل سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہوگی۔

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے كانت هذه في الجاهلية کے ذریعہ اس اعتراض کا جواب دیا کہ تم جو کہہ رہے ہو کہ سورۂ فرقان کی آیت دلالت کرتی ہے توبہ قبول ہونے پر، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے یہ گناہ کئے پھر جب انہوں نے توبہ کرلی یعنی مسلمان ہوگئے تو وہ گناہ معاف ہوگئے نہ کہ مسلمان کے بارے میں۔ (تحفۃ القاری ۹/۴۱۵)

سوال: ۵۸، صفحہ: ۱۳ ؎

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَجِلْتَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ.

(۱۴۰۹، ۱۴۱۲، ۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب) قربٰی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا جو اختلاف ہے اس کی وضاحت کریں، ابن عباس اور سعید بن جبیر کے بیان کردہ معنٰی کے مطابق آیتِ کریمہ کی تفسیر لکھئے اور دونوں کا فرق واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ خداوندی اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (مگر رشتہ داری کی محبت) کے بارے میں پوچھا گیا پس سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے خاندانی رشتہ دار مراد ہیں پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے آیت کی تفسیر کرنے میں جلدی کی بے شک قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے فرمایا مگر جوڑو تم اس رشتہ داری کو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

(ب) قربی کی تفسیر میں اختلاف:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر یہ ہے کہ قربی سے مراد تمام قریش ہیں یعنی تمام قریش آپ ﷺ کے اقارب ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر یہ ہے کہ قربی سے مراد بنو ہاشم ہیں دونوں کے بیان کردہ معنیٰ کے مطابق آیت کریمہ کی تفسیر۔

آیتِ کریمہ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔

آپ کہیں (اے قریش!) میں تم سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، مگر رشتہ داری کی محبت یعنی میں تبلیغ قرآن پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں چاہتا ہوں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ میری رشتہ داری اور قرابت ہے اس کی رعایت کرو اور مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ بات کا ماننا تمہارے اختیار میں ہے مگر عداوت و دشمنی سے تم کم از کم تعلق اہل قریش کی وجہ سے باز رہو۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے مطابق مخاطب صرف بنو ہاشم ہوں گے باقی تفسیر وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں کی تفسیر میں فرق: سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے مطابق قربی سے خاص بنو ہاشم مراد ہوں گے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق قربی سے تمام قریش مراد ہوں گے۔

سوال:۵۹، صفحہ:۷۲۱

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى. فَلْيَقُلْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ أُقَامِرْكَ. فَلْيَتَصَدَّقْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيْقَ الْحَاجِّ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِنَّمَا كَانَ مِنْ أَهْلِ بِمَنَاةِ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوْفُوْنَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ.

(۱۴۳۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) غیر اللہ کی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں دو حکم ہیں دونوں کی وضاحت کریں۔

(ج) اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیتِ کریمہ کا جو شانِ نزول بیان کیا ہے اس سے حضرت عروہ کے کس سوال کا جواب دیا ہے سوال و جواب مفصل لکھیں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قسم کھائی پس اپنی قسم میں کہا: ''لات اور عزیٰ کی قسم'' تو چاہئے کہ کہے: لا الٰہ الا اللہ اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا: ''آ!

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں تیرے ساتھ جوا کھیلوں'' تو چاہئے کہ وہ صدقہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی تھا حجاج کے لئے ستو گھی ر پانی میں ملاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو لوگ منات طاغیہ (انتہائی سرکش) کے لئے احرام باندھتے تھے جو مشلل مقام میں ہے وہ لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (یعنی بے شک صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں) آیت نازل فرمائی۔

(ب):

غیر اللہ کی قسم حروف قسم یا اقسم یا احلف کے ذریعہ بالاتفاق ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم ہے بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کسی کے نام کی قسم اس وقت کھاتا ہے جب اس میں عظمت اور اس کے نام میں برکت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے حق میں کوتاہی کو گناہ سمجھتا ہے جس کی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ اس اعتقاد سے غیر اللہ کی قسم کھانے والا مشرک ہے۔

حدیث میں بیان کیا گیا قسم کا حکم:

غیر اللہ کی قسم حروف قسم یا اقسم یا احلف کے ذریعہ بالاتفاق باطل ہے اس لئے حانث ہونے پر کفارہ نہیں ہے اسلئے حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ لا الٰہ الا اللہ کی تجدید کا حکم ہے اگر غیر اللہ کی قسم تعظیم و اعتقاد مذکورہ کے ساتھ ہے تو یہ کفر ہے لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ تجدید ایمان کا حکم دیا ہے اور اگر سہواً یا بلا تعظیم و اعتقاد کے ہو تو غفلت و معصیت ہے اور لا الٰہ الا اللہ کہنا نیکی ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کے قاعدہ کے مطابق لا الٰہ الا اللہ کہنا غفلت و معصیت کے کفارہ کے طور پر ہے۔

نیز یہ عادت چھڑانے کے لئے آسان طریقہ بتایا ہے نبی علیہ ﷺ نے فرمایا ایک بار منہ سے رام نکل جائے تو سو بار اللہ کا نام لے لو عادت چھوٹ جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا حکم: من قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق.

جوا کھیلنے کی بات زبان سے کہنا یہ معصیت ہے حدیث میں ہے: ان الله تجاوز عن امتي ماوسوست به صدورها مالم تعمل به اوتتكلم به. پس زبان سے کہنے کی وجہ سے جو معصیت ہوئی اس کے کفارہ کے لئے صدقہ کا حکم ہے اِنّ الحسناتِ کے قاعدہ سے اور اس کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔

نیز نبی علیہ السلام نے یہ علاج بالضد فرمایا آدمی مال کے لالچ میں جوا کھیلتا ہے پس جب دو چار مرتبہ صدقہ کرے گا تو بھول کر بھی جوے کا نام نہیں لے گا۔

(نعمت المنعم ۲/ ۲۱۵۔ تحفۃ الالمعی ۴/ ۴۷۸)

(ج):

حضرت عروہ کا سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی توضیح۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت میں فرمایا: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا. بے شک صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔

اس آیت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج اور عمرہ میں سعی واجب نہیں حالانکہ سعی ضروری ہے یعنی قرآن پاک کی یہ تعبیر اباحت کی تعبیر لگتی ہے۔

جواب کی توضیح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تم آیت کا مطلب صحیح نہیں سمجھے، اگر سعی جائز ہوتی تو تعبیر یوں ہوتی: فَلَا جُنَاحَ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا. حج اور عمرہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے۔

پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت کا شانِ نزول بیان کر کے قرآن پاک کی اس طرح تعبیر کی وجہ سمجھائی۔ فرمایا: انصار زمانہ جاہلیت میں جب حج یا عمرہ کرتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے تو صفا ومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے کیونکہ ان پہاڑوں پر اساف اور نائلہ نامی دو مورتیاں رکھی ہوئی تھیں جن کی قریش عبادت کرتے تھے اور ان کو خدا مانتے تھے، اسلئے انصار صفا ومروہ کی سعی نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ منات جو مشلل مقام میں رکھی ہوئی تھی اس کی عبادت کرتے تھے، اور اس کے نام کا احرام باندھتے تھے اور اس کو خدا مانتے تھے۔

پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور وہ بت وہاں سے ہٹا دیئے گئے تب بھی انصار کو سعی کرنے میں حرج محسوس ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو سمجھایا گیا کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی ان بتوں کی وجہ سے نہیں کی جاتی اس کی وجہ کچھ اور ہے پس بے تکلف سعی کرو کوئی خیال دل میں مت لاؤ لا جناح کی تعبیر اسی لئے ہے یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہے۔

(تحفۃ القاری ۹/۹۱۔ ۴/۲۱۰)

سوال: ۶۰، صفحہ: ۶۲۷

بَابُ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَیْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ اِنْطَلِقُوْا حَتّٰی تَأْتُوْا رَوْضَۃَ خَاخٍ فَاِنَّ بِھَا ظَعِیْنَۃٌ مَعَھَا کِتَابٌ فَخُذُوْہُ مِنْھَا فَذَھَبْنَا تَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الرَّوْضَۃَ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَۃِ.

(۱۴۳۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ شروع کیا وہ تفصیل سے لکھیں۔

(ج) اور ارشاد نبوی انہ قد شھد بدراً وما یدریك لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں یہ ارشاد کس صحابی کے بارے میں ہے اور کہاں ہے نشاندہی کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: (اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ) کا بیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا چلو یہاں تک کہ روضہ خاخ میں پہنچو، وہاں ایک ہودج نشین عورت ہے اور اس کے ساتھ ایک خط ہے پس اس کو اس سے لے لو، پس ہم چلے دوڑ رہے تھے ہمارے ساتھ ہمارے گھوڑے یہاں تک کہ ہم روضہ پر پہنچے پس اچانک ہمیں وہاں ایک ہودج نشین عورت ملی۔

(ب):

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ شروع کیا اس کی تفصیل سوال نمبر ۳۷ میں گزر چکی ہے۔

(ج):

ارشادِ نبوی کی وضاحت سوال نمبر ۱۶ میں گزر چکی ہے۔

اور یہ ارشاد صحابیِٔ رسول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے اور یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

سوال: ۶۱، صفحہ: ۷۴۵

بَابُ جَمْعِ الْقُرْآنِ. قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرْسَلَ إِلَى أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ. قَدِمَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ عَلَى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّأْمِ فِي فَتْحِ إِرْمِينِيَةَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى.

(۱۴۰۸ھ، ۱۴۰۳ھ)

(الف) باب میں دو روایتیں ہیں ایک جمع ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسری جمع عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ دونوں روایتیں مفصل لکھیں۔

(ب) دونوں جمع قرآن میں فرق واضح کریں۔

(ج) جمع قرآن کا کیا مطلب ہے؟ کیا نبی علیہ السلام کے زمانہ میں قرآن موجودہ شکل میں جمع نہیں تھا، سوچ کر جواب لکھیں۔

(د) قراءتوں کا اختلاف تو انزل القرآن علی سبعۃ أحرف پر مبنی تھا پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس سے گھبرا کیوں گئے۔

(ہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی وضاحت کریں قال عثمان للرھط القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم انتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم.

(ز) اور بطورِ خاص یہ بتائیں کہ حضرت عثمان کا یہ حکم انزل القرآن علی سبعۃ أحرف سے متعارض تو نہیں ہے۔

الجواب:

(الف) جمع ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تفصیل:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کر دیا جائے، انہوں نے یہ کارنامہ جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ کی وفات کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ پیش آئی جس میں متعدد حفاظ قرآن شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس صورت حال سے گھبرا گئے وہ سوچنے لگے کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا کیا ہوگا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن کریم کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا جائے تاکہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں وہ کام کیسے کروں جو نبی ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کا جواب بس یہی تھا کہ هو والله خير بخدا! یہ کام بہتر ہے۔

الغرض دونوں بزرگوں میں تبادلۂ خیال ہوتا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور ان کو شرحِ صدر ہو گیا پھر دونوں حضرات نے مجھے بلایا اور جمع قرآن کا کام سونپا میں نے بھی عرض کیا آپ دونوں حضرات وہ کام کیسے کرنا چاہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی عنہ نے مجھے بھی یہی بات سمجھائی کہ یہ کام بہتر ہے چنانچہ مجھے بھی شرحِ صدر ہو گیا۔

پھر عام اعلان کیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کی اصلی تحریر ہے اور وہ نبی ﷺ کے ملاحظہ سے گزر چکی ہے اور اس کے اصلی ہونے پر اور نبی ﷺ کے ملاحظہ سے گزرنے پر دو گواہ بھی موجود ہوں ایسی تحریر لائی جائیں دو گواہوں میں سے ایک خود صاحبِ تحریر کی گواہی ہوگی، دوسری دوسرے شخص کی؛ چنانچہ وہ تحریریں آنی شروع ہوئیں، جب تمام تحریریں آگئیں تو ان کو نفس الامری اور لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا جب قرآن مکمل آگیا تو پہلے حافظوں کے حفظ سے اس کا مقابلہ کیا گیا، جب اطمینان ہو گیا تو میں نے مختلف چیزوں پر اس کو نقل کیا اور ان کو ایک تھیلہ میں بھر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ کرا دیا اسی طرح قرآن سرکاری ریکارڈ میں لے لیا اور وہ اصلی تحریریں جن جن سے حاصل کی گئی تھیں ان کو لوٹا دی گئیں، پھر یہ تھیلہ حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عائشہ کے پاس تھا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا۔

جمع عثمان رضی اللہ عنہ کی تفصیل:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو ان مجاہدینِ اسلام یا ان تاجروں سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی اور قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود اس نے حضور ﷺ سے پڑھا تھا اسی طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا، چنانچہ جب حضرت حذیفہ بن یمان آرمینیہ اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں گئے تھے وہاں انہوں نے لوگوں کو قراءتوں کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا؛ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی انہوں نے سیدھے حضرت عثمان کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ امیر المؤمنین قبل اس کے کہ یہ اُمت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو آپ اس کا علاج کیجئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آرمینیہ کے محاذ پر جہاد میں شامل تھا وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں، جو اہلِ عراق نے نہیں سنی ہے اور اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جو شام والوں نے نہیں سنی ہوگی، اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی اس خطرے کا احساس پہلے ہی سے کر چکے تھے انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا، صحابہ نے حضرت عثمان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ کی کیا رائے ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عثمان نے جواب دیا میری رائے یہ ہے کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تا کہ کوئی اختلاف وافتراق پیش نہ آئے، صحابہ نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے حضرت عثمان کی تائید کی، چنانچہ حضرت عثمان نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ مدینہ میں میرے قریب رہتے ہوئے قرأتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہو اور اختلاف کرتے ہو، اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ اور بھی زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے، لہٰذا تمام لوگ مل کر قرآن کا ایک ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو اس غرض کے لئے حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس جو صحیفہ موجود ہے وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کی ایک کمیٹی بنائی، جو حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام پر مشتمل تھی اور انہیں یہ کام سپرد کیا اس کمیٹی نے وہ تھیلا جو حفصہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا اس کو منگوایا اور پھر اعلان کیا کہ اصلی تحریریں جو نبی ﷺ کے ملاحظہ سے گزر چکی ہیں دو گواہوں کے ساتھ لائی جائیں، جب ان تحریروں کا تھیلے والے قرآن سے مقابلہ کیا، نیز حافظوں کے حفظ سے بھی ملایا جب اطمینان کر لیا تو کمیٹی نے پانچ مصاحف تیار کئے، ایک مصحف حضرت عثمان نے اپنے پاس مدینہ میں رکھا اور باقی مصاحف مختلف شہروں میں بھیج دیئے اور حکم بھیج دیا کہ اب مسلمان اسی قرآن سے نقلیں لیں نیز یہ بھی حکم بھیجا کہ لوگوں نے جو مختلف طرح سے قرآن لکھے ہیں وہ پایہ تخت میں بھیج دیئے جائیں، جب سب قرآن آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو جلوا دیا اور اصلی تحریریں ان کے مالکان کو لوٹا دی گئیں اور وہ تھیلا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پھیر دیا گیا اس طرح حضرت عثمان نے تمام لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کر دیا۔ (تحفۃ الالمعی ۱/۶۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) دونوں جمع قرآن میں فرق:

(۱) مصحف ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سورتیں مرتب نہیں تھیں، بلکہ ہر سورۃ الگ الگ لکھی ہوئی تھی اور مصحفِ عثمانی میں تمام سورتیں مرتب کی گئی ہیں۔

(۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جمع میں قرآن کریم مصحف کی شکل میں جمع نہیں کیا گیا بلکہ مختلف چیزوں میں لکھ کر ایک تھیلے میں جمع کر دیا گیا۔ اور جمع عثمانی میں مصاحف قرآن تیار کیے گئے اور وہ مختلف شہروں میں بھیج دیئے گئے۔

(۳) مصاحفِ عثمانیہ میں قرآنی آیات اسی طرح لکھی گئی تھیں ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں آجائیں اس لئے نہ ان پر نقطہ لگائے گئے اور نہ حرکات جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نسخہ میں صرف خط تھا۔

(۴) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کر کے سرکاری ریکارڈ میں لے لیا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کر کے سرکاری ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا، قرآن کے متعدد نسخے تیار کرا کے مختلف شہروں میں بھیج دیئے۔

(۵) مختلف طرح سے قرآن پڑھنے کی جو سہولت دی گئی تھی اس کو موقوف کر دیا اور امت کو لغتِ قریش پر جمع کر دیا۔

(ج):

جمعِ قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی علیہ ﷺ کے زمانہ میں قرآن جمع نہیں تھا، جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے صحابہ نے اس کو جمع کیا ایسا سمجھنا واقعات کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، قرآن مکمل و مرتب تھا، پورے قرآن کے حفاظ موجود تھے، فنی بشوق والی منزلیں صحابہ میں معروف تھیں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال نبی علیہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں دَور کرتے تھے اور وفات والے سال دو مرتبہ دَور کیا تھا اور اس پر اجماع ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے البتہ وہ ایک جگہ کتابی صورت میں لکھا ہوا نہیں تھا، نہ قرآن کی اصلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تحریریں نبی علیہ کی تحویل میں تھیں اور کسی ایک صحابی کے پاس بھی سب تحریر نہیں تھیں، اصلی تحریریں متفرق صحابہ کے پاس تھیں، بلکہ جمع قرآن کا مطلب قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لینا اور سرکاری ریکارڈ میں لینے کی تفصیل جزء الف میں گزر چکی ہے۔

(د):

قرأتوں کا اختلاف انزل القرآن علی سبعة أحرف پر مبنی ہونے کے باوجود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھبرانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ اختلاف صرف اختلاف کی حد میں باقی نہیں رہا بلکہ ایک دوسرے کی تکفیر اور تکذیب کی حد تک پہنچ چکا تھا، چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ أبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پڑھتے ہیں اور دوسرے کو دیکھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر اور تکذیب کرتے ہیں؛ چنانچہ انہوں نے اس وقت فرمایا اگر میں امیر المؤمنین کے پاس واپس جاؤں تو انہیں مشورہ دوں گا کہ سب لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کردیں۔

القصہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھبرانے کی وجہ اُن کی آپس میں تکذیب اور تکفیر ہے۔

(کمافی الحاشیة ۲/۷۴۶)

(ہ):

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی وضاحت یہ ہے کہ یہ کام جن حضرات کو سپرد کیا گیا تھا ان میں سے تین قریشی تھے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری تھے، اس لئے فرمایا اگر تمہارے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو اس بات پر کہ کون سا لفظ کس طرح لکھا جائے تو اس کو قریش کی زبان کے مطابق لکھنا، اس لئے کہ قرآن کریم انہوں نے کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

(ز):

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حکم: انزل القرآن علی سبعة أحرف سے متعارض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کتابت کے سلسلہ میں ہے اور انزل القرآن کا حکم لغات اور بھاشا کے سلسلہ میں ہے؛ للہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

سوال: ۶۲، صفحہ: ۷۴۷

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

(۱۴۱۶ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سبعۃ احرف کا مطلب بیان کریں۔

(ج) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور میں جمع قرآن کیا ہے تو ان کا جمع کردہ قرآن سبعۃ احرف پر مشتمل تھا یا نہیں، اگر مشتمل تھا تو دونوں جمع قرآن میں کیا فرق ہے، اگر مشتمل نہیں تھا تو بقیہ حروف کو ان حضرات نے کیوں ترک کر دیا، جبکہ آنحضرت ﷺ نے دعا کر کے امت کی سہولت کے لئے سبعہ احرف نازل کروایا۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قرآن سات حروف پر اُتارا گیا ہے بس ان میں سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔

(ب) سبعہ احرف کا مطلب:

سبعہ احرف کے مطلب کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، لیکن سات اقوال زیادہ مشہور ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) سبعہ احرف سے سات قرأتِ متواترہ مراد ہیں اب اختلافِ قرأت کی صورت یہ ہے کہ وہ اختلاف مرکب میں ہوگا یا مفرد میں اگر مرکب میں ہو تو:

(۱) ایک صورت ہے اور وہ تقدیم و تاخیر ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق۔ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ.

(۲) اختلاف بالمفرد کی چھ صورتیں ہیں: (۱) اختلاف باعتبار الوجود والعدم ان اللہ هو الغني الحميد- وان الله لغنی حمید.

(۳) تبدیل مفرد بلا اختلاف المعنیٰ جیسے کالعھن المنفوش- و کالصوف المنفوش.

(۴) تبدیل المفرد مع اختلاف المعنی جیسے طلع منضود و طلح منضود.

(۵) اختلاف مفرد مع تغییر مادہ جیسے: کیف ننشزھا بالزاء و کیف ننشرہ بالراء.

(۶) اختلاف مفرد مع اختلاف ہیئت جیسے: ھن اطھر لکم بضم الراء وبفتحھا.

(۷) اختلاف مفرد مع تغییر حرف جیسے: باعد بیننا و بعّد بیننا.

سبعہ احرف سے قرآن کے ہر لفظ نہیں بلکہ جو اختلافی الفاظ ہیں وہ سات طرح پڑھے جائیں گے۔

جیسے: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ میں لفظ اُفِّ میں سات صورتیں ہیں: أُفَّ، أُفِّ، أُفُّ، أُفًّا، أُفٍّ، أُفٌّ، أُف.

(۳) وہ سات معانی مراد ہیں کہ جن پر قرآن کریم مشتمل ہے۔ یعنی امر، نہی، قصص، امثال، وعد، وعید، وعظ۔

(۴) بعض نے سات احرف کا مصداق: عقائد، احکام، اخلاق، قصص، امثال، وعد، وعید۔

(۵) سبعہ احرف سے اقالیم سبعہ مراد ہیں یعنی قرآن کو سات اقلیم پر نازل کیا گیا تاکہ تمام اقالیم سبعہ پر قرآن کا حکم جاری ہو سکے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۶) سبعہ احرف سے خاص عدد مراد نہیں ہے بلکہ تکثیر مراد ہے۔

(۷) سبعہ احرف سے سات لغات مراد ہیں جو عرب میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مشہور تھیں یعنی قریش و طی و ہوازن واہلِ یمن و ثقیف و ہذیل و بنو تمیم۔

یہی اکثر کی رائے اور قولِ مختار ہے۔ (تنظیم الاشتات: ص/۱۰۷)

:(ج)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن تو سبعہ احرف پر مشتمل تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ایک لغتِ قریش پر جمع کر دیا۔

اور دونوں کے جمع قرآن میں فرق سوال نمبر ۲۹ میں گزر چکا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سبعہ احرف کو منسوخ کر کے ایک لغت قریش پر اس لئے جمع کر دیا کہ نبی علیہ السلام نے جو سہولت دعا کر کے نازل کروائی وہ عارضی ضرورت تھی اور جب وہ ضرورت ختم ہوگئی اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منسوخ کر دیا۔

اور سب کو ایک لغتِ قریش پر جمع کر دیا، کیونکہ وہ سہولت بعد میں آہستہ آہستہ فتنہ اور تکذیب و تکفیر کا سبب بن گئی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سوال: ۶۳، صفحہ: ۷۶۱

بَابُ مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

(۱۴۱۱، ۱۴۱۵، ۱۴۲۱ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، باب کا مقصد بیان کر کے حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت کریں۔

(ب) حضرت صفیہ کون ہیں؟ ان کا تفصیلی واقعہ تحریر کریں کیا یہ باندی تھیں، جن کو حضور علیہ السلام نے آزاد کیا دراصل یہ ایک سردار کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر بھی سردار تھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو پھر آزاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جواب دیجئے۔

(ج) کیا عتق مہر ہوسکتا ہے اگر ہوسکتا ہے تو اللہ کے قول اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ الآیۃ کا کیا جواب ہوگا اور اگر نہیں ہوسکتا ہے تو اس حدیث کا آپ کیا جواب دیں گے، نیز بتایئے ائمہ میں سے کسی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اس شخص کا بیان جو باندی کی آزادی کو مہر قرار دیتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا۔

حدیث کا باب سے تعلق ظاہر ہے اس لئے کہ باب میں بیان ہے اس شخص کا جو باندی کی آزادی کو ان کا مہر قرار دینے کو جائز کہتے ہیں اور حدیث میں بیان کیا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دیا پس باب سے حدیث کا تعلق ثابت ہو گیا۔

(ب):

حضرت صفیہ بنتِ حیی رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ راوی بن یعقوب کی نسل سے اور ان کا نام ضرہ تھا۔ یہ پہلے سلام بن مشکم قرظی کے نکاح میں تھیں، اس نے جدا کر دیا تب کنانہ بن ابی الحقیق سے ان کا عقدِ نکاح ہوا، پھر تھوڑے ہی دن گزرے کہ محرم ۷ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کیا گیا، پس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ایک باندی مانگی، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ایک باندی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لے لو، انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا، قیدیوں کے ذمہ دار نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی لڑکی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی، حالانکہ ایسے گھر کی لڑکی جس میں ریاست اور نبوت دونوں رہی ہیں اور حسن و جمال میں بھی وہ بے مثل ہے آپ ﷺ کے لئے مناسب ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس لے لیا اور ان کو دوسری باندی دی، پھر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کیا۔ پھر حضور ﷺ خیبر سے روانہ ہوئے اور مقامِ صہباء میں پہنچے تو اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا نے ان کی کنگھی کی، کپڑا بدلوایا، خوشبو لگائی، اور وہیں شبِ زُفاف ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔ اور صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اگر چہ اصل میں آزاد تھیں لیکن جب جنگِ خیبر پیش آئی تو ان کا باپ حیی بن اخطب اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق اپنی اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کئے گئے، پس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں میں ہو گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا۔

(تحفۃ القاری ۸/۶۰۳۔ تحفۃ الالمعی ۳/۵۴۱)

(ج):

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عتق مہر ہو سکتا ہے اور امام اعظم، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اعتاق (آزاد کرنا) مہر نہیں بن سکتا ہے۔

حدیث کا جواب: (۱) یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے یعنی آپ ﷺ نے ان کو بلاعوض آزاد کر دیا پھر انہوں نے اپنی ذات آنحضور ﷺ کو ہبہ کر دی اس صورت میں آپ ﷺ پر مہر کی ادائیگی ضروری نہیں، اس آیت کی روشنی میں جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ کی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان میں ایک خصوصیت یہ ہے: وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. یعنی اگر کوئی مومن عورت اپنی ذات نبی ﷺ کو ہبہ کردے اور آپ ﷺ قبول فرمالیں تو وہ عورت آپ کے لئے حلال ہے یعنی اس سے بھی نکاح ہوجاتا ہے اور آپ ﷺ پر بھی کوئی مہر واجب نہیں ہوتا۔

(۲) نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے سات بردوں میں خریدا تھا اور یہی ثمن ان کا مہر تھا پس عتق مہر نہیں ہوا۔

(۳) ان کی ذات ان کا مہر تھا یعنی پہلے آپ ﷺ نے ان کی ذات کو عوض دے کر حاصل کیا، پھر باندی بن جانے کے بعد ان کو آزاد کردیا اور ان سے نکاح کرلیا، اور اس عوض کو مہر قرار دیا، پس مہر ان کی آزادی نہیں تھی بلکہ وہ عوض تھا جو ادا کیا گیا۔

(کمافی الحاشیۃ تحفۃ الالمعی ۳/۵۴۱۔ تحفۃ القاری ۸/۳۰۶)

ائمہ میں سے امام احمد، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام سعید بن المسیب رحمہم اللہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور کہا عتق مہر بن سکتا ہے۔ (کمافی الحاشیۃ)

سوال: ۶۴، صفحہ: ۶۳ ے

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ. وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ. وَفِي رِوَايَةٍ إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ.

(۱۴۲۹ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) کیا نحوست کا نظریہ صحیح ہے اگر صحیح نہیں تو مذکورہ نصوص کی کیا توجیہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) اور عدوئی (چھوت) کا نظریہ صحیح ہے یا نہیں اس سلسلہ میں کیا نصوص ہیں اور نصوص میں اگر تعارض ہو تو اس کی توجیہ کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نامبارک عورت سے احتراز کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دین کی دشمن ہیں پس تم ان سے ہوشیار رہو۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔

دوسری روایت: اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر میں، عورت اور گھوڑے میں۔

مطلب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری حدیث لاکر پہلی حدیث کی شرح کی ہے کہ اس میں کلام علیٰ سبیل الفرض ہے اگر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی مگر اسلام میں نحوست کا عقیدہ باطل ہے۔

یعنی بعض عارضی اسباب پر چیزیں مبارک نامبارک ہوتی ہیں پھر جن چیزوں سے مزاولت وقتی یا کم وقت کے لئے ہوتی ہے ان میں مبارک نامبارک کا خیال کرنا ضروری نہیں، البتہ جن چیزوں سے تعلق عرصۂ دراز کے لئے ہوتا ہے جیسے بیوی، گھر، گھوڑا، تلوار وغیرہ ان میں مبارک نامبارک کا خیال کرنا ضروری ہے اگر نامبارک چیز پلے پڑ گئی تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

(ب):

شوم یعنی نحوست کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

نصوص کی توجیہ:

(۱) جن احادیث میں کہا گیا کہ عورت، گھوڑا اور گھر، خادم وغیرہ میں شوم ہے ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احادیث میں کلام علی سبیل الفرض ہے یعنی اگر کسی چیز میں شوم ہوتی توان چیزوں میں ہوتی لیکن کسی چیز میں نحوست نہیں پس ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں ہے، اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الشؤم فی المرأۃ الخ والی حدیث کے بعد ان کان الشؤم فی شیء الخ والی حدیث لائے ہیں۔

(۲) یہ چیزیں نحوست کی نفی والی حدیث سے مستثنیٰ ہیں جیسے مسلم شریف میں روایت ہے: لاعدویٰ ولاطیرۃ وانما الشؤم فی ثلاثۃ المرأۃ والفرس والدار اس حدیث میں نحوست کا نظریہ کی تو نفی کی ہے لیکن شوم کا اثبات کیا ہے پس یہ حدیث مستثنیٰ ہوئی البتہ لاطیرۃ سے کسی چیز میں ذاتی طور پر نحوست ہونے کی نفی ہے اور انما الشؤم فی ثلاثۃ عارضی شوم کا اثبات ہے یعنی بعض عارضی اسباب پر چیزیں موافق ناموافق، مبارک نامبارک ہوتی ہیں، پس جن چیزوں سے مزاولت وقتی یا کم وقت کے لئے ہوتی ہے ان میں مبارک نامبارک کا خیال کرنا ضروری نہیں اور جن چیزوں سے تعلق عرصہ دراز کے لئے ہوتا ہے جیسے بیوی، گھوڑا، گھر وغیرہ ان میں مبارک نامبارک کا خیال کرنا چاہئے۔

(۳) جن روایات میں نحوست کا اثبات بعض اشیاء میں ان کا مقصد ان اشیاء کے اختیار کرنے میں ہوشیار کرنا ہے۔ حقیقی شوم کا اثبات مقصد نہیں ہے۔

(کمافی الحاشیۃ۔ تحفۃ القاری ۶/ ۲۴۴)

(ج):

عدویٰ (چھوت کا نظریہ) صحیح نہیں۔

اس سلسلہ میں دو قسم کی نصوص ملتی ہیں: (۱) جن میں عدویٰ یعنی چھوت کی نفی ہے۔ جیسے لاعدویٰ ولاطیرۃ انما الشؤم فی ثلاثۃ.

(۲) جن میں عدویٰ کا اثبات مفہوم ہوتا ہے جیسے: فرّ من المجذوم فرارك من الاسد.

پس دونوں قسم کی احادیث میں تعارض ہوا ہے پس اس میں تطبیق۔

(۱) ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ کوئی بیماری اپنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذات سے دوسرے کو نہیں لگتی، اللہ کا فیصلہ ہوگا تو لگے گی لاعدویٰ والی روایت میں اس کا بیان ہے۔ البتہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جن میں مریض کے ساتھ اختلاط من جملہ اسباب مرض ہے جذام بھی ایسی ہی ایک بیماری ہے اس لئے نبی علیہ السلام ﷺ نے جذامی سے دُور رہنے کی تاکید کی ہے۔

(۲) ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر تطبیق یہ ہے کہ لاعدویٰ والی روایت عام ہے یعنی مرض نہ حقیقتاً تجاوز کرتا ہے نہ اختلاط بالمریض کی وجہ سے سبباً تجاوز کرتا ہے۔

اس کی دلیل: لایعدی شیئ شیئا اورفمن اعدیٰ الاوّل والی روایت ہے۔

البتہ فرّ من المجذوم کی حدیث میں بھاگنے کا حکم اس لئے ہے کہ کوئی شخص کسی جذامی کے ساتھ اختلاط و میل جول کرے، پھر انہیں بحکمِ الٰہی ابتداءً جذام ہو جائے لیکن وہ گمان کرے گا کہ جذامی کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے انہیں جذام لاحق ہوا ہے جو کہ باطل اور فاسد عقیدہ ہے، پس اس فاسد عقیدہ سے بچانے کے لئے سدالّلباب حضور علیہ السلام ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے کا حکم فرمایا۔ فلاتعارض (نخبۃ الفکر: ص ۴۴)

سوال: ۶۵، صفحہ: ۶۴ے

بَابُ مَنْ قَالَ لَارَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ. وَمَا يُحَرِّمُ مِنْ قَلِيلِ الرَّضَاعِ وَكَثِيرِهِ. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ. فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ اُنْظُرْنَ مِنْ إِخْوَانِكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ.

(۱۴۳۵ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مدتِ رضاعت میں اختلاف ائمہ مدلل لکھیں اور بتائیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت کی کیا توجیہ ہے؟

(ج) قلیل الرضاع اور کثیر الرضاع میں مجتہدین کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں اور بتائیں کہ حدیثِ مذکورہ کس مسئلہ سے متعلق ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمه: ایک رائے یہ ہے: مدتِ رضاعت صرف دو سال ہے۔ (اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو) کامل دو سال (یہ مدت اس کے لئے ہے) جو شیر خوار کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس پہنچے۔ ان کے پاس ایک آدمی تھا۔ پس گویا آپ ﷺ کا چہرہ بدل گیا۔ گویا آپ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا یعنی ان سے بے پردہ ہونے کو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ میرا (رضاعی) بھائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو کون تمہارے بھائی ہیں؟ اس لئے کہ رضاعت تو بھوک کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔

(ب):

تمام ائمہ متفق ہیں کہ اگر مدت رضاعت میں کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پئے تو حرمت ثابت ہوگی۔ مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

مدتِ رضاعت میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اس مسئلہ میں دو فریق ہیں:

(۱) جمہور یعنی ائمہ ثلاثہ صاحبین اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل: (۱) قولہ تعالیٰ: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ.

(۲) وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا.

وجہِ استدلال: اقلِ مدتِ حمل چھ ماہ ہے فیبقی للفصال حولان.

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ ﷺ لا رضاع الا ماکان فی الحولین. (دارقطنی: ج ۴، ص ۱۷۴)

(۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے۔

دلیل: (۱) قولہ تعالیٰ: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا.

وجہِ استدلال: باری تعالیٰ نے اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر کر کے ان کی مدت بیان کی ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ حمل اور رضاعت ہر ایک کے لئے تیس تیس ماہ کی مدت ہوتی کالاجل المضروب للدینین لیکن حمل کے حق میں ایک منقص پایا گیا یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لا یکون الحمل اکثر من سنتین قدر مایتحول ظل المغزل اس لئے اکثر مدتِ حمل دو سال ہوئی اور آیتِ کریمہ رضاعت کی مدت کے بارے میں سالم رہی، پس ثابت ہوا رضاعت کی مدت ڈھائی سال ہے۔ (ھکذا قال صاحب الھدایۃ)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح استدلال کیا ہے کہ آیتِ کریمہ میں حملہ کا مطلب حمل علی الایدی ہے نہ کہ حمل فی البطن ہے۔ گویا آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے جو کہ عادۃً بچہ کو گود میں اُٹھانے کا بھی زمانہ ہے۔ (فیض الباری ۴/ ۲۷۸)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت کی توجیہ:

آیت میں حولین کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ حولین کے بعد رضاع درست نہ ہو بلکہ آگے "فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا" میں فاِن کی فاء تعقیب کے لئے ہے جو اس پر دال ہے کہ فصال "بعد الحولین" ہوگا جس سے معلوم ہوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ حولین کے بعد بھی رضاع پایا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت مدتِ رضاعت کی تحدید کے لئے نہیں آئی ہے بلکہ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس باپ سے دودھ پلانے کی اُجرت ماں کو دلوانا چاہتے ہیں اس کی انتہاء دو برس ہے اس سے زائد میں دینا لازم نہیں ہے۔ (درسِ ترمذی ۳/۴۸۸۔ تحفۃ القاری ۱۰/۱۴۱)

(ج):

کتنا دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی اس میں تین مذاہب ہیں:

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب بچہ الگ الگ اوقات میں پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پیئے جبکہ وہ بھوکا بھی ہو تب حرمت ثابت ہوگی اس سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

دلیل: عن عائشة رضی الله عنها قالت كان فيما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرّ من ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله ﷺ وهی فيما يقرأ من القرآن. (مسلم شریف ۱/۴۶۹)

(۲) امام احمد، اسحاق، داؤد ظاہری رحمہم اللہ کے نزدیک کم از کم تین مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی۔

دلیل: (۱) عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ قال لا تحرم المصة ولا المصتان. (ترمذی شریف)

وفی رواية لا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان. (مسلم شریف ۱/۴۶۸)

وجہ استدلال: اس حدیث میں مصہ اور مصتین کو اسی طرح املاجہ اور املاجتین کو غیر محرم قرار دیا گیا ہے جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین رضعات محرم ہیں۔

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اگر ایک قطرہ بھی بالیقین بچہ کے پیٹ میں پہنچ گیا تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلائل: (۱) قوله تعالى: وَأُمَّهَاتُكُمُ اللّٰتِي أَرْضَعْنَكُمْ.

وجہِ استدلال: اس آیت میں مطلق رضاعت کو سببِ تحریم قرار دیا گیا ہے قلیل و کثیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

(۲) عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه عن النبی ﷺ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب قلیله و کثیره.

(۳) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال ماکان من الحولین وان کانت مصة واحدة فهی تحرم.

(۴) ان ابن مسعود رضی الله عنه کان یقول یحرم من الرضاع مایحرم من النسب قلیله و کثیره. (فلیراجع للتفصیل: درس الترمذی ۳/۴۴۲)

حدیثِ مذکورہ کا تعلق مسئلہ اولیٰ یعنی مدتِ رضاعت کے مسئلہ سے ہے۔

حدیث کا مطلب: جس عمر میں ماں کا دودھ غذا بنتا ہے اسی زمانہ کی رضاعت کا اعتبار ہے اور وہ دو سال کی عمر ہے اس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور عرب بڑی عمر تک بچوں کو دودھ پلاتے رہتے تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس شخص کو دیکھ کر چہرہ کا رنگ بدل گیا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو کون تمہارے بھائی ہیں۔

سوال: ۶۶، صفحہ: ۷۶۸

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُكِ فِي الْمَنَامِ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي هٰذِهِ امْرَأَتُكَ. فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ. فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ.

(۱۴۳۷ھ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس پر باب ہے: النظر الی المرأۃ قبل التزویج حدیث کی باب سے مناسبت بیان کریں، خیال رہے کہ یہ فوٹو تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بذاتِ خود نہیں تھیں۔

(ج) اس حدیث کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے تعدد ازدواج کی حکمتیں بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں خواب میں دیکھا (نکاح سے پہلے) کہ فرشتہ تمہیں ریشم کے کپڑے کے ٹکڑے میں لایا تھا پس میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اٹھایا پس دیکھا ہے کہ وہ تو ہے پس میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔

(ب):

(۱) **حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت:** باب قائم کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج یعنی نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا اور باب میں حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے خواب میں دکھایا تھا اور آپ ﷺ کا خواب میں دیکھنا حالتِ یقظہ اور بیداری میں دیکھنے کی مانند ہے، کیونکہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے پس گویا آپ ﷺ نے حالتِ بیداری ہی میں دیکھا پس عورت کو نکاح سے پہلے دیکھنا ثابت ہو گیا۔

(ج):

حدیث کی روشنی میں آپ ﷺ کے تعدد ازدواج کی حکمتیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جاننا چاہئے کہ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام نکاح تین مصلحت کی خاطر کئے ہیں:

(۱) **ملی مصلحت سے**: جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح۔ آنحضور ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح لے پالک کی رسم توڑنے کے لئے کیا ہے یہ ملّی مصلحت ہے۔ اسی طرح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی ملّی مصلحت کے لئے تھا۔ آپ ﷺ کا پلان تھا جب قریش مکہ ولیمہ میں شرکت کریں گے تو چونکہ وہ صحابہ کے رشتہ دار تھے اس لئے جب ملیں گے تو صحابہ کو ذہن سازی کا موقع ملے گا۔

(۲) **ملکی مصلحت سے**: مثلاً امِ حبیبہ بنت ابی سفیان سے نکاح آپ ﷺ نے ملکی مصلحت سے کیا ہے۔ تاریخ کا ہر طالبِ علم جانتا ہے کہ بدر کے بعد اسلام کے خلاف تمام جنگوں میں کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں رہی ہے مگر امِ حبیبہ سے نکاح کے بعد انہوں نے کوئی اہم فوج کشی نہیں کی یہ اس نکاح کا فائدہ تھا۔

(۳) **شخصی مصلحت سے**: مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے لئے کیا ہے، یہ شخصی مصلحت ہے۔

الغرض! سب ہی نکاح آپ ﷺ نے ان ہی مقاصدِ ثلاثہ سے کئے ہیں کوئی نکاح آپ ﷺ نے اپنی ضرورت سے نہیں کیا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۷/۲۳)

سوال: ۶۷، صفحہ: ۷۷۱

بَابُ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ.

عَنْ خَنْسَاءَ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ. فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَرَدَّ نِكَاحَهُ.

(۱۴۱۸ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) ترجمۃ الباب عام ہے اور حدیث میں ثیبہ کا ذکر ہے جس سے بظاہر باب سے مطابقت نہیں ہو رہی ہے اس کو حل کریں۔

(ج) پھر ولایتِ اجبار علی النکاح میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب بھی تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: باپ نے بیٹی کا نکاح کیا اور وہ ناخوش ہے تو وہ نکاح کینسل ہے۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کا نکاح ان کے باپ خِذام نے ان کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا جبکہ وہ بیوہ تھیں پس وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور نبی علیہ السلام نے اس نکاح کو ختم کر دیا۔

(ب):

- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب عام قائم فرمایا اور حدیث میں ثیبہ کا ذکر ہے صرف بظاہر حدیث اور باب میں مطابقت نہیں ہو رہی ہے۔

حقیقت میں مطابقت ہے، کیونکہ عام "ابنتہ" کا ایک فرد خاص "ثیبہ" کے ضمن میں پایا گیا ہے جیسے کلی کا تحقق جزئی کے ضمن میں ہوتا ہے پس حدیث کا باب سے تعلق ثابت ہو گیا۔

نیز بحسب اتفاق واقعہ ثیبہ کے ساتھ پیش آنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ باکرہ کا حکم اس کے مخالف ہو گا بلکہ اس کا حکم قیاس سے لیا جائے گا اس لئے امام بخاری نے عام باب قائم کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ باکرہ کا حکم بھی یہی ہے۔

دراصل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عام باب قائم کرنے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں باکرہ کا ذکر بھی آیا ہے جیسے سفیان ثوری کی روایت میں ہے: انکحنی ابی وانا کارھۃ وانا بکر جو کہ بخاری شریف میں لانے کے لائق نہیں ہے پس اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عام باب قائم کر دیا اگرچہ اس کے تحت ثیبہ کے ذکر والی روایت لائی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار عورت کے باکرہ اور ثیبہ ہونے پر ہے یعنی باکرہ پر والی کو ولایت اجبار مطلقا ثابت ہوگا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اور ولایتِ اجبار ثیبہ پر مطلقا ثابت نہیں ہوگا، خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

دلیل: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ قال الایم احق بنفسها من ولیها.

وہ فرماتے ہیں کہ یہاں "ایم" سے مراد ثیبہ ہے کیونکہ باکرہ کا ذکر اس روایت میں آگے مستقلاً آیا ہے یعنی والبکر تستأذن فی نفسها واذنها صماتها اور جب ایم سے ثیبہ مراد ہوئی تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا: والبکر لیست احق بنفسها منه ولیها پس ثابت ہوا ولایتِ اجبار کا مدار بکر اور ثیبوبت ہے اور مفہومِ مخالف ان کے نزدیک حجت ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک ولایتِ اجبار کا مدار عورت کے صغیرہ اور کبیرہ ہونے پر ہے لہٰذا صغیرہ پر ولایت اجبار ثابت ہوگا کبیرہ پر نہیں خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔

دلائل: (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان جاریة بکرا اتت النبی ﷺ فذکرت ان اباها زوجها وهی کارهة فخیرها النبی ﷺ. (ابوداؤد:۱/۲۸۵)

وجہِ استدلال: اس حدیث میں نبی علیہ السلام باکرہ صغیرہ کے ناپسندی کی وجہ سے اس کو اختیار دیا ہے پس معلوم ہوا ولایتِ اجبار کا مدار صرف بکر اور ثیبوبت نہیں ہے۔

(۲) عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لا تنکح الثیب حتّٰی تستأمر ولا تنکح البکر حتّٰی تستأذن واذنها صماتها.

وجہِ استدلال: اس حدیث میں ثیبہ اور باکرہ کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے فرق صرف طریقِ اجازت میں ہے۔

(۳) عن عائشة رضی اللہ عنها قالت ان فتاة دخلت علیها فقالت ان ابی زوجنی ابن أخیه لیرفع بی خسیسته وانا کارهة فقالت اجلسی حتّٰی یأتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

النبی ﷺ فجاء رسول الله ﷺ فاخبرته فأرسل الی ابیها فدعاه فجعل الامر الیها فقالت یا رسول الله قد اجزت ماصنع ابی ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیئ. (ابن ماجہ ۱/۱۳۴)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک نوجوان عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا ہے اور میں اُس کو ناپسند کرتی ہوں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیٹھنے کو کہا میں بیٹھی رہی اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا آپ نے اس عورت کے والد کو بلایا اور فسخ نکاح کا اختیار دے دیا عورت کو، تو عورت کہنے لگی کہ یارسول اللہ میں اپنے والد محترم کے عمل سے راضی ہوں اور میں نے ایسا صرف اس لئے کیا تاکہ عورتوں کو معلوم ہوجائے کہ باپ کو عورتوں پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں ہے)۔

وجہِ استدلال: اس نے یہ اعلان مطلق الفاظ سے کیا ہے جس کے اندر باکرہ ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں کی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی کوئی نکیر نہیں فرمائی ہے۔

امام بخاری کا مختار مذہب یہ ہے کہ وہ ولایتِ اجبار کے مطلقاً قائل نہیں ہیں۔

انه ذهب الی المنع مطلقاً ولم یقل بالاجبار اصلا کما یفهم من تراجم البخاری.

سوال: ۶۸، صفحہ: ۷۷۲

بَاب إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ. فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا. جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ أَرَضِيتَ أَوْ قَبِلْتَ. عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ مَا لِي الْيَوْمَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا. قَالَ مَا عِنْدَكَ. قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ. قَالَ أَعْطِهَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ. قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ. قَالَ فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. قَالَ عِنْدِي كَذَا وَكَذَا. قَالَ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

(۱۴۲۳ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت کریں۔

(ب) بیع اور دیگر عقود میں ایجاب وقبول دونوں ضروری ہیں باب نکاح میں قبول کو کیوں ضروری نہیں قرار دیا گیا اور محض ایجاب ہی کو کافی کیوں سمجھا گیا۔

(ج) مہر کے لئے مال ہونا ضروری ہے پھر کس طرح بما معك من القرآن پر نکاح صحیح ہوا اس اشکال کا جواب تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: اگر منگنی ڈالنے والے نے لڑکی کے ولی سے درخواست کی کہ آپ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردیں ولی نے کہا میں نے اتنے مہر میں تمہارا نکاح اس سے کردیا تو نکاح ہوگیا اگرچہ شوہر سے یہ نہ کہے کہ تم راضی ہو یا قبول کیا؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اپنی ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کل تو مجھ کو عورتوں کی ضرورت نہیں ہے ایک صحابی نے درخواست کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ان سے نکاح کردیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو کچھ دو۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو، اس نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اچھا قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ فلاں فلاں سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کردیا اس قرآن کے عوض میں جو تجھے یاد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجمۃ الباب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب قائم کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ درخواست قبول کے قائم مقام ہے پھر قبول کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اور باب کے تحت اس خاتون کا قصہ ذکر کیا ہے جس نے اپنی ذات نبی ﷺ کو بخشی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو قبول نہیں کیا تھا اور ایک صحابی نے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ میرا نکاح ان سے کردیں پس آپ ﷺ نے ان کا نکاح اُن سے کردیا تو ان صحابی نے رضیت یا قبلت نہیں کہا یعنی دوسری مرتبہ قبول نہیں کہا، معلوم ہوا اس کی ضرورت نہیں درخواست قبول کے قائم مقام ہے پس حدیث کی باب سے مناسبت ثابت ہوگئی۔ (کما فی الحاشیۃ۔ تحفۃ القاری ۱۰/ ۱۶۴)

(ب):

باب نکاح میں قبول کو اس لئے ضروری نہیں قرار دیا گیا کہ نکاح میں ایک ہی شخص متولی الطرفین ہوسکتا ہے بخلاف دیگر عقود کے کہ ان میں ایک ہی شخص متولی الطرفین نہیں ہوسکتا ہے اس لئے دوسرے عقود میں ایجاب وقبول دونوں ضروری ہیں۔

دیگر عقود ایک ہی شخص اس لئے متولی الطرفین نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ عقود کے حقوق عاقد کی طرف راجع ہوتے ہیں پس اگر ایک ہی شخص متولی الطرفین ہو تو ایک ہی شخص مطالب بکسر اللام اور مطالب بفتح اللام ہونا لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور اس میں حقوق کی تعطیل ہے اور عقد نکاح میں اس لئے ایک ہی شخص متولی الطرفین ہوسکتا ہے کہ عقد نکاح کے حقوق وکیل اور عاقد کی طرف نہیں لوٹتے ہیں بلکہ موکل یعنی طرفین کی طرف لوٹتے ہیں اس لئے ایک ہی شخص نکاح میں متولی الطرفین ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے نکاح میں قبول کو لازم نہیں قرار دیا گیا بلکہ محض ایجاب ہی کو کافی سمجھا گیا۔ (فلیراجع للتفصیل: الہدایۃ ۲/ ۳۲۵، کتاب النکاح)

(ج):

جمہور کے نزدیک تعلیم قرآن کو مہر بنانا ناجائز نہیں آیت کریمہ أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ اس میں ابتغاء بالمال کا حکم دیا گیا اور تعلیم قرآن مال نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بماامعك من القرآن کا جواب:

(۱) اس حدیث میں باء معاوضہ کے لئے نہیں بلکہ سببیت کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ زوجتکھا لانك من اھل القرآن یعنی تمہارے علم قرآن کے سبب تم پر مہر معجّل ضروری قرار نہیں دیا جاتا ہے البتہ مہر مؤجل قواعد کے مطابق واجب ہوگا۔

(۲) تعلیم قرآن کو مہر بنانا متعلقہ صحابی کی خصوصیت تھی، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے: ان رسول الله ﷺ زوج رجلا علی سورۃ من القرآن ثم قال لاتکون لاحد بعدك مھراً۔

(۳) ایک روایت میں ہے: "علی ماامعك من القرآن" اور ایک روایت میں ہے: "مع ماامعك من القرآن" پہلی روایت میں "علی" بمعنی لام تعلیل ہے اصل عبارت یہ ہے کہ زوجتکھا لاجل ماامعك من القرآن یعنی قرآن کی عظمت وبرکت کی وجہ سے تم سے نکاح کردیا۔

دوسری روایت میں "مع" مصاحبت کیلئے ہے اصل عبارت زوجتکھا لمصاحبتك القرآن یہاں بھی مفہوم یہی ہے کہ قرآن کی عظمت وبرکت کی وجہ سے تم سے نکاح کردیا، کیونکہ قرآن کی سورۃ بالاجماع مہر نہیں ہوسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۴/ ۹۴_فیض الباری ۴/ ۲۶۱)

سوال: ۶۹، صفحہ: ۷۷۴

بَابُ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ وَعَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ.

اس کے بعد باب ہے: اَلشُّرُوطُ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ.

(۱۴۲۵ھ)

(الف) آپ پہلے شرائط کی تفصیل بیان کریں۔

(ب) پھر بتلائیں کہ احق الشروط ان توفوا میں شرائط سے عام مراد ہیں یا خاص اگر خاص ہیں تو وہ کس طرح کی شرائط ہیں جو نکاح میں جائز ہیں تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب:

(الف):

ترجمہ: نکاح میں شرطوں کا بیان۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا وفا کی سب سے زیادہ حقدار وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔

شرائط کی تفصیل:

شروطِ نکاح کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ شرطیں ہیں جو عقدِ نکاح کے مقتضی ہیں جیسے مہر، نان ونفقہ وغیرہ یہ شرطیں بہر حال ثابت ہوں گی خواہ وہ لگائی جائیں یا نہ لگائی جائیں، کیونکہ اگر وہ شرطیں بھی ثابت نہیں ہوں گی جو عقد کا مقتضی ہیں تو نکاح کا فائدہ کیا ہے؟

حکم: ان کا پورا کرنا واجب ہے پورا نہ کرنے کی وجہ سے بیوی کو فسخِ نکاح کا حق ہوگا۔

(۲) وہ شرطیں جو عقدِ نکاح کے مقتضی کے خلاف ہوں۔

جیسے عورت کا صحبت نہ کرنے دینے کی شرط لگانا۔ مرد کا نان ونفقہ نہ دینے کی شرط لگانا۔

حکم: یہ شرطیں باطل ہو جائیں گی اور نکاح درست ہو جائے گا، نکاح کا مقتضی بہر حال ثابت ہوگا بعد میں مہر یا نان ونفقہ معاف کر دینا الگ بات ہے۔

(۳) وہ شرطیں جو نہ نکاح کا مقتضی ہیں نہ اس کے خلاف۔

جیسے گھر داماد ہو کر رہنے کی شرط یا دوسرے نکاح نہ کرنے کی شرط۔

حکم: اس قسم کے حکم میں اختلاف ہے، اس میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اگر شرط کو پورا نہ کرے تو عورت کو فسخِ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس تیسری قسم کی شرائط کو پورا کرنا قضاءً ضروری نہیں البتہ دیانۃً ضروری ہے۔

(ب):

احق الشروط ان توفوا میں شرائط سے خاص مراد ہے اور وہ وہ شرائط ہیں جو نکاح میں جائز ہیں، وہ تیسری قسم کی شرائط ہیں مثلاً یہ شرط لگائی کہ عورت رخصت ہو کر شوہر کے گھر نہیں جائے گی، شوہر دوسرا نکاح نہیں کر سکے گا۔

(درس ترمذی ۴۱۱/۳۔ تحفۃ الالمعی ۵۵۷/۳۔ تحفۃ القاری ۱۸۱/۱۰)

سوال: ۰۷، صفحہ: ۷۹۰

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ.

(۱۴۳۲، ۱۴۳۴ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) طلاق دینے کے کتنے طریقے ہیں اور طلاق بدعی کسے کہتے ہیں؟

(ج) طلاق ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دی اور مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟

(د) رجوع کے بعد ایک طہر چھوڑ کر طلاق دینے کے لئے کیوں فرمایا؟ فتلك العدة کا کیا مطلب ہے بوضاحت تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ) بتائیں طلاق اور عدت کی کتنی قسمیں ہیں اور حدیث میں کونسی قسم کا بیان ہے۔

(ز) حالتِ حیض کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ مذکورہ حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

الجواب:

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے عہدِ نبوی میں اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ وہ بیوی کو نکاح میں واپس لیں (رجعت کریں) پھر وہ اس کو روکے رہیں یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے پھر اس کو حیض آئے، پھر وہ پاک ہوجائے پھر اگر وہ چاہے تو بعد ازیں روکے رہے اور چاہے تو صحبت کئے بغیر طلاق دے پس یہی وہ مقررہ وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتیں اس میں طلاق دی جائیں۔

(ب):

طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنی (۲) بدعی۔

پھر سنی کی دو قسمیں ہیں: (۱) احسن (۲) حسن

(۱) **طلاقِ احسن کی تعریف:** عورت کو ایسے طہر میں ایک صریح طلاق دی جائے جس میں صحبت نہ کی ہو پھر اور کوئی طلاق نہ دی جائے اور عدت گزر جانے دی جائے۔

حکم: عدت کے بعد عورت بائنہ ہوجائے گی اور عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوتا ہے۔

(۲) **طلاقِ حسن کی تعریف:** عورت کو ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک صریح (رجعی) طلاق دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری صریح طلاق دے پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم: تین طہر میں تین طلاق دینے سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے۔ دو طلاقوں تک غور و فکر اور تدارک کا موقع رہتا ہے پھر معاملہ تنگ ہو جاتا ہے اور عدت کے بعد بھی تدارک کی صورت نہیں رہتی۔

(۳) طلاقِ بدعی: مذکورہ دونوں طریقوں کے علاوہ طلاق دینے کی ہر صورت بدعی ہے، مثلاً ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت کی ہو یا حالتِ حیض میں طلاق دینا یا ایک طہر میں یا ایک مجلس میں یا ایک ساتھ ایک سے زیادہ طلاقیں دینا۔

حکم: طلاق کی یہ قسم شرعاً ممنوع ہے اور پہلی دونوں قسمیں جائز ہیں البتہ اس صورت میں جمہور کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔ طلاق کی یہ صورت اس لئے بدعی ہے کہ اس کی ہر صورت میں عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱۰/ ۲۴۸_ تحفۃ الالمعی ۴/ ۵۴)

(ج):

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جوانی میں شادی ہوئی اور بیوی سے بے حد تعلق ہو گیا نماز کے لئے جدا ہونا بھی شاق گزرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا، ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا والد کا کہنا مانو۔ چنانچہ جب دوسری بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو فوراً طلاق دیدی پھر بتایا کہ بیوی اس وقت حالتِ حیض میں ہے اور پہلے یہ بات اس لئے نہیں بتائی کہ ابا اس کو بہانہ بازی خیال نہ کریں)۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق کا حکم دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فکر دامن گیر ہوئی کیونکہ غلطی ان کے حکم سے ہوئی اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے غلطی کرنے یعنی طلاق حالتِ حیض کے باوجود مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہے۔

(فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱۰/ ۲۴۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د):

رجوع کے بعد ایک طہر چھوڑ کر طلاق دینے کا حکم نبی ﷺ نے ایک مصلحت کی بنا پر دیا اگر چہ مسئلہ کی رو سے ایسا کرنا ضروری نہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ آپس میں تعلقات کی نوعیت کا اندازہ ہو جائے، چنانچہ اس طہر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہو گیا کہ اب تعلق میں اعتدال پیدا ہو گیا ہے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے خود ہی طلاق دینے سے منع کر دیا اور وہ بیوی ابن عمر کے نکاح میں رہی۔ (تحفۃ القاری ۱۰/ ۲۴۹، تحفۃ الالمعی ۴/ ۵۵)

فتلك العدة کا مطلب: اس جملہ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے عدت التطلیق کا ذکر فرمایا ہے یعنی ایسے طہر میں طلاق دینے کا وقت ہے کہ اس میں عورت سے صحبت نہ کی ہو۔ جیسا کہ عدت کی اقسام میں واضح ہو چکا ہے۔

(ہ):

طلاق کی اقسام "ب" کے جواب میں گزر چکی ہیں۔
اور حدیث میں طلاق بدعی کا بیان ہے، کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالتِ حیض میں طلاق دی اور حالتِ حیض میں طلاق دینا بدعت ہے۔

عدت کی اقسام:

عدت کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدت الطلاق (۲) عدت التطلیق۔
(۱) عدت الطلاق کو عدت النساء بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عورتوں سے ہے اور اللہ کے ارشاد گرامی وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ میں عدت الطلاق ہی کا ذکر ہے۔
(۲) عدت التطلیق کا تعلق مردوں سے ہے اور اس کا ذکر اللہ تعالی کے قول يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ز):

حالتِ حیض کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اس سلسلہ میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ اربعہ اور جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق اگر چہ حرام ہے مگر واقع ہوگی۔

(۲) ابن حزم ظاہری اور ابن تیمیہ رحمہا اللہ کے نزدیک حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دلیل: وہ دونوں حضرات یہ کہتے ہیں کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا ناجائز اور حرام ہے پس وہ کیسے واقع ہو سکتی ہے۔

جمہور کی دلیل: حدیث باب ہے، کیونکہ اس میں حالتِ حیض میں دی گئی طلاق میں رجوع کرنے کا حکم دیا ہے نبی ﷺ نے اور ظاہر ہے کہ رجوع طلاق کے وقوع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: ۱۷، صفحہ: ۷۹۱

بَابُ مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ. لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ قَالَ لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ.

(۱۴۱۷ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتایئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں اپنا مسلک بیان کر رہے ہیں یا طلاقِ ثلاث کے قائلین کا استدلال ذکر کر رہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مذاہب بیان کرنے کے بعد تین طلاق کو ایک قرار دینے والوں کے استدلال لکھئے پھر اس کے جواب دیجئے۔

(د) اور تین طلاق کو تین قرار دینے والوں کے مذہب کو مدلل کیجئے۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: ایک رائے یہ ہے: ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (یعنی وہ رجعی طلاق دو مرتبہ کی ہے پھر قاعدہ کے موافق رکھ لینا ہے یا خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے) کی وجہ سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے دوسرے شوہر سے شادی کر لی، پھر اس نے طلاق دی پس آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی، فرمایا نہیں، یہاں تک کہ وہ اس کا مزہ چکھے جیسا کہ پہلے شوہر نے چکھا ہے۔

(ب):

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ طلاقِ ثلاثہ کے قائلین کا استدلال ذکر کر رہے ہیں اور اپنا مسلک بھی بیان کر رہے ہیں۔

(ج):

اگر کوئی شخص ایک کلمہ کے ساتھ یا ایک طہر میں یا ایک مجلس میں مختلف کلمات سے تین طلاقیں دے آیا وہ واقع ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ ایک واقع ہوتی ہے یا تین اس بارے میں دو مذہب ہیں:

(۱) ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک اس طرح تین طلاقیں ہوجائیں گی اور عورت مغلظہ ہوجائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) بعض اہلِ ظاہر علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم رحمہم اللہ کے نزدیک اس طرح ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا۔

یہی مسلک دورِ حاضر کے غیر مقلدین کا ہے۔

ان کے دلائل:

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کان الطلاق علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم۔

(یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں اور عہد ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک تھیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ جلدی کرنے لگے ہیں ایک ایسے معاملہ میں جس میں ان کے لئے آہستگی تھی، پس ہم نافذ کردیں ان کو پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافذ کردیا)۔

اس حدیث کے جوابات:

(۱) روایت میں مذکورہ تمام تفاصیل غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے دراصل عہدِ رسالت میں لوگ غیر مدخول بہا کو اس طرح طلاق دیتے تھے: انتِ طالق، انتِ طالق، انتِ طالق اس صورت میں چونکہ پہلی طلاق سے ہی غیر مدخول بہا بائنہ ہوجاتی تھی اس لئے دوسری طلاقیں واقع نہیں ہوتی تھیں اس کے برخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے انت طالق ثلاثًا کے الفاظ سے طلاق دینی شروع کردی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کے وقوع کا حکم لگایا۔

(۲) اگر کوئی شخص تین مرتبہ الفاظِ طلاق کا استعمال کرے، لیکن اس کا منشا تین طلاقیں دینا نہ ہو بلکہ وہ ایک ہی طلاق کو تاکید کی نیت سے بار بار کہہ رہا ہو تو دیانۃً تین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلاقیں واقع نہیں ہوتیں بلکہ صرف ایک ہی ہوتی ہے، عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کی دیانت پر اعتماد تھا اس لئے اس دور میں اگر کوئی شخص تین مرتبہ الفاظ طلاق استعمال کرنے کے بعد یہ کہتا کہ میری نیت تاکید کی تھی تو قضاءً بھی اس کا قول قبول کرلیا جاتا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں محسوس کیا کہ دیانت کا معیار روز بروز گھٹ رہا ہے اگر لوگوں کے بیانات کو قضاءً قبول کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو لوگ جھوٹ بول بول کر حرام کا ارتکاب کریں گے اس لئے انہوں نے اعلان فرمادیا کہ اب اگر کوئی شخص تین مرتبہ الفاظِ طلاق استعمال کرے گا تو تاکید کا عذر قبول نہ ہوگا، اور ظاہر الفاظ پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کو تین طلاق شمار کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، نیز صحابہ کرام اس کے بعد بالاتفاق اسی کے مطابق فیصلہ کرنے لگے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ تین مرتبہ طلاق سے طلاق مغلظہ اور تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔

(۳) اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر صورت میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں اگرچہ تین متفرق طہروں میں تین طلاقیں دی گئی ہوں، کیونکہ کان الطلاق الخ کا جملہ اس کو بھی شامل ہے حالانکہ ابن تیمیہ بھی اس کے قائل نہیں اسی طرح اس کے ہم خیال بھی پس مجبوراً اس حدیث کی تاویل کرنی پڑے گی، جمہور اس کی تاویل کرتے ہوئے اس کو تاکید کے ساتھ مخصوص کیا۔

(۲) ان کی دوسری دلیل:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال طلق رکانۃ بن یزید اخو بنی مطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیھا حزنا شدیداً قال فسألہ رسول اللہ ﷺ کیف طلقتھا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد؟ قال نعم قال انما تلک واحدۃ فارجعھا ان شئت قال فرجعھا۔

(یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طلاقیں دیں ایک ہی مجلس میں، پس وہ گھبرا گئے، راوی کہتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو نے کیسے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، کیا ایک ہی مجلس میں دیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک طلاق ہے اگر تو چاہے اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ راوی کہتے ہیں اس نے رجوع کرلیا ہے)۔

اس حدیث کا جواب:

حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ کے واقعۂ طلاق میں روایات مختلف ہیں بعض میں ہے: طلق امرأته ثلاثاً بعض میں طلق امرأته البتة لیکن البتة والی روایت کو دو وجہ سے ترجیح حاصل ہے:

(۱) یہ روایت حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے اہلِ خاندان سے مروی ہے وھم اعلم بأمور اھلھم۔

(۲) طلق ثلاثاً والی روایت مضطرب ہے بعض روایت میں طلاق دینے والے کا نام رُکانہ ہے اور بعض میں ابو رُکانہ ہے۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو انت طالق البتة کہا۔

اور چونکہ قدیم محاورہ میں طلاق البتة کا اطلاق تین طلاق پر بھی ہوتا تھا (تین کی نیت کرنے کی تقدیر پر) اس لئے بعض راویوں نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے طلق البتة کو طلق ثلاثاً سے تعبیر کردیا۔

دلائل الجمہور:

(۱) عن عائشة رضی الله عنها ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسأل النبی ﷺ اتحل للأول قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول۔

(۲) قال رسول الله ﷺ ایما رجل طلق امرأته ثلاثا مبهمة او ثلاثا عند الاقراء لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(یعنی جو بھی شخص اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے یا تین حیضوں کے بعد دے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں)۔

یہ حدیث صریح ہے کہ ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۳) حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کا واقعہ ہے اس میں ہے جب عویمر رضی اللہ عنہ لعان سے فارغ ہوئے کہا: كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يأمره رسول الله ﷺ.

وجہِ استدلال: نبی ﷺ نے عویمر عجلانی کے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے پر نکیر نہیں کی ہے اور نہ تین طلاق کو ایک قرار دیا ہے معلوم ہوا ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۴) عن فاطمة بنت قيس قالت اتيت النبي ﷺ فقلت انا بنت آل خالد وان زوجي فلانا ارسل الى بطلاق واني سألت اهله النفقة والسكنى فأبوا علي قالوا يا رسول الله انه ارسل اليها بثلاث تطليقات فقالت فقال رسول الله ﷺ انما النفقة والسكنى للمرأة اذا كان لزوجها عليها الرجعة.

(اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دیں تو انہوں نے نفقہ اور سکنیٰ کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفقہ اور سکنیٰ اس عورت کے لئے ہے جس کے شوہر کو رجعت کا حق ہو۔

وجہِ استدلال: اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور شوہر کو رجعت کا حق نہیں ہوتا ہے پس سمجھا گیا تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (فلیراجع للتفصیل: تحفۃ القاری ۱۰/ ۲۵۴۔ درس الترمذی ۳/ ۴۷۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۴۲، صفحہ: ۸۰۲

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الأَوَّلِ، وَلَا تَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ تَحْتَسِبُ. وَهَذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ مَعْمَرٌ يُقَالُ أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا دَنَا حَيْضُهَا، وَأَقْرَأَتْ إِذَا دَنَا طُهْرُهَا، وَيُقَالُ مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ، إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا.

(۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب بیان کریں۔

(ب) عدت حیض سے ہے یا طہر سے اختلاف ائمہ مفصل ومدلل لکھیں۔

(ج) اور مذہب راجح کی وجوہ ترجیح بیان کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ اور مطلب: اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض رطہر تک۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے دو عدتوں کے اجتماع کا مسئلہ بیان کیا۔ کسی نے معتدہ سے عدت میں نکاح کیا پس وہ نکاح فاسد ہے اور زوجین میں تفریق کردی جائے گی، پھر جب زوج ثانی کے پاس تین حیض مکمل ہوجائیں تو وہ پہلے شوہر کے نکاح سے نکل گئی پھر وہ دوسرے شوہر کی عدت گزارے گی اور دونوں عدتوں میں تداخل نہیں ہوگا۔

اور زہری کہتے ہیں کہ تداخل ہوگا۔ سفیان ثوری نے اس رائے کو پسند کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور معمر نے اقرأت المرأۃ کے معنی کئے ہیں عورت کا حیض قریب آ گیا مراد وہ عورت کا طہر قریب آ گیا یعنی یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔

اور محاورہ ہے ماقرأت بسلی قط نہیں جمع کی عورت نے جیلی (وہ باریک جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے) کبھی بھی یعنی قروء کے اصل معنی جمع ہونے کے ہیں۔ جب پیٹ میں بچہ نہ ہو۔

(ب):

عدت حیض سے ہے یا طہر سے اس سلسلہ میں دو مذہب ہیں:

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عدت حیض سے ہے۔

(۲) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عدت طہر سے ہے۔

فریقِ اوّل کے دلائل:

(۱) قولہ تعالیٰ: وَالّٰٓئِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِي لَمْ يَحِضْنَ۔

وجہِ استدلال: اس آیت میں آئسہ اور جن عورتوں کو (صغرِ سنی کی وجہ سے) حیض نہیں آتا ہے ان کی عدت بیان کی گئی کہ وہ تین مہینہ ہیں پس اس سے معلوم ہوا جن عورتوں کو حیض آئے گا ان کی عدت تین حیض ہوگی۔

(۲) ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ میں لفظ ثلاثۃ خاص ہے جس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے اور طلاقِ سنی شروع طہر میں طلاق دینا ہے پس اگر عدت طہر کو قرار دیا جائے تو تین سے کمی یا زیادتی لازم آئے گی کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی یا تو وہ محسوب ہوگی یا نہیں اگر ہو تو تین طہر سے کمی لازم آئے گی اور اگر نہیں ہو بلکہ اس کے علاوہ تین طہر ہوں تو زیادتی لازم آئے گی الحاصل اگر آیت میں قرء کے معنیٰ کا طہر پر حمل کیا جائے تو لفظ ثلاثۃ جو کہ خاص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اس کے موجب کا ابطال لازم آئے گا۔

(۲) قولہ ﷺ طلاق الأمة تطليقتان وعدتها حيضتان.

وجہِ استدلال: جب باندی کے حق میں قرء کے معنی حیض کے ہیں جیسا کہ حدیث مذکورہ میں ہے تو آزاد عورت کے حق میں بھی اس کے معنی حیض کے ہی ہوں گے۔

(فلیراجع للتفصیل: حاشیہ شرح الوقایۃ ۲/ ۱۲۵۔ الہدایۃ ۲/ ۴۲۸)

فریقِ ثانی کے دلائل:

(۱) إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ.

وجہِ استدلال: لعدتہن میں لام وقت کے لئے یعنی ان عورتوں کو ان کی عدت کے وقت میں طلاق دو اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت اور طلاق کا ایک ہی وقت ہے اور طلاق کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ طلاق طہر میں مشروع ہوئی ہے پس عدت کا وقت مشروع بھی طہر ہی ہوگا۔

(۲) وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ ثلاثۃ مؤنث مذکور ہے اور تین سے نو تک عدد کا قاعدہ یہ ہے کہ معدود اگر مذکر ہوتا ہے تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہوتا ہے تو عدد مذکر آتا ہے اور قروء کے معنی حیض مؤنث ہے اور طہر مذکر ہے پس لفظ ثلاثۃ کا مؤنث ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قروء کے معنی طہر کے ہیں جو مذکر ہے اگر قروء کے معنی حیض کے ہوتے تو لفظ ثلاثۃ کی بجائے ثلاث مذکر ذکر کیا جاتا۔

(۳) وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آیت میں تربص تفعل سے ہے اور باب تفعل کا خاصہ تکلف ہے یعنی مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو بہ تکلف روکیں گی اور بہ تکلف روکنا رغبت کے زمانہ میں ہوتا ہے اور جماع وغیرہ کی رغبت عورتوں کو طہر کے زمانہ میں ہوتی ہے نہ کہ حیض کے زمانہ میں بلکہ حیض کے زمانہ میں ایک گونہ بے رغبتی ہوتی ہے پس لفظ تربصن اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عورتوں کا اپنے آپ کو روکنا یعنی عدت گزارنا طہر کے ذریعہ ہوگا نہ کہ حیض کے ذریعہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

مذہب راجح کی وجوہ ترجیح بیان کریں۔

ترجیح کبھی تو مستقل طور پر ہوتی ہے اور کبھی فریقِ مخالف کے دلائل کے جواب دینے سے بھی ہوتی ہے پس ان کے دلائل کے جواب یہ ہیں:

(۱) لعدتہن میں لام وقت کے لئے نہیں بلکہ اجل اور علت کے لئے ہے یعنی فَطَلِّقُوهُنَّ لِأَجْلِ عِدَّتِهِنَّ یعنی ان کو اس طرح طلاق دو کہ ان کی عدت شمار کرنا ممکن ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دو جس میں وطی نہ کی گئی ہو، کیونکہ اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ عورت غیر حاملہ ہے اور اس کی عدت بلاشبہ تین حیض ہے۔

(۲) نحوی حضرات لفظوں سے بحث کرتے ہیں نہ کہ معنی سے لفظ قرء مذکر ہے اگرچہ حیض اس کے معنی مؤنث ہے پس لفظ قرء کے اعتبار سے ثلاثۃ کو مؤنث ذکر کیا گیا ہے نہ کہ معنی کے اعتبار سے۔

(۳) حیض کے زمانہ میں عورتوں کو اگرچہ جماع کی رغبت نہیں ہوتی ہے لیکن نکاح کی طرف رغبت ضرور ہوتی ہے قرآن پاک میں اسی کو روکنے کو کہا گیا ہے کہ عورتیں عدت کے زمانہ میں نکاح وغیرہ کی بات چیت سے اپنے آپ کو روکیں پس جب یہ صورت ہے تو لفظ تربص سے قروء کے معنی طہر ثابت نہ ہوں گے۔ (قوت الاخیار علی نور الانوار)

نیز احناف کا مذہب قرآن وسنت کے صریح نصوص کے موافق ہے، جبکہ شوافع کے مذہب میں کوئی صریح نص نہیں ہے اور جو ہے اس میں تاویل کا احتمال ہے خصوصاً اگر مذہب شوافع کے مطابق قروء کے معنی طہر لیا جائے تو لفظ ثلاثۃ جو خاص ہے اس کے موجب کو باطل کرنا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔

نیز احناف کا مذہب خلفاء اور عبادلہ اور اکثر فقہاء صحابہ کے موافق ہے ان وجوہ کی بنا پر مذہب احناف کو ترجیح حاصل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: ۷۳، صفحہ: ۸۵۰

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ.

(۱۴۱۰، ۱۴۱۵، ۱۴۲۰ھ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کے معنی بیان کریں۔

(ج) مجذوم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں مدلل لکھیں۔

(د) لا عدوی اور فرّ من المجذوم الخ میں تعارض معلوم ہوتا ہے آپ اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب:

(الف):

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوت کی بیماری نہیں اور بدشگونی نہیں اور کھوپڑی کا پرندہ نہیں اور صفر کی نحوست نہیں اور جذامی کے پاس سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کے معانی:

(۱) لا عدوی: محققین فرماتے ہیں لا عدوی سے مرض کے متعدی ہونے کا انکار کرنا اور چھوت کی نفی کرنا مقصد نہیں، بلکہ اہلِ عرب جو غلط عقیدہ رکھتے تھے کہ مرض مؤثر حقیقی ہے اور خود بخود متعدی ہوتا ہے اس جاہلی اعتقاد کا انکار کرنا مراد ہے پس لا عدویٰ کا مطلب یہ ہے کہ مرض میں خود بخود متعدی ہونے کی کوئی قوت نہیں ہے جیسا کہ تم اعتقاد رکھتے ہو، بلکہ اس کا تجاوز کرنا مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے یعنی مریض کے ساتھ اختلاط کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سبب اللہ تعالیٰ کبھی اس کے اندر بھی اس مرض کو پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ درجۂ اسباب میں کسی مرض کے متعدی ہونے سے انکار نہیں کیا گیا، اس توجیہ پر اطباء کے ساتھ کوئی تعارض باقی نہیں رہتا، جو بعض امراض کے متعدی ہونے کے قائل ہیں۔

(۲) **وَلَا طِيَرَةَ:** اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا تو گھر سے نکلتے، درختوں کو دیکھتے اگر کسی درخت پر کوئی پرندہ بیٹھا ہوا ہوتا تو اس کو اُڑاتے پھر دیکھتے اگر وہ دائیں طرف گیا تو نیک فال لیتے اور کام کرتے اور اگر بائیں طرف گیا تو بُرا شگون لیتے اور کام سے رُک جاتے، اسلام نے اس طریقہ فال کی نفی کی ہے، کیونکہ یہ محض اتفاق ہے کہ وہ دائیں طرف گیا یا بائیں طرف گیا، خیر و شر سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

(۳) **وَلَا هَامَةَ:** (۱) اُلّو چیل کی قسم کا ایک پرندہ ہے جو ویرانوں اور کھنڈروں میں رہتا ہے اس کے بارے میں جاہلوں کا خیال تھا کہ وہ اگر کسی گھر پر بیٹھ جائے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یہ تصور باطل ہے۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ مردہ کی ہڈی سے ایک پرندہ پیدا ہو کر اُڑتا رہتا ہے اور مردہ کے گھر میں اُڑتا رہتا ہے جو نحوست کی علامت ہے۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا اعتقاد تھا کہ اگر مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جو مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ! کی آوازیں لگاتا ہے اس پرندہ کو الصدی بھی کہتے ہیں پھر جب بدلہ لیا جاتا ہے تو وہ اُڑ جاتا ہے، یہ بے حقیقت بات ہے اس کی اصل کچھ نہیں۔

(۴) **وَلَا صَفَرَ:** اس کے مختلف معنی کئے گئے ہیں۔

(۱) یہ جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ ماہِ صفر بلاء و مصیبت نازل ہونے کا مہینہ ہے اس لئے یہ منحوس مہینہ ہے اس میں بیاہ شادی نہیں کرتے تھے۔

(۲) زمانۂ جاہلیت میں صفر کو محرم سے مقدم کر دیا جاتا تھا اس کی نفی کی گئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) صفر ایک قسم کا سانپ ہے جو پیٹ میں پیدا ہوتا ہے اور بھوک کے وقت ستاتا ہے اس کی نفی کی گئی ہے۔ (تحفۃ القاری ۱۰/ ۵۱۰)

(ج) مجزوم کے ساتھ کھانے پینے کا حکم:

مجزوم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔

دلیل: عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اخذ بید مجذوم فادخلہ معہ فی القصعۃ ثم قال کل بسم اللہ ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ۔

(یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا پس اس کو اپنے ساتھ بڑے پیالے میں داخل کیا پھر فرمایا کھا اللہ کے نام سے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے، اور اُس پر اعتماد کرتے ہوئے)۔

بعض لوگوں نے اجتناب والی روایات کو منسوخ مان کر مذکورہ حکم لگایا لیکن صحیح قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ دونوں حدیثوں کو جمع کر کے تطبیق اس طرح ہے کہ اجتناب والی روایات استحباب پر اور کھانے والی روایات بیانِ جواز پر محمول ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ اجتناب والی روایات ضعیف الایمان اشخاص کے لئے اور کھانے والی روایات قوی الایمان اشخاص کے لئے ہے۔

(د):

روایات میں تطبیق سوال نمبر ۶۴ میں گزر چکی ہے۔

❀❀❀

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551